سلطان الواعظین
مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب
کی رُوح پرور اور سبق آموز
سچی حکایات
فرید بک سٹال
۳۸ اردو بازار لاہور

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

(بیشک اُن کے قصوں میں عبرت ہے سمجھ داروں کے لیے (پ ۱۳ ع ۶)

مستند اور سبق آموز

(دوسرا حصہ)

سچی حکایات

مؤلفہ

سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب

کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

اس کتاب میں

کتب احادیث اور دیگر مستند اسلامی کتابوں سے دلچسپ، مفید اور سبق آموز حکایات جمع کر دی گئی ہیں اور ہر حکایت کے بعد اس سے جو سبق حاصل ہوتا ہے۔ لکھ دیا گیا ہے، اور ہر حکایت کو اصل کتاب سے دیکھ کر درج کیا گیا ہے اور کتاب کا نام، صفحہ اور جلد سب کچھ دیا گیا ہے

ناشر: فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

نام کتاب.................. سچی حکایات
مؤلف.......... ابو النور، محمد بشیر
مطبع.................. جنرل پرنٹرز
۱۰/۲۲ رٹیگن روڈ
لاہور
قیمت.................. روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پہلی نظر

سچی حکایات کا پہلا حصہ شائع ہوا تو خدا نے اُسے ایک خاص درجۂ قبولیت عطا فرمایا اور اُسے ہاتھوں ہاتھ خرید اگیا۔ اور جس نے بھی اس کا مطالعہ کیا۔ اِس کی تحسین و تعریف کے بغیر نہ رہ سکا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا دوسرا ایڈیشن چھاپنا پڑا۔

کچھ عرصہ کے بعد اس کا دوسرا حصہ بھی اشاعت پذیر ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ گیا اور اسے بھی بے حد قبولیت حاصل ہوئی اور پہلے حصہ کی طرح اس حصہ کا پہلا ایڈیشن بھی بہت جلد ختم ہو گیا اور اب یہ دوسرا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔

اس حصّہ میں

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جذبۂ ایمانی، عشقِ رسول، ولولہ، جہاد اور اُن کے جاہ و جلال، عزو کمال، عزم و استقلال اور اُن کی جرأت و شجاعت، ایثار و سخاوت اور دیگر اُن کے کمالات کے متعلق مستند حکایات جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کے بعد اہل بیت عظام علیہم الرضوان کے فضائل و کمالات اور ان کے جود و سخا، فضل و کرم اور دیگر کمالات کے متعلق حکایات پیش کی گئی ہیں۔

اس باب میں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعۂ شہادت بھی مفصل طور پر لکھ دیا گیا ہے۔

اور اس کے بعد امام المسلمین حضرت امام ابو حنیفہ، امام المسلمین حضرت امام شافعی، امام المسلمین حضرت امام احمد حنبل، امام المسلمین حضرت امام مالک رضی اللہ عنہم کے متعلق حکایات درج کی گئی ہیں اور حسب سابق ہر حکایت مستند کتابوں سے دیکھ کر لکھی گئی ہے اور کتاب کا صفحہ و جلد سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ پڑھیئے اور بہترین سبق حاصل کیجئے۔

ابوالنور محمد بشیر

فہرست سچی حکایات (حصہ دوم)

چھٹا باب
اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین

★★

صحابۂ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ۲۶ ع۱۲)

محمّد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں۔ اور آپس میں نرم دل (کنزالایمان)

سچی حکایات کا دوسرا حصہ

پانچواں باب

صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حکایت نمبر ١٩٣

محبوب کے قدموں میں

میدانِ اُحد میں حضرت عمار بن زیاد رضی اللہ عنہ کے دِل میں ایک کافر کا تیر آلگا. حضرت عمار لڑکھڑا کر گر گئے، اور دِل پہ ہاتھ رکھ کر اللہ

سے عرض کی۔ کہ الٰہی! مجھے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کر لینے دے پھر میری جان نکلے۔ چنانچہ زمین پر گرے ہوئے ہی آپ نے اپنی نظروں سے حضور کی تلاش شروع کی اور آپ نے دیکھا کہ حضور تھوڑی دور تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ آپ زمین پر گھسٹتے ہوئے آہستہ آہستہ حضور تک پہنچ گئے اور پھر اپنا منہ حضور کے قدموں پر رکھ دیا اور اپنے رخسارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں پر ملتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے،

فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ ۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ

رب کعبہ کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ رب کعبہ کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں ہی میں جام شہادت نوش فرما لیا۔ (تاریخ اسلام ص۱۷۲)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سب سے بڑی مراد یہ تھی کہ محبوب کبریا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر جان نکلے بقول شاعر ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

معلوم ہوا ان پاک لوگوں کی بہت بڑی شان ہے اور ان سے محبت رکھنا محبوب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی محبت رکھنا ہے۔

حکایت نمبر ۱۹

جنّت کی خوشبو

میدانِ اُحد میں مسلمانوں کی ایک لغزش سے وقتی طور پر مسلمان مغلوب ہوگئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آگئے۔ جس کی وجہ سے اِدھر اُدھر پریشان دوڑ رہے تھے۔ حضرت اُنس بن نضر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سامنے ایک دوسرے صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آرہے ہیں۔ اُن سے کہا۔ اے سعد! کہاں جارہے ہو؟ خدا کی قسم جنت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آرہی ہے۔ یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی، کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور کافروں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ شہادت کے بعد ان کے جسم کو دیکھا گیا تو چھلنی ہو گیا تھا۔ اسی۸۰ سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے۔ (حکایات الصحابہ ص۹)

سبق: جو لوگ سچی طلب اور اخلاص کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جائیں۔ ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ اور جنت کی خوشبو آنے لگتی ہے۔

حکایت نمبر ۱۹۵

ایک عورت

انصارِ مدینہ کی ایک عورت کا باپ اور شوہر اور بھائی تینوں جنگِ احد میں شہید ہوگئے۔ وہ عورت لڑائی کے حالات معلوم کرتے ہوئے جب میدانِ جنگ میں پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ اس کا باپ، شوہر اور بھائی تینوں شہید ہوگئے ہیں تو سے

اس عفیفہ نے یہ سب سن کے کہا تو یہ کہا
یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم

یعنی وہ کہنے لگی کہ مجھے حضور کا حال بتاؤ کہ وہ تو خیریت سے ہیں نا؟ لوگوں نے بتایا کہ حضور بخیریت ہیں تو وہ خوش ہو کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور سے

بڑھ کے اس نے رُخِ روشن کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو سب ہیچ ہیں یہ رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

یعنی یارسول اللہ! میرے ماں باپ، شوہر، بھائی وغیرہ سب تیرے نام پر قربان! آپ سلامت ہیں تو مجھے کسی کی جدائی کا غم نہیں۔
(تاریخ اسلام صـ۱۷۲)

سبق : صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دلوں میں حضور کی کچھ ایسی محبت تھی کہ ان پاک لوگوں کی پاک عورتیں بھی محبت رسول کے سامنے دنیا بھر کے رشتوں کو ہیچ سمجھتی تھیں۔ پھر آج جو مرد بھی محبت رسول کو نظر انداز کر کے رشتہ داریوں کو ملحوظ رکھیں اور شریعت مصطفویہ کی پروا نہ کریں۔ کس قدر بدنصیب اور ناعاقبت اندیش ہیں۔

حکایت نمبر ۱۹۶

شہد کی مکھیاں

عضل اور قارہ کے چند منافق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ چند مبلغ روانہ کر دیجئے جو ہم لوگوں کو دین کی باتیں سکھایا کریں اور ہم لوگ شریعت کے احکام سیکھ لیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دس اصحاب جن کے سردار حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، ان کے ہمراہ روانہ کر دیئے۔ یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے تو منافقین نے بدعہدی کر کے قبیلہ بنو لحیان کے دوسو آدمیوں کو ساتھ ملا کر ان دس صحابہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ معہ اپنے سات ساتھیوں کے شہید ہو گئے اور حضرت عاصم نے شہادت سے قبل یہ دعا پڑھی :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ حَمَیْتُ دِیْنَکَ صَدْرَ النَّهَارِ فَاحْمِ لَحْمِیْ

یعنی "اے اللہ! میں نے تیرے دین کی حمایت میں جان دی اب تو ان کافروں کے ہاتھ سے میرے بدن کو بچا"۔

یعنی میری لاش ان کے ہاتھ نہ لگے چنانچہ منافقین حضرت عاصم کا سر کاٹنے کے ارادہ سے آگے بڑھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فوراً شہد کی مکھیوں کا ایک لشکر بھیجدیا۔ جنہوں نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر پردہ ڈال دیا اور کسی کافر کو پاس پھٹکنے نہ دیا۔ جب رات ہوئی تو خدا تعالیٰ نے ایک سیلاب ایسا بھیجا کہ حضرت کے بدن مبارک کو بہا کر لے گیا اور کافر خائب وخاسر پھرے۔ (تاریخ اسلام ص۱۸۱ ومثلہ فی حجۃ اللہ علی العالمین ص۸۶۹)

سبق، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم دین کی خاطر زندہ رہے اور دین ہی کی حمایت میں وہ جان بھی دیتے رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں سے دشمنی وعداوت منافقین کا کام ہے۔

حکایت نمبر ۱۹۷

پھانسی

عضل اور قارہ کے چند منافقین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہو کر دس صحابہ کرام کو بغرض تبلیغ اپنے ہمراہ لے گئے اور راستے میں مقام رجیع پر دھوکا کر کے ان دس صحابہ میں سے آٹھ کو شہید کر دیا۔ اور دو کو جن کا نام حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما تھا، گرفتار کر کے مکہ لے آئے اور قریش کے پاس فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ اس لیے ان کو حارث کے لڑکوں نے خریدا تاکہ باپ کے بدلہ میں قتل کریں۔ چند روز بھوکا پیاسا اپنے گھر میں قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے بچہ کو زانو پر بٹھایا۔ چھری لے کر رکھ دی اور بچے کو کھلانے لگے۔ جب بچے کی ماں نے دیکھا کہ اس کا بچہ چھری لے کر اس قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے انہوں نے بے آب ودانہ رکھا تھا تو وہ کانپ اٹھی اور بے اختیار چیخ اٹھی۔ خبیب نے کہا کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا کیا تو نہیں جانتی کہ مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں۔

خاندان حارث نے چند روز کے بعد خبیب اور زید رضی اللہ عنہما دونوں بزرگوں کو حرم کی حد سے باہر لے جا کر بارادۂ قتل پھانسی کے نیچے کھڑا کر دیا اور کہا کہ اسلام چھوڑ دو تو جان بخشی ہو سکتی ہے، دونوں بزرگوں نے جواب دیا کہ جب اسلام ہی نہ رہا تو جان رکھ کر کیا کریں گے۔

قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ قاتلوں نے مہلت دے دی۔ حضرت خبیب

رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی اور نماز پڑھ کر فرمایا کہ دیر تک نماز پڑھنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔ اس کے بعد قاتلوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے پھانسی پانے سے قبل یہ شعر پڑھے۔

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا

عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

یعنی اسلام کی حالت میں مجھے کسی طرح بھی مارا جائے مجھے کوئی پروا نہیں۔"

اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کی باری آئی۔ آپ کے قتل کے وقت قریش کے بڑے بڑے سردار تماشا دیکھنے آئے تھے ایک سردار نے بڑھ کر کہا کہ سچ کہنا اگر اس وقت تمہارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ قتل کئے جاتے اور تم بچ جاتے تو کیا تم اس بات کو اپنی خوش قسمتی نہ سمجھتے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ؎

مجھے ہو ناز قسمت پر، اگر نام محمد پر!
یہ سر کٹ جائے اور تیرا سراپا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا پہ یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

پھر اس کے بعد حضرت زید کو بھی شہید کر دیا گیا (رضی اللہ عنہما) تاریخ اسلام ص ۱۸۲

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اسلام جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ اور انہوں نے اپنی جانیں اسلام پر قربان کرکے ہمیں سبق دیا ہے کہ مسلمان کو مشکل سے مشکل وقت میں بھی اسلام سے منہ نہیں موڑنا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۱۹۸
حضرت کعب کی دردناک کہانی

ان کی ـــــ اپنی زبانی

تین صحابی حضرت کعب بن مالک، بلال بن امیہ اور مرارۃ ابن ربیع رضی اللہ عنہم بغیر کسی قوی عذر کے سستی کے باعث جنگِ تبوک میں شریک نہ ہوسکے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سرگذشت بڑی تفصیل کے ساتھ خود ہی بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں جنگِ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا مالدار نہیں تھا۔ جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں نہ ہوئی تھیں۔ جنگِ تبوک کے موقعہ پر چونکہ سفر دُور کا تھا اور گرمی بھی شدید تھی۔ اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان فرمادیا۔ تاکہ لوگ تیاری کرسکیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور کے ساتھ ہوگئی کہ رجسٹر میں ان کا

ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں رہ جاؤں اور پتہ نہ چلے تو ہو سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے۔ میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا ارادہ صبح ہی سے کرتا۔ مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے۔ جب پختہ ارادہ کروں گا۔ تیاری فوراً ہو جائے گی۔ اسی طرح کئی دن گزرتے گئے حتیٰ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم روانہ بھی ہو گئے اور مسلمان آپ کے ساتھ ساتھ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی مجھے یہ خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار ہو کر لشکر سے جا ملوں گا۔ اسی طرح آج کل پر ٹالتا رہا۔ حتیٰ کہ حضور کے تبوک پہنچنے کا زمانہ آ گیا۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی۔ مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب بس جب مدینہ منورہ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوں تو پھر وہی لوگ ملتے ہیں۔ جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے۔ ادھر حضور نے تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں آتے، کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو مال وجمال کے فخر نے روکا۔ حضرت معاذ نے فرمایا: کہ غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں، وہ بھلے آدمی ہیں، مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ چند روز میں حضور کی واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج وغم ہوا اور فکر پیدا ہوئی۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضور کے غصہ

سے جان بچا لوں۔ پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا، اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور تشریف لے ہی آئے ہیں تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔ حضور کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضور تشریف لائے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں تشریف فرما رہے اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن سے اعراض فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضور نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! آپ نے اعراض کیوں فرمایا؟ خدا کی قسم! میں نہ تو منافق ہوں، نہ مجھے ایمان میں کچھ تردّد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں کسی دنیا دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصے سے کوئی نہ کوئی بات بنا کر خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ نے عنایت فرمایا۔ لیکن یا رسول اللہ! آپ کے متعلق مجھے علم ہے کہ آپ کے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔ یا رسول اللہ!

بیشک آپ کو غصہ آ رہا ہے۔ لیکن قریب ہے کہ خدا کی ذات پاک آپ کے عتاب کو زائل کر دے گی۔ حضور! میں سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ! مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا، کہ اچھا اُٹھ جاؤ۔ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ خود فرمائے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کبھی کوئی گناہ نہ کیا تھا اگر تو کوئی عذر کر کے حضور سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور کا استغفار تیرے لیے کافی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے۔ جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے بھی یہی گفتگو کی۔ جو تو نے کی، اور یہی جواب ان کو بھی ملا ہے جو تجھ کو ملا۔ ایک بلال بن امیہ۔ دوسرے مرارۃ بن ربیع۔ میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری[1] ہیں۔ وہ بھی میرے شریک حال ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرما دی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ اب اس ارشاد کی صحابہ کرام

---

[1] بدری وہ لوگ کہلاتے ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ ان کی بزرگی اور بڑائی مسلم ہے۔ احادیث میں بھی ان کی بڑی فضیلت آئی ہے اور کتنی ہی حدیثوں میں ان کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کے ان سے خوش ہونے کی بشارتیں آئی ہیں۔

رضی اللہ عنہم اجمعین نے تعمیل اس طرح کر کے دکھائی کہ کعب فرماتے ہیں کہ حضور کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کیا۔ گویا دنیا ہی بدل گئی۔ حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ہمیں تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ درو دیوار بیگانے ہو گئے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضور کا وصال شریف ہو گیا اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسا ہی رہوں گا اور مجھ سے کوئی کلام کرے گا۔ نہ میری نماز جنازہ پڑھے گا کہ حضور کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے؟ غرض ہم تینوں نے پچاس دن اسی حال میں گذارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے میں سب میں قوی تھا۔ چلتا پھرتا۔ بازار میں جاتا۔ نماز میں شریک ہوتا مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔ حضور کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور کے لب مبارک جواب کے لیے ہلے یا نہیں۔ نماز کے بعد حضور کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا، اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا، تو حضور مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضور منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔ غرض یہی حالات گذرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کر دینا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا تو میں ابو قتادہ کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرے رشتہ کے چچا زاد بھائی تھے اور مجھ سے

تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے، میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا تو انہوں نے بھی سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے انہوں نے اس کا جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دے کر پوچھا۔ انہوں نے صرف اتنا کہا۔ "اللہ جانتے اور اس کا رسول" یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا۔ یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا۔ وہ نصرانی میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لاکر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تجھ پر ظلم کر رکھا ہے تجھے اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے، اور نہ ضائع کرے۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے"۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر انا للہ پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگی ہیں۔ یہ ایک مصیبت اور آئی اور اس خط کو میں نے تنور میں پھونک دیا اور حضور سے جاکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب تو آپ کے اعراض کی وجہ سے کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں ہم

پر چالیس روز گزرے تھے کہ حضور کا قاصد میرے پاس حضور کا یہ ارشاد لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے، اس کو طلاق دے دوں ؟ کہا نہیں بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کر لو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے میں چلی جا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائے وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہو گا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں۔ حضور نے فرمایا اچھا اس بات کی تجھے اجازت ہے مگر قربت نہ ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس بات کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں۔ جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے آج تک ان کا وقت رونے ہی گزر رہا ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھوٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب خوشخبری ہو تم کو" میں اتنا ہی سن کر سجدہ میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا[1]۔ جس پر ایک شخص نے پہاڑ پہ چڑھ کر زور سے آواز دی، جو سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پہ سوار بھاگے ہوئے آئے۔ میں نے اپنے پہننے کے کپڑے اس بشارت دینے والے کی نذر کیے اور پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دو دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے۔ میں جب مسجدِ نبوی میں گیا تو وہ لوگ جو خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ مجھے مبارکباد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یاد رہے گا۔ میں نے حضور کی بارگاہ میں جاکر سلام کیا۔ تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرے مبارک سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور کا چہرۂ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جتنی جائیداد ہے۔ وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے۔ اس لیے کہ یہ امارت و ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی۔

---

[1] خدا تعالیٰ نے خود فیصلہ فرمایا اور تینوں حضرات کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی۔ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (پ ۱۱ ع ۴)

حضور نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہو گی ۔ کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا۔ بہتر ہے کچھ حصہ میرے پاس بھی رہنے دیا جائے مجھے سچ ہی نے نجات دی ۔ اس لیے میں نے عہد کیا ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔ (بخاری شریف ص۶۷۵ ج ۲) (درمنثور، فتح الباری اور روح البیان ص۹۶۵ ج ۱)

سبق : صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اطاعت دینداری اللہ کے خوف کا ایک نمونہ ہے ۔ ان پاک لوگوں کی پاکیزہ زندگیوں کی مثال کسی اُمت میں نہیں ملتی اور یہ لوگ واقعی خیرالامم کے صحیح مصداق ہیں ۔ دیکھئے سچے وپکے مومن ہیں، جنگ میں ہمیشہ شریک رہے ہیں ۔ مگر ایک مرتبہ غیر حاضری پر کیا کیا عتاب ہوا اور اس کو کس فرمانبرداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو رو کر گذا دیئے اور مال جس کی بدولت یہ واقعہ پیش آیا۔ وہ بھی صدقہ کر دیا اور دوسرے مسلمان حتےٰ کہ ان تینوں کی بیبیاں بھی فرمانِ رسول پر ان تینوں سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیتی ہیں اور حضرت کعب کی طرف ایک کافر بادشاہ کا خط بھی آتا ہے ۔ جس میں لالچ دیا گیا ہے ۔ مگر حضرت کعب بجائے کسی اشتعال کے نادم ہوتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ پشیمان ہو کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتے ہیں اور خطرہ بھی لاحق ہے کہ کہیں خدا و رسول کی خفگی سے دونوں جہاں برباد نہ ہو جائیں ۔ ایک ہم بھی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکام بھی سامنے ہیں ۔ بڑے سے بڑا حکم نماز ہی کا لے لیجئے اور پھر دیکھئے ہم اس کی تعمیل کہاں تک کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں ۔ وہ بھی کیسی کرتے ہیں ۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو

پوچھنا ہی کیا ہے کہ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

اس دردناک کہانی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین و مذہب کے سچے اور پکے فدائی اور شیدائی تھے اور وہ کسی قیمت پر بھی دین کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اور جو لوگ معاذاللہ حضور کے صحابہ کے دین پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ بڑے ناعاقبت اندیش ہیں۔

حکایت نمبر ۱۹۹

سمندری غازی

سنہ ۶ھ میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ کفارِ مکہ کو خبر ہوئی تو وہ اس بات کو اپنی ذلت سمجھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مزاحمت کے لیے نکل آئے اور مقام حدیبیہ میں پہنچ کر حضور کو آگے بڑھنے سے روک دیا اگرچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاں نثار صحابہ کرام موجود تھے۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کا ارادہ نہ فرمایا اور مصالحت کی تجویز فرمائی۔ کفارِ مکہ نے بھی مصالحت کو بہتر سمجھا اور اسی مقام پر صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لڑائی پر مستعدی اور ان کی بہادری کے باوجود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کی اس قدر رعایت

فرمائی کہ ان کی ہر شرط کو قبول فرمالیا۔ صلح میں جو شرطیں رکھی گئیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی رکھی گئی کہ :

" جو کافر مسلمان ہو کر مکہ سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس پہنچے مسلمان اسے واپس کر دیں اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر مکے پہنچ جائے تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط بھی قبول فرمالی۔ صحابہ کرام یہ شرط دیکھ کر حیران تو ہوئے مگر انہیں علم تھا کہ جہاں تک نظر نبوت پہنچتی ہے۔ ان کی نہیں پہنچتی۔ چنانچہ یہ معاہدہ ابھی ہو ہی رہا تھا کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو ایک صحابی تھے اور جو مسلمان ہو جانے کی وجہ سے کافروں کی قید میں زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے، کسی طرح رہا ہو کر گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس امید پر پہنچ گئے کہ مسلمانوں میں مل کر مدینہ منورہ پہنچ جاؤں گا۔ ان کے باپ سہیل جو اس وقت کفار کی طرف سے وکیل تھے اور ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے (اور فتح مکہ میں مسلمان ہوئے) انہوں نے جو اپنے بیٹے کو بھاگ کر آتے ہوئے دیکھا تو انہیں طمانچے مارے اور واپس مکے لے جانے کے لیے اصرار کیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ابھی صلحنامہ مرتب نہیں ہوا، اس لیے ابھی پابندی کس بات کی ؟ مگر انہوں نے اصرار کیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم

نے یہ بھی مان لیا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے فریاد کی کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کے دل پر جو گزری ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر حضور کا ارشاد تھا۔ اس لیے کوئی بول نہ سکا، اور ابو جندل واپس بھیج دیئے گئے اور واپس کرتے وقت حضور نے ان سے فرمایا کہ صبر کرو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کوئی راستہ نکال دے گا۔

صلحنامہ مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابو بصیر رضی اللہ عنہ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ کافروں نے ان کو بھی واپس بلانے کے لیے دو آدمی پیچھے بھیج دیئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حسب معاہدہ ان کو بھی واپس کر دیا۔ ابو بصیر نے بھی عرض کی۔ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ آپ کفار کے پنجہ میں پھر مجھے بھیجتے ہیں۔ آپ نے ان سے بھی صبر کرنے کو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ عنقریب تمھارے واسطے راستہ کھل جائے گا۔ چنانچہ ابو بصیر ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہو گئے۔ راستے میں آپ ان دونوں کافروں میں سے ایک کو کہنے لگے کہ یار یہ تیری تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے۔ شیخی باز آدمی ذرا سی بات بس پھول ہی جاتا ہے۔ چنانچہ وہ کافر نیام سے اپنی تلوار نکال کر کہنے لگا۔ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا ہے۔ یہ کہہ کر تلوار حضرت ابو بصیر کو پکڑا دی۔ حضرت ابو بصیر نے اس تلوار سے اس کافر کو فی النار کر دیا۔ دوسرے نے دیکھا تو وہ بھاگتا ہوا مدینہ منورہ آیا، اور

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا ساتھی مار ڈالا گیا ہے اور اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بصیر پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ تو اپنا معاہدہ پورا کر ہی چکے ہیں کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو۔ وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے تھے اس لیے میں نے یہ کام کیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لڑائی بھڑکانے والے ہو۔ وہ اس ارشاد سے سمجھ گئے، کہ حضور مجھے پھر واپس ہی کر دیں گے۔ چنانچہ ابو بصیر وہاں سے چل کر سمندر کے ایک کنارے پر آ گئے اور وہیں ڈیرا لگا لیا۔ حضرت ابو جندل کو مکہ میں جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ بھی کسی طرح مکہ سے نکل کر وہیں سمندر کے کنارے ابو بصیر کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد پھر جو شخص مسلمان ہوتا وہ وہیں سمندر کے کنارے ابو بصیر اور ابو جندل کے پاس پہنچ جاتا۔ حتٰے کہ وہیں ایک چھوٹی سی مختصر جماعت ہو گئی۔ جنگل میں جہاں نہ کھانے کا انتظام اور نہ کوئی اور سہولت، اس لیے ان کی مشکلات تو ظاہر ہیں۔ مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر بھاگتے تھے۔ اس مختصر سی جماعت نے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ کافروں کا جو قافلہ ادھر سے گزرتا۔ اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے۔ حتٰی کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر خود ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاجزی اور منت سے اللہ اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر، آدمی بھیجا کہ اس اپنی جماعت کو سمندر کے

کنارے سے اپنے پاس بلالیں۔ ہم اپنے اس معاہدہ سے خود ہی تنگ آچکے ہیں۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کے پاس اپنا اجازت نامہ بھیجکر انھیں اپنے پاس بلوالیا۔

(حکایات الصحابہ ص۱۱)

سبق:۔ نبی کی نظر انجام تک پہنچ جاتی ہے، اور مسلمان اپنے عہد و پیمان کا بڑا پکا ہوتا ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے دین و ایمان پر بڑے پکے تھے۔ انھیں اپنے ایمان سے دنیا کی کوئی طاقت اور مصیبت نہیں ہٹا سکی۔

حکایت نمبر ۲۰

استقلالِ بلال

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جب اسلام لے آئے تو آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ امیہ بن خلف جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور جس کے آپ غلام تھے، آپ کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ ہل نہ سکیں اور کہتا تھا یا اسی حال میں مرجاؤ یا زندگی چاہتے ہو تو اسلام چھوڑ دو۔ مگر حضرت بلال بقول شاعر

تو ہو کے ترش رو مجھے گالی ہزار دے

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

نشۂ اسلام میں ایسے سرمست تھے کہ ان کے مصائب و آلام کی بالکل پروا نہ فرماتے۔ ظالم آپ کو رات کے وقت زنجیروں میں باندھ دیتے اور کوڑے مارتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کرتے۔ تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جائیں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ مگر اللہ رے استقلالِ بلال کہ آپ عشقِ حق میں ایسے سرشار تھے کہ اَحد اَحد کے نعرے لگاتے اور یادِ حق میں گویا یہی فرماتے تھے۔ ؎

حلق پر تیغ رہے سینے پہ جلاّد رہے

لب پہ تیرا نام رہے دل میں تیری یاد رہے

ایک دن حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس حال میں دیکھا۔ تو ان کو خرید کر آپ کو آزاد کر دیا اور آپ کو اس عشق و استقلال کا یہ صلہ ملا کہ آپ بارگاہِ مصطفوی کے مؤذن بنے اور سفر و حضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت انھیں کے سپرد ہوتی۔

(اسد الغابہ و حکایات الصحابہ صـ۱۲)

سبق:۔ دشمنانِ دین نے اللہ والوں پر ہمیشہ سختیاں کیں اور اللہ والوں نے ہزار ہا مصائب و آلام کے باوجود امن و استقلال کو کبھی نہ چھوڑا، اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بڑے ہی سخی اور مسلمانوں کے

خیر خواہ تھے اور جو شخص صحابہ کرام بالخصوص صدیق اکبر کا دشمن ہے وہ بڑا ہی شقی اور بخیل ہے۔

حکایت نمبر ۲۰۱

غم ہجر

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہو گیا تو آپ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ کو دیکھا ہے؟ دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو یا مجھے آپ کا پتہ بتا دو۔ پھر آپ اسی غمِ ہجر میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ ایک سال کے بعد آپ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے آپ سے فرمایا: کہ اے بلال! تو نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا۔ کیا تمہارا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا۔ حضرت بلال یہ خواب دیکھ کر لَبَّیْكَ یَاسَیِّدِیْ اے آقا غلام حاضر ہے کہتے ہوئے اٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے حضرت بلال پہلے سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے اور حضور کو ڈھونڈا مگر حضور

کو نہ دیکھا۔ پھر حجروں میں تلاش کیا۔ جب وہاں بھی نہ ملے۔ تب مزار انور پہ حاضر ہوئے اور رو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! حلب سے غلام کو یہ فرماکر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ تب حضور پردہ میں چھپ گئے۔ یہ کہہ کر آپ بے ہوش ہو کر قبر انور کے پاس گر گئے۔ بہت دیر میں جب آپ کو ہوش آیا تو لوگ قبر انور سے اٹھا کر باہر لائے۔ اس عرصہ میں بلال کے آنے کا سارے مدینہ میں غل ہوا کہ آج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بلال آئے ہیں۔ سب نے مل کر بلال سے درخواست کی کہ اللہ کے لیے ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے۔ بلال فرمانے لگے۔ دوستو! یہ بات میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ میں جب حضور کی اس دنیوی زندگی میں اذان کہا کرتا تھا تو جس وقت اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ" کہتا تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سامنے آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا۔ اب بتاؤ کہ کیسے دیکھوں گا؟ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو! ہر چند لوگوں نے اصرار کیا۔ مگر حضرت بلال نے انکار ہی کیا۔ بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ بلال کسی کا کہنا نہ مانیں گے تم کسی کو بھیج کر حضرت حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو بلا لو۔ اگر وہ آن کر بلال سے اذان کی فرمائش کریں گے، تو بلال ضرور مان جائیں گے۔ کیونکہ حضور کے اہل بیت سے بلال کو عشق ہے۔ یہ سن کر ایک صاحب جا کر حضرت حسن وحسین کو بلا لائے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

نے آکر بلال کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بلال ! آج ہمیں بھی وہی اذان سنادو جو ہمارے نانا جان کو سنایا کرتے تھے۔ حضرت بلال نے امام حسین کو گود میں اٹھا کر کہا۔ تم میرے محبوب کے کلیجے کے ٹکڑے ہو۔ نبی کے باغ کے پھول ہو جو کچھ تم کہو گے، منظور کروں گا۔ تمہیں رنجیدہ نہ کروں گا کہ اس طرح حضور کو مزار میں رنج پہنچے گا۔ اور پھر فرمایا: حسین مجھے لے چلو جہاں کہو گے اذان کہہ دوں گا۔ حضرت حسین نے حضرت بلال کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو مسجد کی چھت پر کھڑا کر دیا۔ بلال نے اذان کہنا شروع کی۔ اللہ اکبر! مدینہ منورہ میں یہ وقت عجب غم اور صدمہ کا وقت تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو وصال فرمائے ہوئے ایک زمانہ ہوا تھا۔ آج مہینوں کے بعد اذان بلال کی آواز سن کر حضور کی دنیوی حیات مبارکہ کا سماں بندھ گیا۔ بلال کی آواز سن کر مدینہ منورہ کے بازار گلی کوچوں سے لوگ آن کر مسجد میں جمع ہوئے۔ ہر ایک شخص گھر سے نکل آیا۔ پردہ والی عورتیں پردہ سے باہر آگئیں۔ اپنے بچوں کو ساتھ لائیں۔ جب وقت بلال نے اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللّٰہ منہ سے نکالا۔ ہزار ہا چیخیں ایک دم نکلیں۔ اس وقت رونے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا عورتیں روتی ہیں۔ ننھے ننھے بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ تم بتاؤ کہ بلال مؤذن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو آگئے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کب تشریف لائیں گے؟ حضرت بلال نے جب اشھدان محمداً رسول اللہ منہ سے نکالا اور حضور کو آنکھوں سے نہ دیکھا تو حضور کے غم ہجر میں بے ہوش

ہوکر گر گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آکر اُٹھے اور روتے ہوئے ملک شام واپس چلے گئے۔ (مدارج النبوۃ صفحہ ۲۳۶ ج ۲)

سبق: حضور صلے اللہ علیہ وسلم وصال شریف کے بعد زندہ ہیں اور اپنے چاہنے والوں کو شرف زیارت سے مشرف فرماتے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہر چھوٹے بڑے مرد و عورت کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سننے کے بعد سب بے چین رہتے تھے اور صحابہ کے دِل میں اہلِ بیت کی بڑی محبت تھی۔

حکایت نمبر ۲۰۲

اسلام کا جھنڈا

جنگِ اُحد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا۔ کافروں نے اس اسلامی جھنڈے کو سرنگوں کرنے کے لیے حضرت مصعب بن عمیر پر حملہ کر دیا۔ حضرت جھنڈے کو اٹھائے ہوئے ان سے لڑنے لگے۔ ابن قمیہ ایک مشرک نے یکایک آپ کے ہاتھ پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ آپ کا داہنا ہاتھ کٹ کر الگ جا پڑا۔ مگر واہ رے بہادر و شیدائے حق! کہ دوسرے ہاتھ میں جھنڈا لے لیا اور اسے

سرنگوں نہ ہونے دیا۔ مشرکین نے اس جھنڈے کو سرنگوں کرنے کے لیے اور بھی شدت سے حملے شروع کر دیئے اور قریب پہنچ کر جھنڈا ہاتھ سے چھین لینے کی کوشش کرتے رہے مگر آپ انہیں اپنے نزدیک تک نہ آنے دیتے اور یہ سب کچھ ایک ہی ہاتھ سے کرتے رہے لیکن تابہ کے! آخر آپ کا دوسرا ہاتھ بھی کٹ کر گر پڑا اور صداقت کے اس پروانے نے دوسرا ہاتھ بھی کٹتے ہی کٹے ہوئے ہاتھوں سے جھنڈے کو سینے سے چمٹا لیا اور جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ مشرکین نے جب دیکھا کہ دونوں ہاتھ کٹ جانے پر بھی جھنڈا نہیں گرا تو ابن قیمہ نے طیش میں آکر تلوار پھینک دی اور ذرا فاصلہ سے ایک ایسا تیر مارا کہ سینہ میں پیوست ہو گیا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام کی عزت کو سینہ سے چمٹائے ہوئے جنت کو سدھارے۔

لڑائی کے خاتمہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب کی لاش کے قریب آئے اور ان کے نورانی چہرے کو دیکھ کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔

مومنوں میں ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے اس عہد کو پورا کیا۔ جو انہوں نے اپنے خدا سے باندھا تھا"

پھر شہید حق کی لاش کو مخاطب فرما کر فرمایا:

"میں نے تم کو مکہ میں دیکھا ہے۔ جہاں تم سے زیادہ خوبصورت اور خوش لباس کوئی نہ تھا یہ آج کیا ہوا کہ تمہارے چہرے پر گرد پڑی

ہے بال الجھے ہوئے ہیں۔ بے شک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم شہداء، قیامت کے روز اللہ کے حضور میں ہوگے۔ (تاریخ اسلام ص ۶۸)

مسبق: صحابہ کرام نے آخر دم تک اسلام کی مدد کی ہے اور انہیں پاک لوگوں کی جرأت و شجاعت سے اسلام کے ڈنکے بجنے لگے اور ان پاک لوگوں کو اللہ کے حضور ایک خاص مقام حاصل ہے۔

حکایت نمبر ۲۰۳

اللہ کی تلوار

جنگِ موتہ میں شاہِ روم ہرقل کی فوج ایک لاکھ تھی اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر مجاہدین میں حسبِ ذیل تقریر فرمائی:۔

مسلمانو! شہادت ہی کے ذوق میں ہم گھر سے نکلے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مقابلے میں بہت زیادہ فوج ہے۔ لیکن ہم جمعیت کے لحاظ سے دشمن کے ساتھ نہیں لڑتے، بلکہ ہمارا لشکر اور ہماری قوت اسلام ہے اللہ تعالیٰ نے اسی اسلام کی بدولت ہی ہمیں آج تک فتح مند کیا ہے۔ غازیو! اٹھو اور اللہ کا نام لے کر کفر کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاؤ۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ ہمت افزا تقریر سن کر سب جانثاران اسلام نے یک زبان ہو کر کہا۔ بیشک آپ سچ کہتے ہیں اور سب مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زید بن حارث کے ہاتھ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔ آپ بڑے جوش و خروش اور شجاعت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ مخالفین کے لشکر میں جا گھسے اور شہید ہو گئے۔ آپ کے شہید ہوتے ہی جھنڈا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تھام لیا اور رجز خوانی کرتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کا صفایا کرنے لگے۔ جب ان کا گھوڑا زخمی ہو گیا تو پھر بھی پاپیادہ لڑنے لگے اور دشمنوں نے جب ہر طرف سے وار کرنا شروع کر دیا تو پہلے ان کا ایک بازو کٹ گیا، لیکن آپ نے دوسرے بازو سے جھنڈا تھام لیا۔ اور اسی طرح لڑتے رہے اور جب دشمنوں نے دوسرا بازو بھی جدا کر دیا تب آپ نے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ کر علم اسلام کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ لیکن علم کو گرنے نہ دیا۔ آخر اسی حالت میں آپ نے شہادت پائی۔

ان کے بعد علم اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اٹھایا اور گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ جنگ میں شریک ہوئے اور خوب لڑے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد مسلمان پریشان ہونے لگے۔ مگر ثابت بن ارقم انصار رضی اللہ عنہ نے علم اسلام ہاتھ میں لے کر کہا: مسلمانو!

اب تم حضرت خالد بن ولید کو اپنا سردار مقرر کر کے جہاد شروع رکھو۔ چنانچہ سب نے اس بات پر اتفاق کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کو للکار کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سیادت میں مسلمانوں کا کچھ ایسے زور سے حملہ ہوا کہ کفار کے حوصلے پست ہونے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سب سے پیش پیش تھے اور جس کافر پر بھی آپ کی تلوار کا وار پڑتا۔ وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو جاتا اور یہاں تک آپ لڑے کہ آپ کی نو تلواریں لڑتے لڑتے ٹوٹ گئیں۔ ہر تلوار کے ٹوٹتے ہی وہ دوسری تلوار لے کر دشمنوں پر شیر کی طرح جھپٹتے تھے۔ حضرت خالد کی اس شجاعت کا دشمنوں پر ایسا رعب چھایا کہ ان کے پاؤں ڈگمگانے لگے۔ چونکہ رات ہو چکی تھی۔ اس لیے دونوں لشکروں میں لڑائی بند ہو گئی۔ صبح کو جب مقابلے کے لیے پھر دونوں لشکر صف آرا ہوئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کو جو گذشتہ دن پیچھے تھے آگے کر دیا اور اگلی صفوں کو پیچھے کر دیا اس صف آرائی سے دشمن کو یہ یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی نئی کمک آگئی ہے۔ ساتھ ہی اس کے حضرت خالد نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھ اگلی صفوں کے مسلمانوں نے بھی تازہ جوش دکھایا تو دشمنوں نے منہ پھیر لیا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مصلحت وقت سے ان کا تعاقب نہ کیا اور جو مال غنیمت ہاتھ آیا، لے کر باقی مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ شریف کو لوٹ آئے۔ (تاریخ اسلام صـ۲۳۰)

سبق : حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بڑے جری اور بہادر صحابی تھے۔ اور بارگاہِ نبوت سے آپ کو اللہ کی تلواروں میں ایک تلوار کا لقب مل چکا تھا۔ اور مسلمان اپنے اسلام کے بل بوتے پر اپنی قلت کی پرواہ کیے بغیر لاکھوں کی تعداد میں دشمن کا مقابلہ کرنے سے نہیں گھبراتا اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔

حکایت نمبر ۴۰

مقوقس کے دربار میں

شاہِ مصر مقوقس کی خواہش پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مقوقس کے پاس دس آدمیوں کا ایک وفد بھیجا۔ جس کے رئیس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کا رنگ کالا تھا مقوقس نے ان کو دیکھا تو سہم گیا اور کہنے لگا کیا مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ کیا جنگ کریں گے ؟ مقوقس کی باتیں سن کر حضرت عبادہ نے یوں تقریر شروع فرمائی :

"میں نے تمہاری باتیں سنیں، اب ان کا جواب سنو۔ جن آدمیوں کے پاس سے میں آیا ہوں۔ ان میں ایک ہزار کالے آدمی اور بھی موجود ہیں۔ جن کا رنگ مجھ سے بھی کالا ہے اور

صورت مجھ سے زیادہ مہیب اور جلالی اگر تم ان کو دیکھو تو تمہارا کیا حال ہو؟ سنو! میں اگرچہ بوڑھا ہوں اور میرا شباب رخصت ہو چکا ہے۔ لیکن الحمد للہ! کہ سو آدمیوں سے تنہا بھی نہیں ڈرتا۔ یہی حال میرے اور ساتھیوں کا ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ہمارا اصلی مقصود خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور اس کی رضا جوئی ہے ہم ملک گیری یا کسی دنیوی لالچ کے لیے جنگ نہیں کرتے۔ خدا نے ہمارے لیے مالِ غنیمت حلال کیا ہے۔ ہمیں دنیوی تموّل کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارے پاس لاکھوں درہم ہوں یا صرف ایک، دونوں حالتیں ہمارے لیے برابر ہیں۔ ہمارے لیے دنیوی نعمتیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ ہماری اصلی نعمت اخروی راحت ہے۔ ہمارے برگزیدہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم مالِ دنیا سے صرف اسی قدر لیں۔ جس سے بھوک رک سکے اور ستر چھپ سکے۔

متوقس نے یہ تقریر سنی تو کہا جو کچھ تم نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق کہا۔ میں نے سن لیا بیشک تم اپنی خوبیوں کے باعث ہم لوگوں پر غالب آتے رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہ کر سکی۔ لیکن اس وقت تمہارا مقابلہ مجھ سے ہے اور یاد رکھو، مجھ سے تم ہرگز مقابلہ نہ کر سکو گے۔ کہ میں نے اس قدر فوج جمع کر لی ہے کہ تمہارا فتحیاب ہونا مشکل ہے پس تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ میں تم سے ہر ایک شخص کو دو دو دینار اور تمہارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار دیتا ہوں۔ تم یہ رقم لو۔ اور واپس چلے جاؤ۔

حضرت عبادہ اس کی یہ باتیں سنتے رہے، اور فرمایا۔

"تم اور تمہارے ساتھی دھوکہ میں نہ رہیں تم ہمیں رومیوں کے ٹڈی دل لشکر سے ڈراتے ہو۔ مجھے قسم ہے خدا کی! کہ ہمیں اس کی رتی بھر پرواہ نہیں۔ بلکہ تمھاری اس گفتگو نے ہمارے جذبۂ جہاد کو اور بھی ابھار دیا ہے۔ اب ہم ان دو برکتوں میں سے ایک برکت ضرور حاصل کر کے رہیں گے۔ ہم فتحیاب ہوئے تو مال غنیمت کثرت کے ساتھ ہاتھ آئے گا اور اگر تم غالب ہو گئے تو ہم شہید ہوں گے اور ہمارے ہاتھ دولت آخرت آئے گی۔ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو صبح و شام خدا سے شہادت کی دعا نہ مانگتا ہو۔"

آخر جنگ شروع ہو گئی اور وہی کچھ ہوا جو کچھ حضرت عبادہ نے فرمایا تھا یعنی خدا کی چنی ہوئی قوم مصر پر قابض ہو گئی اور مجاہدین نے جو کچھ کہا۔ وہ کر کے دکھا دیا۔ (تاریخ اسلام ص۵۳)

سبق: مسلمان کی جنگ صرف اعلاء کلمۃ الحق کے لیے ہوتی ہے، اور وہ کسی دنیوی لالچ کے لیے نہیں لڑتا۔ جس لڑائی میں خدا کی رضا مقصود ہو، وہ جہاد ہے اور اسی جذبے کی بدولت مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔

حکایت نمبر ۲۰۵

زہر کی پڑیا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیرِ کمان مسلمانوں کا لشکر مختلف ممالک میں فتوحات اسلامی کے ڈنکے بجا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت کے پرچم اڑا رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں شہر حیرہ کے باغی وطاغی کافروں کی شرارت و عہد شکنی کی خبر پاکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ کا رخ کیا۔ بہادرانِ اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اہلِ حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ میں بند ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب قلعوں کو چاروں طرف سے محصور کر لیا اور کئی ایک شب و روز تک قلعوں کو گھیرے رکھا اور لڑائی اس لیے نہ چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہِ راست پر آجائیں۔ لیکن جب ان کی طرف سے کوئی ایسی تحریک نہ دیکھی۔ تو حضرت خالد نے حملہ کرکے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے دیروں اور کنسیوں پر قبضہ کر لیا۔

قبضہ کر لینے کے بعد عمرو بن عبد المسیح جو کہ نہایت بوڑھا پیر فانی تھا۔ اپنے قلعہ سے نکل آیا۔ مسلمانوں نے اسے حضرت خالد کے سامنے پیش کیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عمرو بن المسیح کی طرف توجہ فرمائی۔

اور دریافت کیا۔ تمھاری عمر کتنی ہے؟ عمرو نے کہا "سینکڑوں برس" بوڑھے کے ہمراہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا نکلی۔ اس پر حضرت خالد نے پوچھا اسے ساتھ کیوں لاتے ہو؟ اس نے کہا، اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا، تو میں اسے کھا کر مر جاؤں اور اپنی قوم کی ذلت و تباہی نہ دیکھوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پڑیا سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس سے کہا! "بے موت کوئی نہیں مرتا" اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَآءٌ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ کلمات ادا کر کے وہ زہر پھانک لیا۔ اس بوڑھے کافر نے یہ اعتقاد اور خدا پر اعتماد کا منظر دیکھا، تو ششدر رہ گیا، اور وہ تمام لوگ بھی حیران رہ گئے۔ جو قلعوں سے نکل آئے تھے اور عمرو بن المسیح کی زبان سے تو یہ کلمہ بے اختیار نکل گیا کہ:

"جب تک تمھاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے۔ تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے"۔

(تاریخ اسلام ص ۳۷۶ ج ۲ و مثلہ فی حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۶۷)

سبق: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلام کے بہت بڑے بلند رتبہ جرنیل تھے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ ان پہ ناز رہے گا اور صحابہ کرام اپنے عزم و اعتقاد کی بدولت موت سے مطلق ہراساں نہ تھے اور اسی جذبے کی بدولت وہ حیاتِ جاودانی پا گئے۔

حکایت نمبر (۲۰۶)

مٹی کا ٹوکرا

جنگ قادسیہ کے دوران شاہِ ایران یزدگرد کی طرف سے اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ عرض کی گئی کہ آپ اپنے آدمیوں میں سے ایک وفد ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان میں سے اطمینان کے ساتھ گفتگو کر سکیں۔ چنانچہ یزدگرد کے دربار میں جانے کے لیے حضرت ربعی بن عامر نعمان بن مقرن اور مغیرہ بن زرارہ اور عاصم بن عمرو وغیرہ رضی اللہ عنہم تیار ہوئے۔ ادھر ایرانیوں نے اپنا رعب و داب دکھانے کے لیے دربار یزدگرد کو خوب آراستہ کیا۔ قیمتی فرش قالین اور زرکار مسندیں بچھائیں گئیں۔ زرکار تکیے لگائے گئے اور سونے کے تخت پہ یزدگرد خود بیٹھا۔ جب اسلامی وفد آیا تو عجب شانِ بے نیازی سے آیا۔ حضرت ربعی اس شان سے گھوڑے پر سوار دربار

میں داخل ہوئے کہ سادہ سی ایک تلوار اور رسی سے باندھا ہوا ایک نیزہ لٹک رہا ہے۔ قیمتی فرشتیں سے قریب گھوڑا پہنچا تو درباریوں نے کہا۔ گھوڑے سے اتر پڑو۔ مگر آپ نے کچھ پرواہ نہ کی اور دربار کے قیمتی فرش پر گھوڑے کو لے گئے۔ پھر گھوڑے سے اترے اور دو بھاری زرکار تکیوں کو نیزے سے پھاڑ کر ان میں رسی ڈالی اور گھوڑے کو باندھ دیا۔ ایرانیوں نے یہ سب کچھ دیکھا، لیکن وہ بلائے ہوئے آئے تھے، اس لیے چپ رہے۔ پھر آپ نیزہ فرش پر گاڑتے آگے بڑھے اور آہستہ آہستہ قدم رکھتے چلے گئے ان کی اس آہستہ خرامی اور پھر نیزہ نے تمام قیمتی اسباب اور فرش کو خراب کردیا اور جگہ جگہ نیزہ سے فرش پر سوراخ کردیئے اور پھر یزدگرد کے قریب پہنچ کر آپ نے نیزہ زمین پہ گاڑ دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے کہا زمین پر کیوں بیٹھ گئے۔ فرمایا، ہم زیب و زینت کو پسند نہیں کرتے اور نہ ان تکلفات سے ہمیں کچھ رغبت ہے اسی طرح حضرت نعمان اور مغیرہ و عاصم بھی آگے بڑھے اور یزدگرد نے دریافت کیا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ نعمان بن مقرن نے فرمایا۔

"خدا تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا، اور ہماری رہنمائی کے لیے ایک رسول بھیجا۔ جس نے ہمیں نیک کاموں کا حکم دیا اور بُرے کاموں سے روکا اور ہم سے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم اس کے احکام کو مانیں گے، تو دین و دنیا کی بھلائی ہم کو نصیب ہوگی اور ہمارے رسول نے ہمیں یہ بھی

حکم دیا ہے کہ ہم ہر قوم کو عدل و انصاف کی دعوت دیں اور اسلام کی طرف بلائیں۔ چنانچہ ہم آپ کو بھی عدل و انصاف اور اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمارا دین بہترین دین ہے۔ اگر تم ہمارا دین قبول کر لو تو بہتر۔ ورنہ پھر دو باتوں میں سے ایک بات منظور کرو۔ یا جزیہ دو۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو پھر جنگ کرو اگر تم ہمارا دین قبول کر لو گے۔ تو ہم تمھارے پاس خدا کی کتاب کو چھوڑ جائیں گے۔ تم کتاب الٰہی پر قائم رہنا اور اس کے احکام کے موافق حکومت کرنا اور اس کے بعد ہم چلے جائیں گے اور تمھارے ملک سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ تم جانو اور تمھارا ملک۔

جزیہ منظور کرو۔ تو یہ بھی ہمیں منظور ہے۔ اس صورت میں ہم دشمنوں سے تمھیں بچائیں گے اور کوئی نقصان تم کو نہ پہنچائیں گے اور یہ تمام باتیں اگر تمھیں منظور نہ ہوں تو پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔

یزدگرد نے اس کے جواب میں کہا۔ میں جانتا ہوں۔ تمھاری قوم انتہائی درجہ کی ذلیل اور بدبخت تھی۔ تم اپنی حد سے نہ بڑھو اور فارس پر قبضہ کی طمع دل و دماغ سے نکال دو۔ ہمارے مقابلے میں تمھیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اگر اپنے افلاس سے مجبور ہو کر تم نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے تو میں تمھاری مدد کے لیے تیار ہوں۔ تم لوگوں کو ہم زمینیں دیں گے تمھارے سرداروں کی عزت کریں گے۔ تمھارے کپڑے بنا دیں گے اور جو مانگو گے دیں گے۔"

..یزدگرد کی یہ تقریر سن کر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بولے :-

"بادشاہ! یہ لوگ عرب کے سردار اور شرفاء میں سے ہیں اور شرفاء کی عزت کو جانتے ہیں۔ ان حضرات کو جس خدمت پر مامور کیا گیا ہے اس کو انہوں نے پورے طور پر ابھی تمہارے سامنے پیش نہیں کیا اور آپ نے جو باتیں جواب میں کہی ہیں۔ وہ باتیں ان کا جواب نہیں ہو سکتیں۔ آپ مجھ سے گفتگو کیجئے۔ میں آپ کا پیام سردار سپاہ کو پہنچا دوں گا۔ آپ نے ہماری سقیم حالت کی نسبت جو کچھ فرمایا، بالکل درست ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہماری حالت اس سے بھی زیادہ بدتر تھی۔ لیکن نعمان بن مقرن کے قول کے مطابق خدا نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری اصلاح کے لئے اپنا نبی ہم میں بھیجا۔ جس نے ہم کو انسان بنا دیا اور عزت و شرافت کے بلند ترین مقام پر بٹھا دیا لہٰذا اے بادشاہ! نعمان بن مقرن کی باتوں کو حقارت سے نہ دیکھو اور بہتر یہی ہے کہ اسلام لے آؤ اور اپنے آپ کو بچا لو۔"

یزدگرد نے جواب دیا کہ اگر "قاصدوں کا قتل ناروا نہ ہوتا۔ تو میں تم سب کو قتل کرا دیتا۔ تم لوگ فوراً واپس چلے جاؤ۔ تمہاری باتوں کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ اس کے بعد مغرور یزدگرد نے مٹی کا ایک ٹوکرا منگوایا اور حکم دیا کہ ان لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ شریف ہو یہ مٹی سے بھرا ہوا ٹوکرا اس کے سر پر رکھ دو اور اس کو مدائن سے باہر نکال دو۔ چنانچہ وہ مٹی کا ٹوکرا

بڑھ کر حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سر پہ اٹھا لیا اور بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اس مسرت کو دیکھ کر یزدگرد حیران ہوا تو حضرت عاصم کا جواب یہ تھا۔ جسے ہیں رلبشیرا نے ان شعروں میں بیان کیا ہے۔ حضرت عاصم نے فرمایا ؎

تیری نظروں میں تو یہ تحقیر کی اک چال ہے
پر مسلمانوں کے حق میں یہ مبارک فال ہے
جانتا ہوں میں ہی اس اللہ کے انعام کو
تو نے خود اپنی زمین دے ڈالی ہے اسلام کو

یہ کہا۔ اور مجاہدین اس دربار سے نکل آئے۔

اسلامی وفد کی واپسی کے بعد یزدگرد اور اس کے ہم نشینوں کو مسلمانوں کی جرأت و بے باکی کا احساس ہوا اور یزدگرد بولا کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور کامیابی حاصل کریں گے لیکن عاصم بڑا بے وقوف ہے کہ مٹی کا ٹوکرا پاکر خوش ہو گیا۔ ایرانی سردار، رستم بولا: بادشاہ! جس کو آپ بے وقوف کہہ رہے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ عقلمند اور سمجھ دار ہے۔ اس نے مٹی کے اس ٹوکرے سے نیک فال لی ہے اور اب خیر نہیں ہے۔ یزدگرد یہ سن کر غضبناک ہوا اور پریشانی کے عالم میں باہر آیا اور اسلامی وفد کے پیچھے سواروں کی ایک جماعت روانہ کی اور کہا کہ اگر تم مسلمانوں کے وفد کو راستے میں پکڑ لو گے تو ہم ملک کو بچا سکیں گے اور اگر وفد کو تم نہ پا سکے تو تمھارا ملک سمجھو ہاتھوں سے گیا۔ کیونکہ وہ وفد ہمارے ملک کی کنجی سر پر اٹھائے لئے جا رہا ہے۔ چنانچہ سواروں کی ایک جماعت نے مجاہدین کا پیچھا کیا۔ لیکن ناکام واپس آئی اور

رستم نے کہا کہ مسلمان ہماری زمین کو حیرت انگیز طریقے پر لے گئے اور ہم کو خبر بھی نہ ہوئی۔ رستم چونکہ منجم اور کاہن تھا۔ اس لئے اس نے نجوم کے طریقے سے معلوم کرلیا کہ مٹی کا ٹوکرا لے جانا یہ معنے رکھتا ہے کہ عرب نے سرزمین فارس پہ قبضہ کرلیا۔"

سبق: مسلمان اپنے اللہ اور اس کے رسول کا سچا مطیع اور فرماں بردار ہوتا ہے اور دنیوی جاہ و حشمت کا اس کی نظروں میں کچھ وقار نہیں ہوتا۔ اور وہ اپنی صداقت و شجاعت کے بل بوتے پر بڑی سے بڑی طاقت کو بھی نظروں میں نہیں لاتا اور تبلیغ حق کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کی بہر نوع مدد فرماتا ہے اور دشمن باوجود دنیاوی جاہ و حشمت اور اپنی کثرت کے سچے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس حقیقت کو آشکارا کرکے دکھادیا۔

حکایت نمبر ۲۰۷

سفرِ تبوک

ایک قافلہ جو شام سے آیا، حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ حضور! قیصر روم مسلمانوں سے جنگ موتہ میں شکست کا بدلہ لینے کو اپنی فوجوں کو تیار کر رہا ہے۔ تاکہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کردے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرواہ نہیں!

قافلہ: یارسول اللہ! قیصر روم کو ناز ہے کہ وہ تقریباً نصف دنیا پر حکمران ہے اور اس کا یہ خیال ہے کہ یہ مٹھی بھر مسلمان اس کے سامنے کچھ بھی نہیں اور وہ دو لاکھ کی فوجی جمعیت سے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہ کرام کی طرف توجہ فرماتے ہوئے) کیا رائے ہے تم لوگوں کی؟

صحابہ کرام کا جواب یہ تھا۔ کہ ؎

ہے جس کا خدا حافظ کیا اس کو خطر کوئی

انسان کی کیا طاقت پہنچائے مضر کوئی!

ہم اپنے آقا کے ساتھ ہیں۔ آپ مختار ہیں جو چاہیں فرمائیں، ہم ہر طرح تیار ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: اچھا تو سنو! میرا ارادہ ہے کہ حملہ آور افواج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے تاکہ اندرون ملک کوئی خلل واقع نہ ہو۔

صحابہ کرام: ؎ "سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: خوب سوچ لو۔ یہ سفر دور دراز کا ہے۔ عرب کی مشہور گرمی اپنے شباب پر ہے۔ مدینے میں میوے پک گئے ہیں اور یہ دن میوے کھانے، سایہ میں بیٹھنے اور آرام کرنے کے ہیں۔

صحابہ کرام: یا رسول اللہ! آپ کی مرضی پر یہ تو کیا دنیا کی ہر نعمت قربان ہے اور ہر راحت نچھاور کہ یہی اپنا ایمان ہے ؎

ہے سنتِ اربابِ وفا صبر و توکل ہے
چھوڑیں گے نہ ہم ہاتھ سے دامانِ رضا کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: اچھا تو میں تیاری سامان کے لیے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ رضاءِ الٰہی کے طالب بولیں وہ کیا دیتے ہیں؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: میرے آقا! یہ آپ کا غلام نو سو اونٹ، ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار حضور کے حکم پر قربان کرتا ہے کہ ؎

دولت سے نہ جنت سے نہ کچھ حور سے مطلب
ان آنکھوں کو ہے بس رُخِ پرنور سے مطلب

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ: اور حضور! یہ غلام آپ کا چالیس ہزار درہم حاضر کرتا ہے کہ ؎

نہ عیش اور عشرت نہ زر چاہیئے ۔ ہمیں آپ کی اک نظر چاہیئے

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ (ایک غریب صحابی) میری یہ نذرِ حقیر دو سیر چھوہارے قبول فرمائیے۔ حضور! رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچوں کے لیے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: جزاک اللہ! ہم تمہارے اس جذبۂ وایثار کی قدر کرتے ہیں۔ جاؤ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی سامان کے ڈھیر کے اوپر بکھیر دو۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (دل ہی دل میں): دیکھ اے دل! محبوب نے آج ایثار کا حکم فرما کر اپنے غلاموں کو اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا موقعہ مرحمت فرمایا ہے، اور دیکھ غلامانِ حضور کس طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں اور تو جانتا ہے کہ میدانِ عشقِ رسول میں ابوبکر صدیق ان سب سے ہمیشہ پیش پیش ہے۔ اس کے دل میں جذبۂ حبِ رسول سب سے بیش ہے۔ جب بھی کوئی موقع آیا، صدیق کو آگے ہی پایا۔ لے آج موقعہ آیا ہے۔ ابھی تک صدیق نہیں آئے اور تاحال اس کارِ خیر میں اپنا کوئی حصہ نہیں لاتے تو ہمت کر اور آج اس میدان میں اتنا دوڑ کہ صدیق کو بھی پیچھے چھوڑ دے (دل سے اس خطاب کے بعد) حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ گھر پہنچے اور اپنے سارے اثاث البیت نقد وجنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ کا تھا، بارگاہِ رسول میں لے آئے۔ ایثارِ فاروق کی یہ شان کہ اپنے گھر کی ساری پونجی نقد وجنس کا نصف دربار پر لے آئے۔ دیکھ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے رُخِ پرنور پہ مسرت کے آثار نظر آنے لگے اور فاروق اپنے محبوب کی اس مسرت پہ پھولے نہ سماتے تھے کہ ؎

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا ٭ شاہد ہے جس کی مہر و وفا پہ حرا کا غار

چمنِ رسالت کا بلبلِ زار محب و محبوب احمد مختار، یارِ غار و جانثار صدیقِ اکبر بھی آ گیا اور اس شان سے آیا کہ سارا اثاث البیت نقد و جنس، جس قدر بھی تھا۔ سو فیصدی گھر کا سارے کا سارا سامان اور اپنی کل پونجی دربارِ رسالت میں نچھاور کرنے کو ساتھ لے آیا اور آتے ہی سب کچھ یار کے قدموں میں ڈال دیا۔

یہ منظر دیکھ کر فاروق بھی حیران رہ گئے اور دل سے کہا: لو آج بھی میدان صدیق کے ہی ہاتھ رہا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بکمالِ الفت و پیار اپنے یارِ غار سے فرمایا کہ اے مردِ دیں! تم سبھی کچھ یہاں لے آئے گھر بھی کچھ چھوڑ کر آئے یا نہیں یارِ غار نے جواب دیا ؎

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس!
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس!

اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہر صحابی نے فراخدلی و ایثار سے کام لیا اور اللہ کا نبی اِن اللہ والوں کی تین ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: ہمارے پاس سواریوں اور رسد کی کمی ہے۔ اس کا کچھ خیال نہ کرنا۔

صحابہ کرام: حضور! ہمیں اس کا کچھ خیال نہیں۔ ہمیں تو رضائے حق مطلوب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم: میں ہر اٹھارہ شخصوں کے لیے ایک اونٹ

مقرر کرتا ہوں اور کھانے پینے کے لیے۔

صحابہ کرام: حضور! آپ اس کی فکر نہ فرمائیں۔ ہم خدا کی راہ میں درختوں کے پتے بھی کھا کر اس راہ سے منہ نہ موڑیں گے، پیاس لگی تو اونٹوں کو (اگرچہ سواری کے لئے پہلے ہی کم ہیں) ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی پی لیں گے اور یا پھر روزہ رکھیں گے یا رسول اللہ

ع تو سلامت ہے تو سب ہیچ ہیں یہ رنج والم

پھر اس سفر میں صحابہ کرام کو واقعی درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج گئے چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور زخم بھی ہو گئے مگر کیا مجال کہ قدم آگے بڑھنے سے رک جائے۔ بالآخر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسی عالم میں اپنے تیس ہزار جاں نثاروں سمیت سرحدِ شام کے ایک مقام میں پہنچ گئے اور ایک ماہ وہیں قیام فرمایا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس دلیرانہ اقدام کا اثر قیصر روم پر یہ ہوا کہ وہ حضور کے تیس ہزار مجاہدین سمیت تبوک میں پہنچ جانے کا سن کر حیران رہ گیا اور اپنے مصاحبوں سے یوں گویا ہوا، کہ:

قیصر روم: یہ مسلمان بھی عجب دل گردے کے آدمی ہیں کہ میرے ارادہ کی خبر پاتے ہی مدافعت کے لیے تبوک پہنچ گئے۔

مصاحب: بات یہ ہے کہ ان کے پیغمبر نے ان میں کچھ عجیب جذبہ بھر دیا ہے اور انھیں کچھ ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ یہ اللہ کی راہ میں لڑنے کو جہاد تصور کرتے ہیں اور اسی جذبہ کے ماتحت خوب لڑتے مارتے اور مرتے ہیں

ان کے خیال میں کافر کو مارنے والا غازی اور کافر سے مر جانے والا شہید ہے انہیں کھانے پینے کو نہ ملے تو روزہ رکھ لیتے ہیں۔ مل جائے تو کہتے ہیں عید ہے اور پھر ان کا پیغمبر ان کے ساتھ ساتھ ہو تو یہ اور بھی زیادہ جذبے اور ہمت سے لڑتے ہیں اور اپنے پیغمبر کے قدموں میں مر جانے کو سعادت خیال کرتے ہیں۔

قیصر روم: تو پھر یہ بہتر ہے کہ فی الحال مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ ملتوی کر دیا جائے۔ مسلمانوں کا پیغمبر جب وفات پا جائے تو پھر حملہ کیا جائے۔

اعلان کر دو کہ مدینہ پر حملہ ہم ملتوی کرتے ہیں۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ معلوم کر کے کہ قیصر روم اپنے ارادہ سے باز آ گیا ہے واپسی کا حکم فرمایا، اور یہ اللہ والوں کا مقدس لشکر اپنے آقا سمیت ایک ماہ کے بعد مدینہ منورہ واپس پہنچ گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص۳۱ وروح البیان ج ۱ ص۹۲، بتصرف مرتب)

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی ہر دنیوی راحت کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر قربان کر دیا تھا اور وہ اخروی راحت ہی کے جویاں رہے اور اللہ کی راہ میں انہوں نے ہر مصیبت کو برداشت فرما کر بتا دیا کہ سچے مسلمان اللہ کی راہ میں قربان ہو جانے ہی کو سعادت سمجھتے ہیں اور ان کے مضبوط ارادوں کے سامنے دنیا کا کوئی رشتہ حائل نہیں ہو سکتا۔ اور صحابہ کرام کی اسی نیک نیتی اور سچے جذبے کی بدولت دشمن ان سے ہمیشہ مرعوب رہے اور وہ اپنی قلت کے باوجود کثرتوں پہ

غالب آتے رہے ۔آج بھی ہماری ترقی و کامیابی کا یہی ذریعہ ہے کہ ہمارے سامنے ان اللہ والوں کا طور طریقہ رہے ۔

حکایت نمبر ۲۰۰

اسلامی فوج

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کا لشکر فتح بیت المقدس کے لیے کوشاں و ساعی تھا کہ وہاں کے علماء و احبار کی خواہش کے مطابق حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خود بنفسِ نفیس مدینہ منورہ سے محاذِ جنگ پر تشریف لائے ۔ بیت المقدس کے علماء و احبار نے جو خود تو اگرچہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر نورِ الٰہی اور حقیقت کے آثار نمایاں دیکھ کر دل سے ان کے قائل ہو چکے تھے ۔ مگر اپنی قوم کو مسلمانوں کے بلند اخلاق کا قائل کرنے کے لیے یہ بات پیش کی کہ ہم بیت المقدس کا بڑا بازار نہایت آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں ۔ اس بازار سے اسلامی فوج ایک مرتبہ گزر جائے ۔ اس طرف سے داخل ہو کر اس طرف نکل جائے ۔ چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور ان لوگوں نے شہر کا بازار خوب آراستہ کیا ، اور اس میں ہر قسم کی اشیاء مہیا کیں اور ہر ایک مکان پر ایک ایک خوبصورت حسینہ و جمیلہ عورت کو بٹھا دیا اور بازار کو مردوں سے بالکل خالی کر دیا اور عورتوں کو حکم دیا کہ اسلامی فوج بازار

میں داخل ہو تو وہ جس چیز کی خواہش کریں۔ ان کو بلا قیمت بے تامل دے دیں اور بے حجابانہ ملاطفت و ناز و ادا سے پیش آئیں اور ان کو اپنی طرف مائل کریں اور یہ سب انتظام مکمل ہو جانے کے بعد پھر مسلمانوں سے کہا گیا کہ اسلامی فوج کو اس بازار سے گزرنے کا حکم دیا جائے۔

ادھر اسلامی فوج بازار سے گزرنے کے لیے تیار ہوئی تو سپہ سالار نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم الخ

یعنی "مومنوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظریں پست رکھیں"

اس ایک ہی آیت کے سنانے نے یہ اثر دکھایا کہ اسلامی فوج بازار میں نظریں نیچی کئے ہوئے داخل ہوئی اور کسی ایک سپاہی نے بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا کہ یہاں کیا ہے اور کون ہے؟ اور وہ خدا کے خائف بندے اسلامی شان کے ساتھ ایک طرف سے دوسری طرف نکل گئے۔ اسلامی فوج کی اس عظیم بلندیٔ کردار کا یہ اثر ہوا کہ دشمن نے متفق ہو کر بلا جدال و قتال بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

(الفتوحات ص ۱۳۴)

سبق: مسلمان بڑا بلند اخلاق ہوتا ہے اور وہ خدا کے ارشادات کی مضبوط گرفت میں ہوتا ہے اور اس سے کبھی کوئی ناشائستہ حرکت صادر نہیں ہوتی اور مسلمانوں کی فتوحات زیادہ تر ان کی اسی اخلاقی تلوار کی رہین منت ہیں۔

حکایت نمبر ۲۰۹

نصرانی پہلوان

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب تخت خلافت پہ صدر نشین ہوئے تو آپ کی خلافت کا چرچا اور آپ کی شان وشوکت کی دھوم مشرق سے مغرب تک پہنچی۔ جس وقت بادشاہ ہرقل نے آپ کا ذکر سنا تو بڑا بے چین ہوا اور ایک نصرانی پہلوان کو انعام کا لالچ دے کر حضرت عمر کو شہید کر دینے کے لیے آمادہ کیا اور اس سے کہا کہ تو مدینے جا کر اگر عمر کو قتل کر آئے گا تو تجھے بہت سال مال و دولت دیا جائے گا۔ یہ حکم سن کر وہ نصرانی پہلوان مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو اسے پتہ چلا کہ مسلمانوں کا امیر عمر فاروق بیوہ اور یتیم بچوں کی زمین اور باغات وغیرہ کے ملاحظہ کے لیے باغ میں تشریف لے گیا ہے۔ یہ نصرانی پہلوان اس باغ میں پہنچا اور حضرت عمر کو دیکھ کر ایک گنجائش سے درخت پہ چڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد اتفاق سے حضرت عمر بھی اس درخت کے نیچے تشریف لائے اور زمین پہ بیٹھ کر ہاتھ کا تکیہ بنا کر لیٹے اور بغیر بچھونے، بغیر تکیہ سو گئے۔ آپ کو سوتا پا کر وہ نصرانی پہلوان درخت سے نیچے اترا اور بہت جلدی آپ کے قتل کا ارادہ کیا جس وقت تلوار اٹھائی۔ فوراً ایک شیر آپ کے پیروں کی طرف سے آیا۔ جس

کی صورت دیکھ کر وہ نصرانی پہلوان بے ہوش ہو کر زمین پر گرا اور وہ شیر چاروں طرف آپ کا پہرہ دینے اور آپ کے تلوے چاٹنے لگا۔ اس نصرانی کے گرنے سے حضرت عمر بیدار ہوئے۔ جب آپ کی آنکھ کھل گئی۔ شیر غائب ہوگیا۔ آپ نے اس نصرانی پہلوان سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ نصرانی بولا: جناب آپ کا رتبہ اللہ نے بڑا بلند کیا ہے۔ میں بیوقوف آپ کے شہید کرنے کے ارادہ سے یہاں تک آیا تھا۔ لیکن جب آپ سوئے تو جنگل سے شیر آپ کی حفاظت کے لیے آ گیا۔ یہ سنکر حضرت عمر نے چاروں طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہاں تو کوئی شیر نظر نہیں آتا۔ وہ شیر کدھر چلا گیا۔ اتنے میں ہاتف سے ایک آواز آئی "اے عمر تو ہمارے دین کی حفاظت کرتا ہے ہم تیرے دشمنوں سے تیری حفاظت کریں گے"۔

یہ غیبی آواز سن کر نصرانی پہلوان اور بھی حیران ہوا، اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیکر عرض کیا۔ حضرت! جنگل کے شیر آپ کا پہرہ دیتے ہیں اور آسمان کے فرشتے آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ پھر آپ کے ہاتھ پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر میں مسلمان کیوں نہ ہوں۔ یہ کہہ کر وہ نصرانی مسلمان ہوگیا۔ (اعلام واقدی و در منظور صہ ۲۴)

سبق: حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی بلند شان ہے کہ جنگل کے شیر بھی آپ کے پابوس ہوتے ہیں اور حضرت عمر دین کے سچے علمبردار تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نظر رحمت آپ پر تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے پیر چومنا شیروں کا کام ہے۔

حکایت نمبر ۲۱

جنگل کا شیر

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی جن کا نام سفینہ تھا ایک دفعہ ایک کشتی میں سوار ہوا، اتفاق سے کشتی ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ حضرت سفینہ ایک تختے پر بہتے ہوئے چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ تختہ ایک کنارے پر آلگا۔ حضرت سفینہ وہاں سے اترے تو ایک جنگل میں جہاں شیر اور درندے تھے جا پہنچے ایک شیر نے جب آپ کو دیکھا تو آپ پر حملہ کرنے کو دوڑا۔ حضرت سفینہ نے پکار کر کہا۔ خبردار! اے شیر! دیکھ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ یہ سنتے ہی شیر نے اپنا سر جھکا لیا، اور حضرت سفینہ کے پاس پہنچ کر اپنی دم ہلانے لگا اور اپنے اشارے سے حضرت سفینہ کو اپنے پیچھے لگا کر آپ کو ایک ایسے راستے پر لا کر کھڑا کر دیا۔ جس پر چل کر حضرت سفینہ صحیح سالم گھر پہنچ گئے۔

(حجۃ اللہ علے العالمین ص۸۶۳ اور مشکوٰۃ شریف ص۵۳۷)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کی وہ عظمت تھی کہ جنگل کے شیر بھی ان کے غلام تھے اور جو صحابہ کرام کے غلام ہیں۔ وہی دراصل شیر ہیں۔

حکایت نمبر ۲۱۱

شوہر یا بیٹا

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صبح کی نماز کے بعد اپنے خادم سے فرمایا کہ فلاں محلہ میں جا۔ اس محلہ میں ایک مسجد ہے۔ مسجد کے پہلو میں ایک گھر ہے۔ اس میں ایک عورت اور مرد بہت دیر سے لڑ رہے ہیں۔ ان کو میرے پاس بلا لیا۔ آپ کا خادم اس پتہ پر پہنچا تو دیکھا کہ واقعی ایک مرد اور ایک عورت باہم تکرار کر رہے ہیں۔ غلام نے کہا۔ چلو تمہیں حضرت علی بلا رہے ہیں۔ یہ دونوں کے دونوں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا! آج ساری رات تمہیں لڑتے ہوئے گزری؟ مرد نے عرض کیا، حضور! میں نے اس عورت سے نکاح کیا تھا۔ مگر جس وقت یہ عورت میرے سامنے آئی، مجھے اس سے سخت نفرت پیدا ہوگئی۔ اگر مجھے طاقت ہوتی تو اسی وقت اس کو نکال دیتا۔ اس عورت نے مجھے متنفر دیکھ کر مجھ سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔ حضرت علی نے تمام حاضرین مجلس کو رخصت کر دیا۔ اور عورت سے یہ فرمایا: کہ جو بات ہم تم سے پوچھیں گے سچ سچ جواب دینا اے عورت تمہارا نام یہ ہے۔ تیرے باپ کا نام یہ ہے۔ عورت نے کہا کہ ٹھیک ہے فرمایا ایک رات تو اپنے گھر سے باہر نکلی تھی۔ تیرے چچا زاد بھائی نے تجھے پکڑ لیا، تو اپنے چچا زاد بھائی

سے حاملہ ہوئی۔ مدت تک تو اور تیری ماں نے اس حمل کو مخفی رکھا۔ جب تیرے درد شروع ہوا تو تیری والدہ تجھ کو کسی دوسری جگہ لے گئی۔ وہاں تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوا، تو نے اس بچے کو گٹھڑی میں لپیٹ کر اس مکان سے باہر جا کر رکھ دیا۔ اتفاق سے ایک کتا اس بچے کے پاس آیا۔ تیری ماں نے کتے کو پتھر مارا مگر وہ پتھر اس بچے کو جا لگا۔ بچے کا سر پھوٹ گیا۔ تیری ماں نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر بچے کا سر باندھا۔ پھر وہاں سے تم چلے گئے۔ اس کے بعد پھر تمہیں اس بچے کی کچھ خبر نہ رہی۔ کیا یہ واقعہ ٹھیک ہے؟ عورت نے حیران ہو کر کہا یا حضرت! بالکل ٹھیک ہے۔

اس کے بعد حضرت علی نے اس مرد سے کہا کہ اے مرد! تو اپنا سر کھول کر اسے دکھا دے۔ مرد نے سر کھولا تو اس زخم کا نشان موجود تھا۔ فرمایا کہ اے عورت یہ تیرا خاوند نہیں ہے بلکہ تیرا بیٹا ہے۔ حق تعالیٰ نے تجھے دوسری قسم کے حرام سے بچا لیا۔ اب تو اپنے بیٹے کو لے جا۔ (شواہد النبوۃ ۱۶۱)

سبق: حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کے غلاموں میں بھی علم اس قدر تھا کہ مدتوں پہلے کی چھپی ہوئی راز و بھید کی باتیں وہ جان جاتے تھے۔ پھر خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کیسے غیب رہ سکتی ہے۔

حکایت نمبر ۲۱۲

صہیب و عمار رضی اللہ عنہما

حضرت صہیب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما دونوں اسلام لانے

کی غرض سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوتے اور مکان کے دروازوں پر دونوں اتفاقیہ اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لاتے اور اسلام لانے کے بعد جو اس زمانے میں اس تھوڑی اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخر تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ اس لیے جب کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پا سکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لیے گئی۔ انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے۔ حضرت صہیب نے ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں۔ جب تک میرے پاس ایک بھی تیر باقی رہے گا۔ تم لوگ ہمارے نزدیک نہ آ سکو گے اور جب تیر ختم ہو گئے تو میں تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ یہاں تک کہ تلوار بھی نہ رہے اس وقت تم جو چاہے کرنا۔ اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلے میں میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور حضرت صہیب نے اپنے مال کا پتہ بتا کر اپنی جان چھڑائی اور پھر حضور کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضور اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے۔ ان کو دیکھ کر فرمایا کہ نفع کی تجارت

کی ۔ (اسد الغابہ و حکایات صحابہ ص۱۶)

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی جان و مال اور دنیا کی ہر چیز سے اسلام زیادہ پیارا تھا اور انہوں نے سب کچھ قربان کر کے اسلام کو اپنایا اور اس تجارت میں وہ سراسر نفع میں رہے۔

حکایت نمبر ۲۱۳

قلعہ زمین میں دھنس گیا

مسلمانوں کا لشکر شہر اسکندریہ پر حملہ آور تھا۔ اسکندریہ کا بادشاہ خود بھی اس جنگ میں موجود تھا اور بڑے زور شور سے لڑائی کا انتظام کر رہا تھا۔ کافر لوگ ایک بہت بڑے مضبوط قلعہ میں تھے اور مسلمان قلعہ کے سامنے میدان میں پڑے ہوئے تھے۔ بہت روز تک باہم جنگ ہوتی رہی مگر کفار بوجہ قلعہ کے مغلوب نہ ہوتے اور نہ انہیں کچھ نقصان پہنچا۔ ایک دن شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ صحابی نے کافروں سے یہ فرمایا کہ اے کافرو! ہمارے اندر اس وقت ایسے اللہ کے پیارے بندے بھی موجود ہیں کہ اگر اس قلعہ کی دیوار سے کہیں کہ زمین میں دھنس جاؤ تو فوراً یہ قلعہ زمین میں دھنس جائیگا یہ فرماکر آپ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب اٹھایا اور منہ سے نعرہ اللہ اکبر کا مارا اور ہاتھ سے قلعہ کی فصیل کو زمین میں دھنس جانے کا اشارہ کیا۔ فی الفور

سارا قلعہ جو بڑا مضبوط اور سنگین تھا۔ زمین میں اتر گیا اور سارے کافر جو قلعہ کے اندر تھے۔ آن کی آن میں ایک کھلے میدان میں کھڑے رہ گئے۔ اسکندریہ کے بادشاہ نے یہ واقعہ دیکھ کر ہوش اڑ گئے۔ شہر چھوڑ کر بادشاہ اور اس کی فوج سب بھاگ گئی اور شہر مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔

(تاریخ واقدی وسیرۃ الصالحین صـ۲۲)

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی اتباع کی بدولت کائنات پر تصرف حاصل تھا۔ وہ خدا کے ہو چکے تھے اور خدا ان کا حامی و ناصر تھا۔ آج ہم بھی خدا کے ہو جائیں تو ساری خدائی اپنی ہے۔

حکایت نمبر ۲۱

فسطاط کا قلعہ

اسلامی فوج نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سرداری میں جب ملک مصر کا رخ کیا تو چھوٹے چھوٹے علاقے فتح کرتے ہوئے فسطاط پہنچے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ بہت مضبوط تھا۔ مصری اپنی حفاظت کے خیال سے قلعہ بند ہو گئے۔ ادھر مسلمانوں کے پاس سامان رسد اور فوج بھی کم تھی، دوبارہ خلافت سے مدد کے طلب گار ہوئے۔ حضرت عمر نے دس

ہزار سپاہی اور چار افسر مدد کے لئے روانہ کئے اور یہ لکھ کر ایک خط بھی روانہ کیا کہ ان چار افسروں میں ہر ایک ایک ہزار سوار کے برابر ہے جب یہ مدد فسطاط پہنچ گئی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کے رتبہ کا خیال کر کے انھیں محاصرہ (گھیرنے) کرنے والی فوج کا حاکم بنا دیا۔ حضرت زبیر نے گھوڑے پر سوار ہو کر پہلے قلعہ کے چاروں طرف چکر لگایا اور جن جن جگہوں پر مناسب سمجھا، فوج کے دستے مقرر کر دیئے۔ اس طرح سے سات مہینے تک قلعہ کا محاصرہ رہا لیکن ہار جیت کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر ایک دن اکتا کر حضرت زبیر نے کہا آج میں اسلام پر فدا ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر ایک سیڑھی لگا کر قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور اوپر جا کر زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ادھر نیچے پھاٹک کے سامنے جو فوج تھی۔ اس نے بھی اتنے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ قلعہ کی زمین دہل گئی۔ اہلِ قلعہ سمجھے کہ مسلمان اندر گھس آئے ہیں اور وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ موقع کو غنیمت جان کر حضرت زبیر نے نیچے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور پوری فوج اندر گھس آئی۔ لوگ گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ حاکم شہر مقوقس نے امن کی درخواست کی اور فوراً امن دے دیا گیا۔ اس طرح حضرت کی عقلمندی اور بہادری سے یہ زبردست قلعہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ (تاریخ اسلام)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے میں بھی دریغ نہ فرمایا اور اسی جذبے کے ساتھ وہ ساری دنیا پہ چھا گئے۔ پھر آج جو لوگ اللہ کی راہ میں قربانی کا ایک بکرا بھی قربان کرنے کو تیار

نہیں ہوتے اور سو سو قسم کے حیلے بہانے کرتے اور قربانی دینے کے خلاف مضمون لکھتے ہیں۔ وہ برائے نام مسلمان نہ ہوتے تو کیا ہوتے۔

حکایت نمبر ۲۱۵

ایک سرفروش مجاہد

مجاہدین اسلام حضرت خالد اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کی قیادت میں روز افزوں فتوحات سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔ سامراجی طاقتوں کی کمر ٹوٹ چکی تھی تاہم وہ لوگ اپنے مکروفریب سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ انہیں فتوحات کے سلسلہ میں رومیوں کا ایک گروہ کچھ مسلمان عورتوں کو اسیر بنا کر لے گیا۔ ان گرفتار ہونے والی مستورات میں ضرار بن ازور کی بہن خولہ بنت ازور بھی تھیں۔ جب آپ کے بھائی کو معلوم ہوا کہ رومی مسلمان عورتوں کو اسیر کر کے لے گئے ہیں تو آپ حضرت خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خالد نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ شکار کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ پھر آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو دو ہزار لشکر کے ساتھ دشمن کے مقابلہ پر روانہ کیا اور خود حضرت ضرار اور چند مجاہدین کے ہمراہ اسیر شدہ عورتوں کی رہائی کے لیے روانہ ہوئے ابھی کچھ ہی فاصلہ طے کرنے پائے تھے کہ مقام اسنریانی کے قریب گرد و غبار کا طوفان اٹھتا ہوا نظر آیا۔ حضرت خالد نے فرمایا کہ "خدا خیر کرے"، ہبیرہ جو

آپکے قائد تھے۔ عرض کرنے لگے کہ "رومیوں کا بچا کھچا لشکر معلوم ہوتا ہے" آپ نے حکم دیا کہ تمام مجاہدین آنے والی مصیبت کے لیے تیار رہیں۔

ادھر اب ان عورتوں کا حال سنیئے۔ جنہیں پطرس نے قید کر لیا تھا۔ پطرس جو بولص کا بھائی تھا (بولص جو مسلمانوں کی قید میں تھا) مسلمان عورتوں اور لوٹ کھسوٹ کے مال کو لے کر استریاق کے قریب فروکش ہوا جب اس نے اطمینان کا سانس لیا تو اس نے حکم دیا کہ عورتیں حاضر کی جائیں جب عورتیں حاضر کی گئیں تو اس نے ہر عورت کو دیکھا لیکن اس کی نظر انتخاب خولہ پر جا رکی اور اس نے اعلان کر دیا کہ خولہ کا واحد مالک میں ہوں۔ اس میں کوئی مخاصمت نہ کرے اسی طرح ہر شخص نے ایک ایک عورت کو اپنے لیے منتخب کر لیا۔

مسلمانوں کی غیور ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو یہ حرکت نہایت ناگوار ہوئی۔ غصہ سے وہ کانپ رہی تھی۔ لیکن مجبوری ان کی راہ میں حائل تھی۔ سب عورتوں کو خیمہ میں پھر واپس پہنچا دیا گیا۔ حضرت خولہ نے سب عورتوں کو اکٹھا کیا اور ایک پر جوش تقریر کی کہ " اے ناموس حمیر و تبع اور اے عمالقہ کی باقیات صالحات! کیا تم چاہتی ہو کہ روم کے وحشی درندے تم کو اپنی ہوا و ہوس کا نشانہ بنالیں؟ اور کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم اپنی بقیہ عمریں اغیار کی خدمت گذاری میں صرف کر کے فاتحین عرب پر کلینک کا ٹیکہ لگا دو؟ کہاں گئی تمہاری وہ حمیت و شجاعت، جس کا چرچا محافل عرب کے لئے باعث سرخروئی اور سربلندی تھا۔ میرے نزدیک اہل روم کے ہاتھوں ہمیشہ ذلت اٹھانے سے

یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم سب کی سب خدا کی راہ میں اپنی حقیر جانوں کا ہدیہ پیش کر دیں اور اپنی قوم کو ہمیشہ کی بدنامی سے محفوظ کر لیں۔"

اس پر عفیرہ نے تمام عورتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا، کہ ہماری دلی خواہش ہے کہ ہمارے خون کا آخری قطرہ تک خدا کی راہ میں بہے، لیکن بلا تدبیر کچھ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، ہم ہتھے ہیں۔"

خولہ نے کہا کہ بیشک ہم نہتی ہیں۔ لیکن اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہے، خیمہ کی چوبیں اکھیڑ کر ایک دم ان نامرادوں پر حملہ کر دو۔ اللہ یا تو ہماری مدد فرما کر ہم کو فتح عطا فرمائے گا یا ہم عزت کی موت سے اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں گی۔"

یہ سنتے ہی تمام عورتوں نے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر یکبارگی حملہ کر دیا اور یہ کہتی جاتی تھیں کہ دیکھو! سب مل کر رہنا کیونکہ جو بھیڑ گلے سے علیحدہ ہوتی ہے وہ لقمۂ اجل بن جاتی ہے۔ خولہ نے ایک رومی کے سر پر اس زور سے چوب ماری کہ وہ بے ہوش کر گرا اور کچھ دیر بعد واصل جہنم ہو گیا۔ جب رومیوں نے یہ شکست و ریخت کا عالم دیکھا تو بد حواس ہو گئے۔ بطرس نے حکم دیا کہ ان سب عورتوں کو گھیرا ڈال کر پکڑ لو اور دیکھو خولہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب بھی کوئی سوار آگے بڑھتا یہ عورتیں بھوکی شیرنیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتیں اور اس کی تکا بوٹی کر دیتیں۔ خولہ فرماتی تھیں "اے رومیو! آج تمہارے بھیجے ہماری چوبوں سے کچلے جائیں گے۔ آج تمہاری

بیویاں رانڈ اور تمہارے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ تمہاری عمریں آج کے دن منقطع ہو چکی ہیں۔ یہ سنتے ہی بطرس آگ بگولا ہو گیا اور اس نے اپنے لشکر کو پکارا کہ خرابی ہو تمہاری، تم سے چند عورتیں نہیں پکڑی جاتیں یہ سنتے ہی بہت سے سپاہیوں نے بڑی سختی سے حملہ کیا۔ جس کا انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

خولہ فرماتی تھیں۔ اے مجاہدین اسلام کی ماؤں، بہنوں، بیٹیو! اللہ نے تم کو اس قابل سمجھا کہ وہ تمہارا امتحان لے تو تم اب امتحان میں گھبرانا مت۔

یہ سخت حملہ ہو ہی رہا تھا کہ حضرت خالد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان اسیر شدہ عورتوں کی جستجو میں استریانی کے قریب آ پہنچے اور گرد و غبار تلواروں کی چمک اور جھنکار دیکھ کر فرمایا: کہ ہمیں جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا دیئے اور یہ واقعہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

جب بطرس نے دیکھا کہ مجاہدین اسلام اس کے تعاقب میں آ پہنچے تو اس نے بھاگ کر جان بچانا چاہی اور خباثت طبع سے مسلمانوں پر احسان رکھنا چاہا بولا کہ اے مسلمانو! لو جاؤ میں تم کو تمہاری مائیں، بہنیں، بیٹیاں واپس کرتا ہوں۔ حضرت ضرار نے تعاقب کیا اور معمولی تعاقب کے بعد جا لیا اور ایک بھرپور حملہ کیا۔ جس کی وہ تاب نہ لا کر فوراً داصل جہنم ہوا اور تمام لشکری گرفتار کر لیے گئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں عورتوں نے متعدد زخمی

اور کم و بیش تیس کافروں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ (تاریخ اسلام)

سبق: مسلمان مرد تو مرد، عورتیں بھی جذبہ جہاد سے معمور تھیں۔ اور کفر کی یلغار جب سر پر آپہنچے تو عزت و ناموس اور دین کے بچاؤ کے لئے مسلمان عورتیں بھی کافروں کو شکست دے دیتی ہیں۔ جس قوم کے بزرگوں میں ایسی مجاہدات عورتیں موجود ہوں جن کے ہاتھوں میں دشمن کے مقابلہ کے لیے چوبیں پکڑی ہوں۔ آج اگر اس قوم کے مردوں کے ہاتھوں میں ٹینس اور ہاکی یا کنکوے کی ڈور یا بٹیر نظر آئے تو کس قدر افسوس کا مقام ہے آہ سے

تھا جسے قرآن پڑھنا گانے گاتا ہے وہ آج
اور ہاکی کھیلتا ہے اب دھنی تلوار کا

حکایت نمبر ۲۱۶

مجاہدہ ماں

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا مشہور شاعرہ ہیں آپ اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوئیں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ قادسیہ میں یہ اپنے چار بیٹوں سمیت شریک ہوئیں لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت کی، اور جہاد میں شرکت کے لئے

ابھارا اور کہنے لگیں۔ میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو، اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی! اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم ایک ماں ایک ہی باپ کے بیٹے ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا ہے۔ نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کے لئے کیا ثواب رکھا ہے۔ تمہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہو جانے والی زندگی سے بہتر ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب رہو (کنز الایمان)

لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح وسالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ سے مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی ہے اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا انشاء اللہ، جنت میں عزت و اکرام کے ساتھ رہو گے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو حضرت خنساء کے چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبردار آگے بڑھتا تھا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر امنگ پیدا کرتا تھا۔

اور جب ایک شہید ہو جاتا تھا تو دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا رہتا تھا۔ بالآخر چاروں شہید ہو گئے اور جب ماں کو انکے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔ (اسد الغابہ و حکایات الصحابہ صـ ۱۰۹)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مائیں بھی جذبہ جہاد سے معمور تھیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت سے مقدس عورتیں بھی اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے والی بن گئیں۔ ماؤں کو اپنی اولاد سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ مگر حضرت خنساءؓ نے بتا دیا کہ مسلمان عورت کے دل میں اولاد سے بھی بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہوتی ہے اور بتا دیا کہ مسلمان ماں کی اپنی اولاد کے متعلق یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد عبادت اور شہادت کی علمبردار ہو۔ اسی لیے ایک شاعر نے ان مقدس ماؤں کے متعلق لکھا ہے کہ ؎

وہ مائیں پیدا کرتی تھیں نمازی ✽ دھنی تلوار کے میداں کے غازی
وہ مائیں جبکہ لیتی تھیں بلائیں ✽ دیا کرتی تھیں بیٹوں کو دعائیں
عبادت میں کٹے بیٹا جوانی ✽ شہادت پر ہو آخر زندگانی
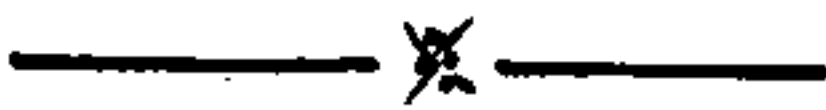
حکایت نمبر ۲۱۷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی تقریبًا ساٹھ سال کی عمر شریف تھی۔ جب کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سب مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرما دیا تھا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بطور محافظ ان میں مقرر فرما دیا تھا۔ یہودیوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا کہ حضور تو صحابہ سمیت مدینہ منورہ سے باہر تشریف فرما ہیں اور عورتیں قلعہ میں تنہا ہیں۔ اس خیال سے یہودیوں کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لیے قلعہ پر پہنچا۔ حضرت صفیہ نے کہیں سے دیکھ لیا اور حضرت حسان سے کہا کہ یہ یہودی موقعہ دیکھنے کے لیے آیا ہے تم قلعہ سے باہر نکلو اور اسے مارو۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ضعیف تھے۔ ضعف کی وجہ سے نکل نہ سکے تو حضرت صفیہ نے خیمہ کا ایک کھونٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اس یہودی کا سر کچل دیا پھر قلعہ میں آکر حضرت حسان سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد تھا اور نامحرم ہونے کی وجہ سے میں نے اس کا

سامان اور کپڑے نہیں اتار رہے۔ تم جاؤ اور اس کے کپڑے اتار لاؤ اور سر بھی کاٹ لاؤ۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے ضعف کی وجہ سے ہمت نہ فرما سکے تو دوبارہ تشریف لے گئیں اور اس کا سر کاٹ لائیں اور دیوار پر سے سر کو یہودیوں کے مجمع میں پھینک دیا۔ یہودیوں نے اپنے مخبر کا سر کٹا ہوا دیکھا تو سہم گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم نے غلط سمجھا ہے۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ گئے۔ ضرور ان کے محافظ بہت سے مرد بھی اندر موجود ہیں۔

(کنز العمال ص۲۷۸ ج۵)

سبق: مسلمان عورت کا دین اور ناموس جب خطرے میں ہو تو مسلمان عورت بھی مقابلہ کفر میں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کی تفسیر بن جاتی ہے۔

حکایت نمبر ۲۱۸

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس رات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت فرما کر تشریف لے چلے تو اس خیال سے کہ نہ معلوم راستے میں کیا ضرورت درپیش ہو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ ہیں۔ اس لیے جو کچھ بھی مال آپ کے پاس موجود تھا۔ جس کی مقدار پانچ ہزار درہم تھی۔ وہ سب ساتھ لے لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے

والد ابو قحافہ نابینا ہو گئے تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہیں جب پتہ چلا کہ ابو بکر رات کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مکے سے چلا گیا ہے اور مال بھی سارا ساتھ لے گیا ہے تو پوتیوں کے پاس تسلی کے لئے آئے اور کہنے لگے کہ میری بیٹیو! ابو بکر نے بڑا ستم کیا کہ خود بھی چلا گیا اور مال بھی سارا لے گیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اٹھیں اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں ایک تھیلی میں بھر کر بولیں: دادا جان! آپ فکر نہ کیجئے۔ یہ دیکھئے سارا مال تو وہ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر کنکروں سے پُر تھیلی آگے کر دی۔ ابو قحافہ نے اسے ٹٹولا تو سمجھے کہ اس تھیلی میں درہم بھرے ہیں اور مطمئن ہو گئے اور بولے! چلو اچھا ہوا کہ مال وہ نہیں لے گیا۔

(مسند امام احمد صفحہ ۳۵۰ ج ۲)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بچیوں میں بھی خدا و رسول کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خدا و رسول کے مقابلہ میں وہ مالِ دنیا کی کچھ پرواہ نہ کرتی تھیں۔

حکایت نمبر ۲۱۹

حضرت معوذ کی بیٹی

حضرت معوذ رضی اللہ عنہ جو ابو جہل کے قتل کرنے والوں میں سے ایک

تھے۔ آپ کی بیٹی حضرت ربیع کے گھر ایک روز ایک عطر فروش عورت آئی اور باتوں ہی باتوں میں اسے معلوم ہوا کہ یہ گھر قاتل ابوجہل حضرت معوذ کی بیٹی کا گھر ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد عطر فروش عورت جو مسلمان نہ تھی حضرت ربیع کو مخاطب کر کے بولی تو اس کی بیٹی ہے جس نے اپنے سردار کو قتل کیا۔ یہ سن کر حضرت ربیع کو غصہ آ گیا اور بولیں۔ میں اس کی بیٹی ہوں۔ جس نے اپنے غلام کو قتل کیا۔ عطر فروش عورت کو بھی یہ بات سن کر غصہ آیا اور بولی۔ تم نے ایک سردار کو غلام کہا۔ اس لیے مجھ پر حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر فروخت کروں۔ حضرت ربیع نے فرمایا اور تو نے ایک غلام کو سردار کہا۔ مجھ پر بھی حرام ہے کہ میں تجھ سے عطر خریدوں۔ میں نے تیرے عطر کے سوا کسی چیز میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی۔

(اسد الغابہ اور حکایت الصحابہ ص۱۱۷)

سبق: صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اس قدر دینی غیرت تھی کہ ایک دشمنِ دین کے متعلق وہ لفظ "سردار" تک نہ سن سکتے تھے اور آج کل دین کے بڑے بڑے دشمنوں پر اس سے بھی زیادہ اونچے لفظ بولے جاتے ہیں ے

وائے ناکامی مسلمانوں میں غیرت نہ رہی
پاسِ مذہب نہ رہا اور دین سے الفت نہ رہی

*

حکایت نمبر ۲۲۰

غازی و نمازی

مسلمانوں کا لشکر جب مصر فتح کر رہا تھا، ایک دن قبطیوں کے بادشاہ نے اپنے لشکر کے سرداروں سے کہا کہ میں نے سنا ہے یہ مسلمان لوگ جمعہ کے دن کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور جمعہ کی نماز بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں۔ پس جمعہ کا دن قریب ہے تم اپنی فوجوں کو حکم دو کہ چار ہزار جوان مسلح ہو کر پہاڑ کی آڑ میں چھپ جائیں۔ جس وقت مسلمان جمعہ کی نماز پڑھنے کھڑے ہوں وہ فوج ان پر حملہ کرے۔ اس حکم کو سن کر سرداروں نے چار ہزار فوج کو ایک پہاڑ کے پیچھے چھپا کر چند مخبر لگا دیئے کہ جس وقت یہ لوگ نماز کے سجدے میں جائیں تو فوراً ہمیں خبر کرنا۔ جب صحابہ کرام جمعہ کی نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ مخبروں نے خبر دی کہ عرب لوگ رکوع سے فارغ ہو کر سجدے میں گئے ہیں۔ کافر تلواریں لے کر آن پڑے۔ سینکڑوں مسلمانوں کو سجدے کے اندر شہید کر دیا اور ہزاروں کو زخمی کر دیا۔ لیکن اللہ اکبر! کیا عشقِ الٰہی تھا۔ تلوار سے کٹ رہے تھے۔ مگر اسی اطمینان سے جمعہ پڑھ رہے ہیں۔ حضوریٔ قلب میں کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔ اسی خشوع و خضوع کے ساتھ دوسری رکعت پوری کی نماز کا سلام پھیرا۔ فوراً

اللہ اکبر، اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چاروں طرف سے قبطی فوجوں کو گھیر لیا اور آن کی آن میں سب کو قتل کر دیا۔ چار ہزار فوج دشمن کی تھی۔ ایک بھی زندہ نہ بچا۔ سب کو وہیں قتل کر دیا۔ (مغازی ابن اسحاق ص ۲۱۶)

سبق: مسلمان نمازی بھی ہوتا ہے اور غازی بھی۔ عابد بھی اور مجاہد بھی۔ آج کل بعض لوگوں کو اگر نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے تو وہ جواب یہ دیتے ہیں کہ صاحب! ہم غازی ہیں غازی! گویا جو غازی ہوتا ہے وہ بے نمازی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ دیکھئے۔ ان صحابہ کرام نے میدان جہاد میں بھی جمعہ کی نماز ترک نہ فرمائی اور ثابت کر دیا کہ مسلمان نمازی بھی ہے اور غازی بھی اور اسی واسطے اقبال نے بھی لکھا ہے کہ ؎

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز!
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

ایسے حضرات کو کم از کم اقبال ہی کا شعر پڑھ لینا چاہیے۔

حکایت نمبر ۲۲۱

نوجوان دولھا

جنگ احد کے ایام میں حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تھی۔ جس رات آپ اپنی دلہن کو بیاہ کر لائے تھے۔ اسی رات حضور

صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی ہوگئی کہ کفار مکہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ان کے مقابلہ کے لیے میدان جہاد میں چلو۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ باوجودیکہ نوجوان تھے اور شادی کی پہلی شب تھی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جہاد سن کر سب کچھ بھول گئے اور اپنی دلھن کو بھی نظر انداز کر کے گویا یہ شعر پڑھتے ہوئے کہ ؎

سب سے بیگانہ رہے یار شناسا تیرا
حور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

میدان جہاد میں چلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس محویت کے عالم میں آپ کو اپنے غسل کرنے کی ضرورت بھی یاد نہ رہی۔ اسی حالت میں معرکہ جنگ میں تشریف لے گئے اور اسی دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید بھی ہوگئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو شہدا کی لاشیں جمع کرنے کا حکم نبوی ہوا۔ سب لاشیں مل گئیں۔ مگر حضرت حنظلہ کی لاش مبارک نہ ملی یکایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ

حضرت حنظلہ کی لاش فرشتے اوپر لے جا کر ایک نورانی تختے پر لٹا کر آب رحمت سے غسل دے رہے ہیں۔ اسی دن سے آپ کا لقب غسیل الملائکہ ہوا

(مواہب لدنیہ ص۹۴ ج ا و احسن الواعظ ص۲۲)

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر انہیں کوئی چیز عزیز نہ تھی اور وہ اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھی صحابہ کرام سے بڑا پیار تھا۔ اور فرشتے بھی صحابہ کرام کے خادم تھے۔ پھر جو شخص ایسے پاکباز اور جانثاران اسلام نفوس قدسیہ سے بیر و عداوت رکھے، کس قدر گمراہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ عالی ایسی چیزوں کو بھی دیکھ لیتی ہے جن چیزوں کو دوسری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں

حکایت نمبر ۲۲۲

شوقِ شہادت

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے سعد! آؤ مل کر دعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے۔ پھر دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا کی۔ اوّل حضرت سعد نے دعا کی یا اللہ جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرمانا کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کر دوں

حضرت عبداللہ نے دعا کی۔ اے اللہ! کل میدان جہاد میں ایک بہادر سے مقابلہ کروں۔ جو سخت حملہ والا ہو۔ میں اس پر شدت سے حملہ کروں۔ وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور میں بہت سوں کو قتل کر کے پھر خود بھی شہید ہو جاؤں اور شہید ہونے کے بعد کافر میرے ناک کان کاٹ لیں۔ پھر قیامت میں جب تیرے حضور پیش ہوں تو تو کہے کہ عبداللہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں۔ یا اللہ! تیرے اور تیرے رسول کے راستے میں کاٹے گئے۔ پھر تو کہے گا کہ سچ ہے۔ میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی تو دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔

(خمیس و حکایات صـ ۶۷)

سبق: صحابہ کرام اللہ کی راہ میں قربان ہو جانے کا سچا جذبہ رکھتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ان پاک لوگوں نے اپنی جانیں قربان کر کے بتا دیا کہ سچا مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں جان دے دینے کی تڑپ رکھتا ہے اور معلوم ہوا کہ صحابہ کی دعائیں کسی دنیاوی جاہ و حشمت، عہد و حکومت کے لیے نہیں۔ بلکہ شہادت کے لیے ہوتی تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام آیت يُقْتَلُوْنَ وَيَقْتُلُوْنَ کی تفسیر تھے۔ یعنی اللہ کی راہ میں مارتے تھے اور مرتے تھے۔ صرف مرنا و پٹنا کوئی کمال نہیں۔ اللہ کی راہ میں مارنا اور پھر بچ کر غازی بن جانا یا مر کر شہید ہو جانا یہ کمال ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین میں ایک جانب کمال بہادری بھی تھی کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی دعائیں کرتے تھے اور دوسری جانب کمال عشق بھی تھا کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنا رکھتے تھے تاکہ محبوب جب پوچھے کہ ایسا کیوں ہوا تو وہ کہیں، تمہارے لیے ؎

رہے گا کوئی تو تیغ ستم کے یادگاروں میں!
مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں

پھر اگر کوئی شخص ایسے جانثاران اسلام اور عاشقانِ رسول انام علیہ السلام کے دین و ایمان پر شبہ کرے تو اس بدبخت نے اپنے دین و ایمان کے ٹکڑے کئے یا نہیں؟

حکایت نمبر ۲۲۳

حبیب بن زید رضی اللہ عنہ

مسیلمہ کذاب نے جو اپنی نبوت کا مدعی تھا۔ اپنے وطن یمامہ سے ایک خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھا جو یہ ہے:

مِنْ مُسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ
اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ وَلِقُرَیْشٍ نِصْفًا وَلٰکِنَّ الْقُرَیْشَ لَا یُنْصِفُوْنَ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ ؕ

خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واضح ہو کہ آدھی زمین ہماری اور آدھی قریش کی ہے۔ لیکن قریش انصاف نہیں کرتے، اور سلام ہو آپ پر۔"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس خط کا جواب لکھوایا۔ جو یہ ہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى"

اللہ کے نام سے جو کمال مہربان اور رحم والا ہے۔ محمد خدا کے نبی کی طرف سے بہت بڑے جھوٹے مسیلمہ کی طرف۔ واضح ہو، کہ زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بناتا ہے اور انجام نیک لوگوں کے لئے ہے سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ چلے"۔

یہ مکتوب گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو دے کر یمامہ روانہ فرمایا۔ حضرت حبیب یہ گرامی نامہ لے کر مسیلمہ کے دربار میں پہنچے اور آپ کا خط پیش کیا۔ مسیلمہ یہ خط پڑھ کر جل بھن گیا اور غصہ میں بولا اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت حبیب نے فرمایا۔ ہاں ہاں بے شک وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مسیلمہ نے پھر پوچھا اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت حبیب نے فرمایا: اِنِّیْ اَصَمُّ لَا اَسْمَعُ میں اس کلام کے سننے سے بہرہ اور اور یہ گواہی دینے سے گونگا ہوں۔ مسیلمہ نے ایک دو مرتبہ پھر پوچھا اور آپ نے ہر بار یہی جواب دیا۔ تو اس مردود نے حضرت حبیب کے سر سے پاؤں تک کے کل اعضاء الگ کر دیئے اور آپ شہید ہو گئے (اصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۳۲۸)

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا کی سچی تفسیر تھے اور ان کے پائے استقلال میں دنیا کی کوئی طاقت لغزش نہ لا سکی، اور انہوں نے عشق رسول کی راہ میں یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ

ے صراط عشق پہ از بسکہ ہے قدم میرا!
دم شمشیر قاتل پہ بھی خوں جاتا ہے جم میرا!

اور ان لوگوں نے اپنے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرنے کا جو حق تھا وہ ادا کر کے دکھا دیا اور مسلمانوں کو یہ درس دے دیا کہ مسلمانو! اپنے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی محبت و الفت کو ہر حال میں سامنے رکھو اور اپنا ورد یہی رکھو کہ یا رسول اللہ! ے

موت آجائے مگر آئے نہ دل کو آرام ۔ دم نکل جائے مگر نکلے نہ الفت تیری

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا مدعی ہے وہ بہت بڑا جھوٹا ہے اور ایسے شخص کے ہاتھوں مسلمانوں کو نقصان ہی پہنچتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب اگرچہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کا رسول مانتا ہوں، لیکن پھر بھی وہ جھوٹا ہی تھا۔ اسی طرح اور کوئی مدعی نبوت بھی اگرچہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مانتا ہو مگر وہ پھر بھی جھوٹا ہی ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب السلام علیکم بھی کہتا تھا۔ مگر باوجود اس کے وہ پھر بھی جھوٹا ہی تھا۔ اسی طرح آج بھی اگر کوئی ہمیں السلام علیکم کہے تو ضروری نہیں کہ وہ سچا ہی ہو۔

حکایت نمبر ۲۲

مجسمۂ ایثار

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ملک مصر پہ چڑھائی کی۔ تو عیسائی لشکر کے سپہ سالار جرجیس نے تمام عیسائی ممالک سے فوج جمع کی اور ٹڈی دل لشکر مسلمانوں کے مقابلے میں لے آیا اور انتہائی کوشش سے سپاہیوں کو جوش دلا دلا کر حملے پہ حملہ کرتا رہا لیکن اسلامی مجاہدین کی آہنی دیوار سد سکندری کی طرح ناقابل عبور رہی ثابت ہوئی۔

جرجیس کو جب کامیابی کے آثار نظر نہ آئے تو اس نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ جو شخص سپہ سالار اسلام کا سر کاٹ کر لائے گا۔ اس کو گرانقدر انعام کے علاوہ میں اپنی خوبصورت اور شیر دل لڑکی بھی دے دوں گا۔ اس اعلان سے ہوس پرستوں میں جوش پیدا ہوا اور جرجیس کی لڑکی حاصل کرنے کی خاطر ہر عیسائی سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا سر قلم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص کو اپنی حفاظت کا خاص طور پہ انتظام کرنا پڑا اور جب اس کی اطلاع بارگاہ خلافت میں بھیجی گئی تو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حمایتی فوج کے سپہ سالار بن کر انتہائی سرعت کے ساتھ آ پہنچے اور سب سے پہلے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا تعجب ہے کہ آپ جیسے مرد میدان سیاست اور مدبر کو اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ اس کا علاج تو بہت آسان ہے۔ کل ہی اسلامی فوج میں اعلان کر دیا جائے کہ جو شخص جرجیس کا سر قلم کر کے لائے گا۔ اس کو گرانقدر انعام کے علاوہ جرجیس کی پری پیکر لڑکی بھی نذر کی جائے گی۔ حضرت عمرو بن العاص اس رائے سے بہت خوش ہوئے اور یہ اعلان کر دیا گیا۔ اب جو میدان جنگ میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں تو آغاز جنگ کا اشارہ پاتے ہی مسلمانوں نے ایسے جوش و خروش سے حملے کئے کہ عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور مسلمان مجاہدین دشمنوں کو کاٹ کاٹ کر راستہ صاف کرتے ہوئے جرجیس کی طرف بڑھنے لگے۔ جرجیس کی

لڑکی بھی اپنے باپ کے دوش بدوش مقابلہ پہ تلی ہوئی تھی۔ لیکن تقدیر نے پانسہ جو پلٹا تو جرجیس ایک غازی کے وار سے قتل ہوگیا اور اس کا اعلان ہوتے ہی عیسائیوں کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ سارا جوش خروش کافور ہوگیا۔ بھاگنا چاہا۔ مگر بے سود سینکڑوں گرفتار ہوئے، اور ان قیدیوں میں جرجیس کی لڑکی بھی پابہ زنجیر ہوگئی۔

جشن فتح میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کی تعریف کی اور فرمایا: میں جرجیس کا سر قلم کرنے والے مجاہد بھائی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر کرے تاکہ حسب وعدہ انعام سے سرفراز کیا جائے۔ اس اعلان کے بعد کچھ دیر انتظار کیا گیا۔ مگر کسی نے آگے بڑھ کر اپنا نام پیش نہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بکمال متانت فرمایا کہ کوئی مجاہد بھائی اپنے آپ کو ظاہر کرنے پہ آمادہ نہیں ہوتا اس لیے بہتر ہے کہ جرجیس کی لڑکی سپہ سالار اسلام خود قبول فرمالیں
حضرت عمرو بن عاص افسوس کہ میں بھائی عبداللہ بن زبیر کا مشورہ قبول نہیں کر سکتا۔ میں اس جانباز مجاہد کی حق تلفی جس نے یہ میدان سر کیا ہے، نہیں کرنا چاہتا۔ اگر میرا قیاس غلط نہیں تو میں اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں اور میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اس مبارک اقدام کا سہرا عبداللہ بن زبیر ہی کے سر ہونا چاہیئے۔

عبداللہ بن زبیر۔ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اس میدان کے سر کرنے والا

ابھی تک تو آگے بڑھا نہیں۔

مجاھدین: بھائی عبداللہ! بس اب اظہارِ حقیقت میں تامل نہ کیجئے۔ آپ کو بے تحاشا جرجیس کی طرف بڑھتے ہوئے ہم سب نے دیکھا ہے بلکہ ہم کو اندیشہ تھا کہ کہیں دشمنوں میں گھر کر آپ شہید نہ ہو جائیں۔ کیوں جناب! جرجیس کا قاتل آپ کے سوا دوسرا کون ہے!

حضرت عبداللہ: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ شہرت و انعام کے لالچ میں نہیں بلکہ اپنا فرض سمجھ کر میں نے یہ خدمت انجام دی ہے۔ اگر سب بزرگوں کی یہی خواہش ہے تو میں اپنا سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔ چنانچہ جرجیس کی لڑکی کا آئینِ اسلامی کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے عقد کر دیا گیا اور مجاہدین نے جوشِ مسرت میں دوگانہ ادا کیا اور بارگاہِ خلافت میں اس عظیم کارنامے کی اطلاع دے دی گئی

(تاریخِ اسلام ص۲۲۴)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان تدبیر و سیاست میں بھی بڑے ماہر تھے اور دشمن کی سیاسی چال کو خوب سمجھ لیتے تھے اور معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی لڑائی محض اعلاء کلمۃ الحق کے لیے ہوتی ہے۔ وہ شہرت و انعام کے لالچ میں نہیں لڑتے اور مالِ غنیمت جو کچھ بھی حاصل ہو وہ مسلمانوں کا مقصودِ اصلی نہیں ہوتا۔ مقصودِ اصلی رضائے حق ہی ہوتا ہے۔ جس طرح گندم بونے والے کا مقصودِ اصلی تو دانۂ گندم ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پرالی و بھوسہ بھی اسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان کا مقصودِ اصلی تو رضائے حق

ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ مالِ غنیمت بھی اسے حاصل ہو جاتا ہے اور جس طرح کوئی دانا شخص گندم اس لیے نہیں بوتا تاکہ اسے پرالی و بھوسہ مل جائے۔ اسی طرح کوئی مسلمان صرف اس لیے جنگ نہیں کرتا کہ اسے کوئی دنیوی منفعت حاصل ہو جائے۔ دنیوی منفعت تو ایک بھوسہ ہے۔ جو خود بخود ہی حاصل ہو جاتا ہے۔

حکایت نمبر ۲۲۵

طمانچے کی حکمت

جنگ اسکندریہ میں رومی ایک قلعہ میں بند تھے، اور مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ایک روز رومی میدان میں نکلے اور سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چند سوار لے کر ان کے مقابل ہوئے لڑائی گھمسان کی ہوئی۔ مسلمان رومیوں کو دباتے ہوئے برابر قلعہ کی طرف چلے گئے اور رومیوں کے ہمراہ قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہر ایک لڑائی میں سب سے آگے ہوا کرتے تھے۔ اس موقع پر بھی وہ سب سے آگے تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کو دروازہ میں دیکھا تو سخت گھبرائے اور چاروں اطراف سے سپاہیوں کے دَل کے دَل دروازہ پر اپنے ہمراہیوں کی پشت پر آگئے۔

اور پھر قلعہ کا دروازہ ایک دم بند کر لیا۔ اس اثناء میں عمرو بن العاص معہ مسلمہ بن مخلد اور اپنے غلام وردان کے قلعہ کے اندر ہی رہ گئے رومی ان کو گرفتار کر کے اپنے اعلیٰ افسر کے پاس لے گئے۔ رومی افسر نے ان قیدیوں کو معمولی سپاہی سمجھا۔ کیونکہ حضرت عمرو بن العاص نے کوئی جرنیلی وردی نہ پہنی ہوئی تھی بلکہ ان کا لباس بالکل اپنے ہمراہی اور غلام کا سا سادہ تھا۔ اس لیے رومی افسر نے بڑی حقارت سے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ تم بھوکے ننگے اور جاہل عربوں نے ان ممالک میں فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نہایت بیباکانہ طور پر جواب دیا کہ ہم فتنہ پھیلانے نہیں آئے۔ بلکہ ہم ان اقوام کو قعرِ پستی سے نکال کر ترقی و خوشحالی کے بام پر پہنچانے آئے ہیں۔ ہم اسلام کی برکتیں ساتھ لائے ہیں جو ہم ہر ایک قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر تم اس لازوال دولت سے محروم رہنا چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنی حفاظت میں لے کر اس ملک کو دارالامان بنا دیں گے۔

رومی افسر یہ دلیرانہ جواب سن کر اپنے ماتحتوں کو رومی زبان میں کہنے لگا کہ یہ شخص عربی لشکر کا سردار معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم اس کو قتل کر دیں تاکہ مسلمان سپاہیوں میں ہماری دہشت بیٹھ جائے۔ عمرو بن العاص کا غلام وردان رومی زبان سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے آقا کو خطرے میں دیکھ کر عمرو بن العاص کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ مارا اور کہا بے ادب، گستاخ۔ کس نے تجھ کو اختیار دیا ہے کہ اہل عرب کی طرف سے

ایسے کلمات افسروں اور حاکموں کے سامنے کہے۔ چپ رہو۔ یہ تمہارا کام نہیں۔ عمرو بن العاص خاموش ہو گئے اور مسلمہ نے کہا۔ بے شک ہمیں ایسی کوئی بات کہنے کا حق نہیں اگر آپ اپنے چند افسر اہل عرب کے افسروں کے پاس بھیجیں تو ممکن ہے کہ وہ سب مل کر ایسی شرائط باہم طے کر لیں جن پر ہم میں اور آپ میں صلح ہو جائے کیوں کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ عرب سردار جنگ کی بہ نسبت صلح کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ رومی افسر جو اہل عرب کے شدت محاصرہ سے تنگ آ چکا تھا۔ اس بات سے بہت خوش ہوا اور کہا، اچھا ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں تم جا کر اپنے افسروں کو کہو کہ وہ صلح کرنا چاہیں تو ہم بالکل تیار ہیں۔ مسلمہ نے رومی افسر کا شکریہ ادا کیا اور رومی سپاہی انہیں قلعہ کے باہر چھوڑ آئے۔ ادھر اسلامی لشکر میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسلمہ کی گرفتاری کے باعث بڑی پریشانی تھی مگر جونہی انہوں نے اپنے سردار کو صحیح وسالم واپس آتے دیکھا تو مارے خوشی کے اللہ اکبر کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ رومیوں کے کانوں میں یہ خوشی کی آواز پڑی تو وہ سخت پریشان ہوئے اور اس طمانچے کی حکمت جو غلام نے آقا کے منہ پہ مارا تھا۔ اب سمجھے۔

(تاریخ اسلام صہ ۲۲۵)

سبق: مشکل کے وقت مسلمان کے اوسان خطا نہیں ہوتے اور کمال تدبر اور دور اندیشی سے کام لے کر مشکل پر قابو پا لیتا ہے اور

معلوم ہوا کہ مسلمان جابر سے جابر حاکم کے سامنے بھی حق بات کہنے سے ہرگز نہیں چوکتا اور حق گو افراد کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرماتا ہے۔ لہذا آج بھی مسلمانوں کو حق و صداقت کا علمبردار بن جانا چاہیئے اور کسی حال میں بھی حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے اور اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور اس کی رضا پر ہی راضی رہنا چاہیئے ؎

ڈرنا ہے تو ایک اللہ سے ڈر — مرنا ہے تو اس کی راہ میں مرا
رکھ اس کی رضا پہ اپنی نظر — پھر ساری یہ دنیا تیری ہے

حکایت نمبر ۲۲۶

سونے کی گیند

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ قریش کے بعض لوگوں کے ساتھ بغرض تجارت بیت المقدس کی جانب گئے۔ اتفاق سے انہی دنوں اسکندریہ کا ایک رومی راہب زیارت کی غرض سے وہاں آیا ہوا تھا، اور بیت المقدس کے گرد پہاڑوں میں پھر رہا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص بھی اپنے ساتھیوں سمیت یہاں اپنے اونٹ چرا رہے تھے۔ وہ راہب اس وقت پہاڑوں میں شدت پیاس سے جاں بلب ہو رہا تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشکیزے

سے اسے پانی پلایا۔ اور وہ اپنی پیاس بجھا کر ایک درخت کے سایہ میں سو گیا۔ اسی اثناء میں اس کے قریب ایک سوراخ میں سے ایک زہریلا سانپ نکلا اور راس راہب کی طرف چلا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پر نظر پڑ گئی اور آپ نے تیر کے نشانہ سے اسے ہلاک کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد راہب جب بیدار ہوا تو وہ اپنے قریب مرا ہوا سانپ دیکھ کر بہت گھبرایا اور عمرو بن العاص سے اس کا حال پوچھا اور تمام واقعہ سنکر عمرو بن العاص کی پیشانی کو چوما اور کہنے لگا تم نے میری دو دفعہ جان بچائی ہے اب تم بتاؤ کہ تم یہاں کیسے آئے ؟

عمرو بن العاص ؛ تجارت کی غرض سے۔

راہب ؛ تمہیں اس دفعہ کتنے نفع کی اُمید ہے ؟

عمرو بن العاص ؛ اتنے نفع کی کہ اونٹ خرید سکوں۔

راہب ؛ تمہارے ملک میں انسان کی جان کا بدلہ کیا ہے ؟

عمرو بن العاص ؛ ایک سو اونٹ۔

راہب ؛ ہمارے ہاں اونٹ نہیں مگر روپیہ بہت ہے۔

عمرو بن العاص ؛ اگر اونٹ نہیں اور روپیہ بہت ہے تو سو اونٹوں کی قیمت ایک ہزار دینار ہوتی ہے۔

راہب ، تم جانتے ہو کہ میں مسافر ہوں بغرض تجارت آیا ہوں اگر تم میرے ساتھ میرے وطن چلو تو میں تم کو دو جانوں کا معاوضہ

دوں گا۔

عمرو بن العاص ! تم کہاں کے رہنے والے ہو۔

راہب ! ملک مصر میں اسکندریہ نام ایک شہر ہے وہی میرا وطن ہے۔ تم میرے ہمراہ وہاں چلو۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا اور پھر بحفاظت تمہیں تمہارے ساتھیوں کے پاس پہنچا دوں گا۔

عمرو بن العاص !! اسکندریہ آنے اور جانے میں کتنے دن لگیں گے؟

راہب ! دس دن جانے کے۔ دس دن آنے کے اور دس دن دن وہاں ٹھہرنے کے۔

عمرو بن العاص ایک رفیق کے ساتھ راہب کے ہمراہ مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔ مصر کے علاقہ میں داخل ہوئے تو وہاں کی چہل پہل اور آبادی کی کثرت اور لوگوں کا تمول دیکھ کر پکار اٹھے کہ واقعی میں نے مصر جیسا خوبصورت اور متمول ملک کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت عمرو بن العاص جس دن اسکندریہ پہنچے۔ اتفاقاً اس روز وہاں ایک بہت بڑی عید تھی۔ جس میں سردار، رؤسا اور شرفاء سب جمع ہوا کرتے تھے اور اسی دن سونے کا ایک مرصع گیند اچھالا جاتا تھا، اور سب لوگ اسے اپنی آستینوں میں لینا چاہتے تھے۔ قدیم زمانے سے یہ عقیدہ چلا آرہا تھا کہ جس کی آستین میں وہ گیند چلا جائے وہ اپنی عمر میں ایک دفعہ مصر کا بادشاہ ضرور ہوگا۔

اسکندریہ میں پہنچ کر راہب نے حضرت عمرو بن العاص کی بہت خاطر و مدارات کی اور نہایت قیمتی کپڑے پہنا کر ان کو اپنے ساتھ اسی عید کے جلسہ میں لے گیا۔ جہاں گیند پھینکا جا رہا تھا اور وہ لوگ اسے اپنی آستینوں میں لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ اتنے میں گیند پھینکا گیا اور وہ سیدھا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آستین میں داخل ہو گیا۔ اس پر تمام لوگ حیران رہ گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند روز وہاں رہے۔ راہب نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور آپ واپس چلے آئے۔ اس وقت سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں فتح مصر کا خیال چٹکیاں لینے لگا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں آپ نے مصر فتح کیا اور اس کے فرماں روا بنے۔

(اخبار المصر و القاہرہ سیوطی صفحہ ۳)

سبق، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت و الفت جاگزیں تھی۔ جس کی بدولت ان کی آستینوں میں سونے کی گیندیں اور ان کے قدموں میں دنیا کی حکومتیں گرنے لگیں اور خدا تعالیٰ ان محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وفاداروں کے لئے یہ اعلان فرمانے لگا کہ ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حکایت نمبر ۲۲۷

رسول کی تلوار

جنگ اُحد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار کو ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کون ہے جو میری اس تلوار کو لے اور اس کا حق ادا کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان سنکر صحابہ کرام آگے بڑھے اور ہر ایک کی یہ تمنا تھی کہ یہ تلوار مجھے مل جائے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو نہ دی۔ حتیٰ کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت بڑے پہلوان تھے۔ آگے بڑھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ تلوار ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمائی۔ اور فرمایا! ابو دجانہ! اس تلوار کا حق ادا کرنا۔ اور اس سے دشمن پر خوب وار کرنا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار پا کر بڑے خوش ہوتے اور ایک سرخ رنگ کا رومال سر پہ باندھ کر اور ہاتھ میں وہ تلوار لے کر اکڑتے ہوئے (جیسا کہ پہلوانوں کی عادت ہوتی ہے) میدان جنگ میں نکلے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ چال دیکھی تو فرمایا، یہ چال اللہ تعالیٰ کو بڑی ناپسند ہے۔ مگر اس وقت جبکہ ابودجانہ کافروں کے مقابلہ میں اکڑنا

ہوا جا رہا ہے۔ ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ چال اللہ تعالیٰ کو بڑی پسند ہے چنانچہ ابو دجانہ نے اس رسول کی تلوار سے وہ جوہر دکھائے کہ جو بھی سامنے آیا۔ رسول کی تلوار سے کاٹ کر فی النار کر دیا۔

(مواہب لدنیہ صد ۴۱۳ جلد ۱)

سبق: تکبر و غرور اللہ کو بڑا ناپسند ہے مگر دشمن کے مقابلہ میں اکڑنا اللہ کو پسند ہے۔ گویا مسلمان اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار کے مطابق کافر کے سامنے تو ضرور اکڑے لیکن رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے مطابق اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ تواضع کے ساتھ پیش آئے یہ نہیں کہ نہ

اپنا آئے سامنے تو لڑنے کو ٹھن جائیے
غیر کا ہو سامنا تو بس قلی بن جائیے

حکایت نمبر ۲۲۸

ذات العیون

جنگ فارس میں اسلامی سپاہ کے مقدمۃ الجیش کے سردار حضرت اقرع بن حابس تھے۔ یہ ایسے بہادر اور چلبلی طبیعت کے شخص تھے کہ بغیر کفار کے ساتھ جہاد کے ان کو چین نہ آتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے جب دشمن سے جنگ جاری رکھی، ایک ہزار تیر اندازوں کو آگے بڑھایا

اور حکم دیا کہ دشمنوں کی آنکھوں کا نشانہ باندھ کر ایک ساتھ تیر اندازی کریں۔ چنانچہ اُن ایک ہزار تیر انداز مجاہدین نے کمانوں میں تیر چڑھا کر نشانے باندھ کے ایک ہزار تیر ایسے طریق سے پھینکے کہ کسی تیر نے بھی نشانہ خطا نہ کیا اور ایک چٹکی بجانے میں دشمنوں سے سپاہ کی ایک ہزار آنکھ چھید گئی۔ اسی واسطے مسلمانوں نے اُس دن کا نام ذات العیون یعنی "آنکھوں والا دن" رکھ دیا۔

ایرانیوں کا سردار شیرزاد نامی ایک شخص تھا۔ اس نے دم بھر میں اپنے سپاہیوں کی ایک ہزار آنکھیں ضائع ہوتے دیکھیں تو فوراً لڑائی سے رک کر صلح کا پیغام بھیج دیا مگر اس کی شرائط حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظور نہ فرمائیں اور لڑائی پھر زور شور سے شروع ہو گئی۔ ایرانیوں کو ان کے خندق محفوظ کئے ہوئے تھے۔ ان خندقوں کے باعث مسلمانوں کو ان کے لشکر تک پہنچنا دشوار تھا۔ آخر مسلمانوں نے خندق سے پار اترنے کے لیے یہ کارروائی شروع کی کہ اپنی فوج کے تمام کمزور اور مریض اونٹ ذبح کر کے خندق میں ڈال دیئے اور ان اونٹوں کی لاشوں سے خندق کا ایک حصہ پاٹ کے پل سا بنایا اور اسی پر سے ہو کر دشمن کی صفوں کی طرف بڑھے۔ ایرانیوں نے بڑھ کر روکا مگر مسلمانوں کے جذبے کے سامنے رہ گئے اور شیرزاد نے پھر پیام صلح دیا اور اب کی مرتبہ جو شرطیں پیش کی گئیں۔ وہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمالیں۔ اس صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دشمنوں کو بغیر

کسی مال واسباب کے ایسی جگہ پہنچا دیا جائے جہاں سے وہ اپنی حدود میں جاسکیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہی کیا۔ شیرزاد کومعہ اس کی فوج کے سرحد عجم پر پہنچا دیا اور شہر انبار معہ تمام سازوسامان کے صحابہ کرام کے قبضے میں آگیا۔

(تاریخ اسلام صفحہ ۳۶۹)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان جہاد فی سبیل اللہ کی تڑپ رکھتے تھے اور فنونِ حرب کے بکمال درجہ واقف تھے اور اعلیٰ درجہ کے تیرانداز تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن صلح پر آمادہ ہو جائے تو مسلمان صلح کر لیتے تھے۔ خواہ مخواہ لڑائی جاری نہیں رکھتے۔

حکایت نمبر ۲۲۹

جرجہ پہلوان

مسلمانوں کی رومیوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ رومی لشکر سے جرجہ پہلوان جو روم کا نامی گرامی بے مثل پہلوان تھا۔ گھوڑا بڑھا کر میدان میں آیا، اور اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مقابلہ پر بلایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اپنے لشکر سے نکل کر سامنے آئے تو جرجہ نے کہا۔ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا

چاہتا ہوں لہذا تھوڑی دیر کے لیے آپ مجھے امن وامان سے ملیں اور ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور جرجہ نے قریب آکر کہا جو میں پوچھوں اس کو آپ سچ سچ بتادیں۔ کیونکہ آزاد اور بہادر لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے اور اُمید ہے کہ آپ مجھے دھوکا نہ دیں گے۔

" آپ یہ بتایئے کہ کیا خدا نے آپ کے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر کوئی تلوار آسمان سے اتاری ہے اور ان سے وہ تلوار آپ کو مل گئی ہے کہ جس قوم پر آپ اس کو کھینچتے ہیں بغیر شکست دیئے وہ میان میں نہیں آتی"۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "نہیں" پھر پوچھا" تو پھر لوگ آپ کو سیف اللہ کیوں کہتے ہیں"؟ حضرت خالد بن ولید نے جواب دیا، " سنیئے۔ خدا تعالیٰ نے ہم میں اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ میں ان لوگوں میں تھا جو ابتداءً ان کے مخالف رہے۔ پھر اللہ نے ہدایت بخشی۔ اور میں نے ان کی غلامی اختیار کر لی اس وقت حضور نے مجھے فرمایا۔ کہ تم مشرکین کے حق میں اللہ کی تلوار ہو اور میرے لیے تائیدِ الٰہی کی دعا فرمائی۔ یہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ہی کی برکت ہے۔

جرجہ نے کہا۔ اچھا بتایئے! اگر کوئی اسلام قبول کرے اور آپ کی جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کا درجہ آپ لوگوں میں کیا ہوتا ہے۔ فرمایا، "ہمارا اور اس کا درجہ برابر اور یکساں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ

ہم سے بھی بڑھ جاتا ہے"۔

جرجہ یہ سنکر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ لشکر اسلام میں آن کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت خالد نے اسے دین کی تلقین و تعلیم کی۔ پھر اس نے غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ میدان میں نکل کر کافروں سے جہاد کرنے لگا۔ (رضی اللہ عنہ)

(تاریخ اسلام ص۴۰۵)

سبق:۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے جری اور قومی اسلامی جرنیل تھے۔ ایسے کہ دشمن بھی ان کی دھاک مانتے تھے اور آپ ایسے مقبولِ بارگاہِ نبوی تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے آپ کو "اللہ کی تلوار" کا لقب عطا ہوا۔ اور اس تلوار سے کفر نے ہمیشہ شکست کھائی۔ پھر اس "اللہ کی تلوار" سے کفر بغض و عداوت نہ رکھے، تو کیا کرے؟

حکایت نمبر ۲۳

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں سے لنگڑے تھے

چاہتا ہوں لہذا تھوڑی دیر کے لیے آپ مجھے امن وامان سے ملیں اور ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور جرجہ نے قریب آکر کہا جو میں پوچھوں اس کو آپ سچ سچ بتا دیں۔ کیونکہ آزاد اور بہادر لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے اور اُمید ہے کہ آپ مجھے دھوکا نہ دیں گے۔

" آپ یہ بتائیے کہ کیا خدا نے آپ کے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر کوئی تلوار آسمان سے اُتاری ہے اور ان سے وہ تلوار آپ کو مل گئی ہے کہ جس قوم پر آپ اس کو کھینچتے ہیں بغیر شکست دیئے وہ میان میں نہیں آتی"۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "نہیں" پھر پوچھا "تو پھر لوگ آپ کو سیف اللہ کیوں کہتے ہیں"؟ حضرت خالد بن ولید نے جواب دیا، "سنیئے۔ خدا تعالیٰ نے ہم میں اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ میں ان لوگوں میں تھا جو ابتداءً ان کے مخالف رہے۔ پھر اللہ نے ہدایت بخشی۔ اور میں نے ان کی غلامی اختیار کر لی اس وقت حضور نے مجھے فرمایا۔ کہ تم مشرکین کے حق میں اللہ کی تلوار ہو اور میرے لیے "تائید الہٰی کی دعا فرمائی۔ یہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ہی کی برکت ہے۔

جرجہ نے کہا۔ اچھا بتائیے! اگر کوئی اسلام قبول کرے اور آپ کی جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کا درجہ آپ لوگوں میں کیا ہوتا ہے۔ فرمایا، "ہمارا اور اس کا درجہ برابر اور یکساں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ

ہم سے بھی بڑھ جاتا ہے''۔

جرجہ یہ سنکر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ لشکر اسلام میں آن کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت خالد نے اسے دین کی تلقین و تعلیم کی۔ پھر اس نے غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ میدان میں نکل کر کافروں سے جہاد کرنے لگا۔ (رضی اللہ عنہ)

(تاریخ اسلام صفحہ ۴۰۵)

سبق: ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے جری اور قومی اسلامی جرنیل تھے۔ ایسے کہ دشمن بھی ان کی دھاک مانتے تھے اور آپ ایسے مقبولِ بارگاہِ نبوی تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے آپ کو ''اللہ کی تلوار'' کا لقب عطا ہوا۔ اور اس تلوار سے کفر نے ہمیشہ شکست کھائی۔ پھر اس ''اللہ کی تلوار'' سے کفر بغض و عداوت نہ رکھے، تو کیا کرے؟

حکایت نمبر ۲۳

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں سے لنگڑے تھے

ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ غزوۂ احد میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی چلوں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو۔ لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا بھی دشوار ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کیسی بری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی نے بھی ابھارنے کے لیے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تجھ کو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر آئے ہیں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنکر ہتھیار لیے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ۔ اے اللہ! مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو! اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش اور لوگوں کے منع کرنے کا اظہار کیا۔ اور کہا میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم معذور ہو تو نہ جانے میں کیا حرج ہے؟ انہوں نے پھر خواہش کی تو آپ نے اجازت دے دی۔ ابو طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی ان کے پیچھے دوڑا ہوا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہو گئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور اپنے بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لیے مدینہ لانے

لگیں تو وہ اُونٹ بیٹھ گیا۔ بڑی دقت سے اس کو بار بار اُٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ اُحد کی طرف ہی منہ کرتا تھا۔ ان کی بیوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا! اُونٹ کو یہی حکم ہے۔ کیا عمرو چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ ۔ آپ نے فرمایا۔ اسی وجہ سے اُونٹ اس طرف نہیں جاتا۔

(قرۃ العیون)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کا یہ عالم تھا کہ اُنہیں کوئی عذر اور مرض بھی میدانِ جہاد میں جانے سے نہ روک سکا اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ سچے پیرو کار تھے اور گھر بار، بیوی بچوں کی محبت، عقبیٰ کے مقابلہ میں ان کی نظر میں کوئی چیز نہ تھی اور اللہ کی راہ میں انہوں نے بڑی خوشی سے اپنی جانیں قربان کیں اور شہادت پائی اور اہل بیت عظام کی طرح جنت کے مالک بن گئے۔

حکایت نمبر ۲۳۱
جنت کا ساتھی

حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے قریب کسی گاؤں میں رہتے تھے اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن اپنے بھتیجے کے ساتھ بکریاں رسی میں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ پوچھا تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احد کے لڑائی میں گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ان کو منتشر کر دے۔ وہ جنت میں میرا ساتھی ہے۔ حضرت وہب بن قابوس نے یہ اعلان سنکر زور سے تلوار چلانا شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر وہی صورت پیش آئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی ارشاد فرمایا اور وہب بن قابوس نے پھر انہیں ہٹا دیا۔ تیسری مرتبہ پھر وہی صورت پیش آئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی اعلان فرمایا اور حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار پکڑ کر کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور بہت سوں کو فی النار کر کے شہید ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وعدہ کے حقدار بن گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔ "اے وہب! اللہ تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں"۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے آپ کو دفن فرمایا (اصابہ و حکایات الصحابہ ص۸۱)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر پورا پورا یقین تھا اور ان کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو فرما دیں وہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسی ایمان ویقین کی بنا پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دیں گے اور عطا فرما سکتے ہیں۔ کفار کے نرغے میں کود پڑے اور شہید ہو گئے پھر اگر کوئی شخص یوں کہے کہ جس کا نام محمد ہے کسی بات کا مختار نہیں تو وہ کس قدر جاہل اور گمراہ ہے پس صحابہ کے ایمان کی طرح ہمارا ایمان بھی یہی ہونا چاہیئے کہ ؎

ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

حکایت نمبر ۲۳۲

یقین

اُحد کی لڑائی شروع تھی کہ ایک شخص کھجوریں کھاتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! اگر میں جہاد کروں اور مارا جاؤں تو کہاں جاؤں گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اس شخص نے اسی وقت کھجوریں ہاتھ سے ڈالیں اور تلوار پکڑ کر کفار کے ساتھ جہاد کرنے لگے اور اس حد تک

لڑا کہ شہید ہو گیا۔

(بخاری شریف صد ۵۹۰ جلد ۲)

سبق ، صحابہ کرام علیہم الرضوان جذبۂ جہاد سے معمور تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر وعدے پر ان کا یقین کامل تھا۔

حکایت نمبر ۲۴۳

رات کا پہرہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ شب کو ایک جگہ قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج رات کو حفاظت اور چوکیداری کون کرے گا۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضور علیہ السلام نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا، بتا دی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے، وہاں جا کر انصاری نے مہاجر سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جاتے اور دونوں کی آنکھ

تنگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو وہ اپنے ساتھی کو جگا لے۔ رات کا آدھا پہلا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجر سو گئے۔ انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا۔ اور دور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا۔ اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر تیسرا تیر مارا۔ ہر تیر ان کے بدن میں گھستا رہا اور یہ ہاتھ سے اس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے۔ اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا۔ سجدہ کیا۔ نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ دشمن ایک کی جگہ دو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم کتنے ہوں۔ اور جب ساتھی نے اٹھ کر یہ عالم دیکھا تو مہاجر نے فرمایا۔ سبحان اللہ! تم نے مجھے شروع ہی میں کیوں نہ جگا لیا۔ انصاری نے کہا کہ میں نے سورۂ کہف شروع کر رکھی تھی۔ میرا دل نہ چاہا کہ اسکو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب بھی مجھ کو اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں بار بار تیر لگنے سے مر جاؤں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے۔ وہ فوت ہو جائے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو مر جاتا مگر سورۂ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔

(بیہقی و حکایات الصحابہ صد ۵۳)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ایمان و قرآن کے مقابلے میں جان کی بھی پرواہ نہ کی، اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے ہر ارشاد کی تعمیل میں اپنی جانیں بھی نچھاور کرنے کو آمادہ رہتے تھے اور سے

یہی جذبہ تھا ان مردان غیرت مند پر طاری!
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے پاک بندے اللہ کے حضور کھڑے ہوتے تھے تو تیروں سے لگ جانے کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ایک ہم بھی ہیں جو نماز میں مچھر بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا رہتا ہے۔

حکایت نمبر ۲۳

ایثار

ایک صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا، کہ کسی کے ہاں کھانے کو کچھ ہے؟ معلوم ہوا کہ کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا! کہ کوئی شخص ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول

کرے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! میں مہمانی کروں گا، ان کو گھر لے گئے۔ گھر جاکر اپنی بی بی سے فرمایا! یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہیں۔ ان کے اکرام میں کوئی کسر نہ رہے اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا! خدا کی قسم بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تم بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے سامنے بیٹھ جا دیں گے اور تو چراغ درست کرنے کے بہانے سے اُٹھ کر اسے بجھا دینا تاکہ مہمان یہ نہ دیکھے کہ ہم نہیں کھا رہے کیونکہ اگر اس کو معلوم ہو گیا کہ ہم نہیں کھا رہے ہیں تو وہ اصرار کرے گا کہ ہم بھی ساتھ کھائیں۔ اس طرح پھر وہ بھوکا رہ جائے گا۔ چنانچہ بیوی نے بچوں کو بہلا کر سلا دیا، اور یہ کھانا کھانے بیٹھے اور بیوی نے چراغ درست کرنے کے بہانے سے چراغ بجھا دیا اور سارا کھانا مہمان کو ہی کھلا دیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گذاری۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ایثار پر اللہ تعالیٰ بڑا راضی ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

"اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو"۔ (قرآن کریم پ ۲۸ ع ۴)

خزائن العرفان صفحہ ۸۸، روح البیان صفحہ ۲۸۹ ج ۴

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اخوت ایثار اور ہمدردی کے پیکر تھے اور ان کے ایثار پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہے اور قرآن پاک میں ان کی تعریف فرماتا ہے تو اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں صحابہ سے خوش نہیں اور ان کی تعریف نہیں کرتا تو کیا ایسا شخص گویا یہ نہیں کہہ رہا کہ میں اللہ کی خوشی پر خوش نہیں اور جس کی اللہ تعریف فرماتا ہے میں اس کی تعریف نہیں کرتا سچ ہے ؎

بغض و حسد کا حال یہ ہے جل مرے وہیں
دیکھا کسی کا باغ جو پھولا پھلا ہوا

حکایت نمبر ۲۳۵

پانی کی مشک

غزوہ یرموک میں بہت سے صحابی شہید ہوئے تھے۔ جس وقت شہید حضرات نیم جان دھوپ میں پڑے خون میں لوٹ رہے تھے۔ حضرت ابن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کی مشک کندھے پر اٹھا کر زخمیوں کو پانی پلانے کے لئے تشریف لے چلے۔ ایک طرف سے آواز آئی۔ العطش۔ العطش حضرت ابن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے یہ آواز سنی تو دوڑ کر وہاں پہنچے دیکھا کہ ایک زخمی مسلمان پیاس کے مارے نیم جان ہو رہا ہے۔ چاہا کہ ان کے حلق میں پانی ڈالیں فوراً منہ اپنا زخمی نے بند کر لیا۔ اور یہ کہا کہ اے اللہ کے بندے مجھ سے بھی زیادہ ایک زخمی مسلمان پیاسا آگے پڑا ہے۔ پہلے اُسے پانی پلاؤ۔ تب مجھے پلاؤ۔ ابن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دوسرے زخمی مسلمان کے پاس پہنچے۔ چاہا کہ انہیں پانی پلائیں۔ اس خدا کے بندے نے بھی پانی پینے سے انکار کر دیا اور یہ فرمایا کہ مجھ سے زیادہ ایک اور مسلمان بھائی پیاسا العطش العطش پکار رہا ہے۔ پہلے اُسے پانی پلاؤ۔ حضرت ابن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تیسرے کی خدمت میں پہنچے۔ مگر وہاں تک پہنچنے نہ پائے تھے، کہ وہ پیاسے وصال فرما گئے۔ دوڑ کر واپس آئے تو دیکھا کہ دوسرے پیاسے بھی اللہ کے گھر تشریف لے گئے۔ یہاں سے بھاگے اور اول زخمی کے پاس آئے تو اتنے عرصہ میں وہ پیاسے بھی حوضِ کوثر پر پہنچ چکے تھے۔

(روح البیان صفحہ ۲۸۹ ج ۴)

سبق، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آخیر دم تک بھی اپنے مسلمان بھائیوں کی ہمدردی ترک نہ فرمائی اور ہمیں اس بات کا درس دیا کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا ہمیشہ خیال رکھتا ہے۔

حکایت نمبر ۲۳۶

ست گھرا محلہ

مدینہ طیبہ میں ایک محلہ ست گھرا تھا۔ یہ لوگ بڑے مسکین اور غریب تھے ۔ ہر ایک گھر میں نوبت فاقہ کشی کی تھی۔ ایک دن اتفاقاً ان میں سے ایک گھر میں ایک بکرے کی سری تحفہ آئی باوجود اس بات کے کہ یہ لوگ خود بھوکے اور پیاسے تھے لیکن خیال یہ کیا کہ ہمارا ہمسایہ ہم سے بھی زیادہ بھوکا اور فاقہ سے ہے۔ حیف ہے کہ ہمسایہ بھوکا رہے اور ہم کھائیں، قیامت میں خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اسی وقت وہ بکرے کی سری ہمسایہ کے گھر بھیج دی جب یہ تحفہ دوسرے گھر میں پہنچا وہ بھی اسی طرح خدا ترس تھے۔ ہمسایہ کے حقوق کا خیال کر کے اسے دو وقت کے فاقہ کو بدستور قائم رکھ کر وہ تحفہ تیسرے گھر میں بھیج دیا۔ تیسرے گھر والوں نے اسی جذبہ کے ماتحت وہ تحفہ آگے چوتھے گھر میں بھیج دیا۔ انہوں نے پانچویں گھر۔ انہوں نے چھٹے گھر بھیج دیا اور چھٹے گھر والوں نے بجنسہ ساتویں گھر بھیج دیا۔ یہ ساتویں گھر والے وہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے یہ سری دوسرے گھر میں بھیج دی تھی۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ تحفہ پھرتا پھراتا

پھر ہمارے ہی پاس آگیا ہے تو سمجھے کہ خدا نے یہ حصہ ہمارے ہی نصیب میں لکھا ہے۔ ناچارا سے پکایا، اور تھوڑا تھوڑا سب کو تقسیم کر دیا۔

(روح البیان صفحہ ۲۸۹ جلد ۴)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خود بھوکے رہ کر بھی دوسروں کو کھلایا اور ایثار و ہمدردی کے وہ مظاہرے کئے کہ تاریخ کے اوراق اس قسم کے مظاہروں سے خالی ہیں۔ یہ ہیں وہ پاک لوگ جنہوں نے اپنا حصہ بھی اپنے بھائیوں پر صرف کیا اور ایک آج کل کے وہ لوگ بھی ہیں جن کا دن رات کا یہ ورد ہے کہ

"رام رام جپنا پرایا مال اپنا"

حکایت نمبر ۲۳۷

وفائے عہد

ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربار خلافت سرگرم انصاف و عدل تھا۔ اکابر صحابہ موجود تھے اور مختلف معاملات پیش ہو ہو کر طے ہو رہے تھے کہ ناگہاں ایک خوش رُو نوجوان کو دو نوجوان پکڑے ہوئے لائے اور فریاد کی کہ یا امیر المومنین! اس ظالم سے ہمارا

حق دلوایئے۔ اس لیئے کہ اس نے ہمارے بوڑھے باپ کو مار ڈالا۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور فرمایا! ان دونوں کا دعوےٰ تو سن چکا اب بتا تیرا کیا جواب ہے؟ اس نے نہایت ادب سے واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مجھ سے یہ جرم ضرور ہوا ہے اور میں نے طیش میں آکر ایک پتھر کھینچ کر مارا جس سے وہ ضعیف مرد مر گیا۔ طیش کی وجہ یہ تھی کہ اس نے میرے عزیز از جان اونٹ کو پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تھی جو کہ اس کے باغ میں چلا گیا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تو تجھے اعتراف ہے لہذا اب قصاص کا عمل لازمی ہے اور اس کے عوض تمہیں اپنی جان دینی ہوگی۔ نوجوان نے سر جھکا کر عرض کیا۔ مجھے شریعت کا حکم اور امام کا فتوےٰ ماننے میں کوئی عذر نہیں لیکن ایک بات کی درخواست کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کیا؟ میرا ایک چھوٹا نابالغ بھائی ہے جس کے لیئے والد مرحوم نے کچھ سونا چھوڑا تھا اور میرے سپرد کیا تھا کہ وہ بالغ ہو تو اس کے سپرد کر دوں۔ میں نے اس سونے کو ایک جگہ زمین میں دفن کر دیا اور اس کا حال سوائے میرے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اگر وہ سونا اس کو نہ پہنچا تو قیامت کے دن میں ذمہ دار ہوں گا اس لیئے اتنا چاہتا ہوں کہ تین دن کے لیئے ضمانت پر چھوڑ دیا جائے۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں ذرا

غور فرمایا اور پھر سرِ انور اٹھا کر ارشاد فرمایا ! اچھا تمہاری ضمانت کون دیتا ہے ؟ کہ تو تین دن کے بعد تکمیل قصاص کے لئے واپس آجائے گا۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر اس نوجوان نے چاروں طرف دیکھا اور حاضرین مجلس کے چہروں پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا یہ میری ضمانت دے دیں گے۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ کیوں ابوذر ! تم ضمانت دیتے ہو ؟ انہوں نے فرمایا بے شک میں ضمانت دیتا ہوں کہ یہ نوجوان تین دن کے بعد حاضر ہو جائے گا۔

یہ ایک جلیل القدر صحابی کی ضمانت تھی۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہو گئے اور ان دونوں مدعی نوجوانوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی اور وہ شخص چھوڑ دیا گیا۔

اب تیسرا دن تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربار بدستور قائم ہوا۔ تمام صحابہ جمع ہوئے وہ دونوں مدعی بھی آئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے اور وقت مقررہ پر مجرم کی انتظار کرنے لگے۔

وقت گذرتا جاتا تھا اور اس مجرم کا کچھ پتہ نہ تھا۔

مدعیوں نے کہا : ابوذر ! ہمارا مجرم کہاں ہے۔ انہوں نے کمال استقلال سے جواب دیا، اگر تیسرے دن کا وقت مقررہ گزر

گیا اور وہ نہ آیا تو خدا کی قسم میں اپنی ضمانت پوری کروں گا۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنبھل بیٹھے اور فرمایا اگر وہ نہ آیا تو ابو ذر کی نسبت وہی کارروائی کی جائے گی جس کی شریعت اسلامیہ متقاضی ہو گی۔

یہ سنتے ہی صحابہ کرام میں تشویش پیدا ہوئی۔ بعض آبدیدہ اور بعض کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ مجبور ہو کر لوگوں نے ان نوعمر مدعیوں سے کہنا شروع کیا کہ تم خون بہا قبول کر لو انہوں نے انکار کیا کہ ہم خون کے بدلے خون ہی چاہتے ہیں۔ غرض لوگ اسی پریشانی میں تھے کہ ناگہاں وہ مجرم نمودار ہوا، مگر اس حالت میں کہ پسینے میں شرابور تھا، اور سانس پھولی ہوئی تھی وہ آتے ہی حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آیا اور خندہ پیشانی سے سلام عرض کیا اور کہا۔

"میں نے اس بچے کو اس کے ماموں کے سپرد کر دیا اور اس کی جائیداد انہیں بتادی۔ اب جو خدا اور رسول کا حکم ہے بجا لائیں، میں حاضر ہوں"۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، امیر المومنین! خدا کی قسم میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے مگر اور سب کو چھوڑ کر مجھے اس نے اپنا ضامن بنا لیا تو مجھے انکار کرنا مروت کے خلاف معلوم ہوا۔ اس کے بشرے نے یقین دلایا کہ یہ شخص اپنے عہد میں سچا ہوگا اس لئے ضمانت دے دی۔

اس مجرم نوجوان نے عرض کیا۔ میں حضرت ابو ذر کا شکریہ ادا کرتا

ہوں۔ ہیں اگر نہ آتا تو ایسا کر سکتا تھا۔ مگر ایک مسلمان اپنے عہد کو بہرحال نبھاتا ہے اور وہ کبھی عہد کو نہیں توڑتا۔

اس کے آپہنچنے سے حاضرین میں ایک معمولی جوش پیدا ہو گیا۔ حتےٰ کہ ان نوعمر مدعیوں نے خوشی میں آکر عرض کیا۔

امیرالمومنین! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا۔

سب کی طرف سے ایک نعرۂ مسرت بلند ہوا، اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ مارے خوشی کے چمکنے لگا اور فرمایا، مدعی نوجوانو! تمہارے باپ کا خون بہا میں بیت المال سے ادا کردوں گا اور تم اپنی اس نیک نفسی کے ساتھ فائدہ بھی اٹھاؤ گے۔ ان دونوں نے عرض کیا۔ حضور اب ہمیں کچھ لینے کا حق نہیں اور نہ کچھ لیں گے۔

الغرض اس عجیب وغریب وفائے عہد کا واقعہ اس مسرت وشادمانی پر ختم ہوا۔

(مغنی الواعظین ص۴۷۹)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان مروت اور نیک سلوک فرمانے والے اور اپنے عہد کے پکے اور پورا کرنے والے تھے جان دینے کا سوال تھا۔ مگر کیا مجال کہ جان بچانے کے لئے عہد کو توڑ دیتے چنانچہ اپنے وعدے کے مطابق پہنچ گئے۔ ایک وہ بھی پکے اور عہد کے سچے مسلمان تھے اور ایک آج کل کے مسلمان بھی ہیں جن کا وعدہ کے متعلق یہ خیال ہے کہ

وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا

حکایت نمبر ۲۳۸

ہرقل کے دربار میں

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں شام کی لڑائی میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی صحابہ کرام سمیت عیسائیوں نے گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں کو اس کا بڑا رنج ہوا اور امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاہ ہرقل کو حسب ذیل خط لکھا۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اِلٰى هَرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاِذَا وَصَلَ اِلَيْكَ كِتَابِىْ فَابْعَثْ اِلَىَّ بِالْاَسِيْرِ الَّذِىْ عِنْدَكَ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حُذَافَةَ فَاِنْ فَعَلْتَ رَجَوْتُ لَكَ الْهِدَايَةَ وَاِنْ اَبَيْتَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ بِرِجَالٍ وَاَىَّ بِرِجَالٍ رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اِمَامِ الصَّلٰوةِ الخ

یہ خط اللہ کے بندے کی طرف سے جس کا لقب امیرالمومنین ہے بادشاہ روم کے نام۔ اے شاہِ ہرقل! جس وقت میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے اسی وقت عبداللہ

بن حذافہ کو جو تیرے پاس قید ہے چھوڑ دے اگر تو ایسا کرے گا تو تیرے لیے بہتر ہوگا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو یاد رکھ! میں ایسا لشکر تیری طرف بھیجوں گا۔ جس لشکر کے سپاہیوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ ایسے باخدا اور ذاکر بندے ہوں گے کہ کسی وقت گھر میں یا بازار میں تجارت کرتے، یا سودا خریدتے وقت ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے سے غافل نہیں رہتے۔"

جب یہ خط شاہِ روم کو ملا تو اس نے حضرت عبداللہ کو ان کے ساتھیوں سمیت طلب کیا اور حضرت عبداللہ سے پوچھا۔

شاہ روم: تمہارا نبی عربی سے یا عمر فاروق سے کیا رشتہ ہے؟

حضرت عبداللہ: وہ ہمارے رسول ہیں اور یہ ہمارے امیر"۔

شاہ روم: تم اگر عیسائیت قبول کر لو تو ہم کسی بڑے گھرانے کی لڑکی تمہارے ساتھ بیاہ دیں گے اور کوئی بڑا عہدہ بھی دے دیں گے۔

حضرت عبداللہ! میں ہرگز ہرگز دین محمدی ترک نہیں کر سکتا۔

شاہ روم: (ایک بیش قیمت ہار منگوا کر سامنے کرتے ہوئے) دیکھو یہ ہار تمہیں دے دوں گا اور بہت سے غلام بھی دوں گا بولو کیا ارادہ ہے؟

حضرت عبداللہ! اے ہرقل اگر تو اپنا سارا ملک بھی دیدے تو اسلام کے بدلے ہرگز قبول نہ کروں گا۔

شاہ روم، اچھا تو پھر مرنے کو تیار ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ : اے ہرقل! تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو بھی اسلام نہ چھوڑوں گا۔

شاہ روم : اچھا تم عیسائیت قبول نہ کرو۔ صرف اتنا کرو کہ صلیب کو سجدہ کر لو تو میں تجھے ان سب ساتھیوں کے سمیت چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ : ہمارے رسول نے ہمیں اللہ کا یہ حکم سنایا ہے کہ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو بلکہ سجدہ کرو اللہ کو جس نے سورج چاند کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم خاص اللہ کی عبادت کرنے والے ہو۔

شاہ روم : اچھا تھوڑی سی شراب ہی پی لو میں ابھی چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ : میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شراب کے پینے سے۔

شاہ روم : تمہیں ضرور شراب بھی پینا پڑے گی اور خنزیر کے کباب بھی کھانا پڑیں گے۔

پھر شاہ روم نے حکم دیا کہ اس شخص کو قید خانہ میں تنہا قید کر دو اور اس پاس شراب اور خنزیر کے کباب رکھ دو۔ سوائے اس کے اور کوئی چیز کھانے کو نہ دو۔ بھوک سے تنگ آ کر خود بخود یہ چیزیں کھائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین روز تک برابر ایک مکان میں قید رکھا پھر چوتھے دن دربار میں طلب کیا اور قید خانہ کے محافظوں سے پوچھا کہ

اس نے کچھ کھایا پیا؟ محافظ نے کہا کہ وہ سب کچھ اسی طرح رکھا ہے۔ اس نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ شاہ روم نے حضرت عبداللہ سے پوچھا۔

شاہ روم: تم نے انہیں کیوں استعمال نہیں کیا؟

حضرت عبداللہ: محض اللہ کے خوف سے۔

شاہ روم: مگر جب جان جانے کا خطرہ ہو تو تمہارے مذہب میں حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے پھر تم نے انہیں کیوں استعمال نہ کیا؟

حضرت عبداللہ: مگر میں وہ کام کیوں کروں جس سے ایک کافر کی خوشی ہو جائے اور خدا ناراض ہو جائے۔

شاہ روم: (اپنا پیر آگے کرتے ہوئے) اچھا اگر رہائی چاہتے ہو تو صرف اتنا کرو کہ میرے اس پیر کے آگے جھک جاؤ۔

ع اگر جاں کو بچانا ہے تو جھک جا پیر کے آگے

حضرت عبداللہ: ع مسلماں ہوں یہ سر جھکتا نہیں ہے غیر کے آگے

شاہ روم: اچھا تو تو میرے ماتھے کو ایک بوسہ ہی دے دو۔ میں تمہیں اور تمہارے اسی بھائیوں کو فوراً چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ: مجھے یہ منظور ہے۔ چنانچہ آپ نے بادشاہ کے ماتھے کو ایک بوسہ دے دیا جیسے اہل عرب کی عادت تھی کہ ملاقات کے وقت اپنے دوست کے ماتھے پر بوسہ دیا کرتے تھے شاہ ہرقل نے حضرت عبداللہ اور اسی مسلمانوں کو رہا کر دیا اور

بہت کچھ سامان دے کر رخصت کیا۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں میں واپس پہنچے تو سب بہت خوش ہوئے اور بعض صحابہ نے خوش طبعی سے کہا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے ایک کافر کے ماتھے پر بوسہ دیا تو آپ نے فرمایا: بیشک! لیکن اس بوسہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسّی مسلمانوں کی جانیں قید اور موت سے بچ گئیں۔

(اسد الغابہ و سیرۃ الصالحین صہ ۴۹)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس قدر پکا ایمان تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصیبت ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ لاسکی۔ اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کہ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَاِنْ حُرِّقْتَ اَوْ قُتِلْتَ یعنی ہرگز شرک نہ کرنا خواہ تم آگ میں جلائے جاؤ یا قتل کیے جاؤ! پر کامل طور پر عامل تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جان پر بن آنے کے وقت بھی انہوں نے شراب و کباب کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ تاکہ ایک کافر خوش نہ ہو جائے پھر آج کل وہ مسلمان جو غیر مسلموں کی دعوتیں کرتے اور ان کے ساتھ کھاتے اور ان کو خوش کرنے کے لیے شرابیں پیتے ہیں کس قدر ناعاقبت اندیش اور غافل ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے بھائیوں کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے جو ہرقل کے ماتھے پر بوسہ دینا منظور کر لیا۔ وہ صرف اس لیے کہ اسّی مسلمانوں کی جان بچ

جاتے۔ اور ان کے پاس اس بوسہ کا معقول عذر تھا۔ پھر آج جو آئے دن کفار کی ناجائز اتباع، کفار کے رسم ورواج کی پابندی اور بدمذہبوں سے مصافحے کرنا اور رواداری سمجھنا ہمارا شیوہ ہو چکا تھا۔ سوچا! ایسے افراد کے پاس کون سا عذر موجود معقول ہے ؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دنیائے کفر پر وہ رعب ودبدبہ طاری تھا کہ آپ کا خط پاتے ہی شاہ روم نے کسی نہ کسی بہانے مسلمانوں کو رہا کر دینا ہی مناسب سمجھا۔

حکایت نمبر ۲۳۹

بیش قیمت موتی

شام کی لڑائی میں ہرقل شاہ روم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ اسی صحابہ کرام کو قید کر لیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرقل کے نام ایک خط لکھا جس میں ہرقل کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو رہا کر دے ورنہ اس پر چڑھائی کر دی جائے گی۔

شاہ روم نے یہ خط پا کر مسلمانوں کو رہا کر دیا اور رخصت کے وقت بہت سے بیش قیمت موتی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجے۔ جب وہ تحفہ مدینہ منورہ میں حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ان کی قیمت کو اہل مدینہ کے جوہریوں سے جانچ کرایا۔ جوہریوں نے بتایا کہ ان کی قیمت زیادہ ہے اس سے کہ جو کوئی کچھ لگائے۔ صحابہ کرام نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ہرقل نے یہ تحفہ آپ کو بھیجا ہے آپ کو مبارک ہو۔ یہ ہدیہ ہے۔ آپ ہی قبول فرما لیجئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تمہاری اجازت سے یہ موتی میرے لئے کس طرح درست ہو سکتے ہیں جب تک سارے جہان کے مسلمان اجازت نہ دیں۔ بتاؤ پھر کس طرح مجھے اجازت مل سکتی ہے۔ ان مسلمانوں سے جو ابھی تک ماں کے پیٹ میں ہیں اور عمر میں اتنی طاقت نہیں کہ جو قیامت کے دن ان بچوں کی حق تلفی کی جواب دہی کر سکے۔ پھر حکم دیا کہ ان موتیوں کو فروخت کیا جائے اور اس کا روپیہ بیت المال میں داخل کیا جائے۔

(سیرۃ الصالحین صد ۱۵)

سبق؛ صحابہ کرام علیہم الرضوان کمالِ تقویٰ کے مالک تھے اور دنیا کی ہر بیش قیمت چیز بھی انہیں اپنے مسلک سے نہ ہٹا سکتی تھی اور وہ عاقبت کے پیش نظر دنیا کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ فرماتے تھے۔ پھر وہ لوگ جو ایک ایک پیسے کی خاطر دین وایمان ترک کر دینے کے عادی ہوں۔ اگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی پر (معاذ اللہ) کوئی اعتراض کریں تو وہ کس قدر ظالم اور گمراہ ہیں۔

حکایت نمبر ۱۴۲

مجاہدانہ جواب

قریش مکہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لیے جب جنگ بدر کی بنیاد ڈالی تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشاد فرمایا کہ دشمن لڑنے پر آمادہ ہے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے مہاجرین نے جواب دیا۔ یارسول اللہ! آپ وہی کریں جس بات کا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کہیں گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ "یعنی جا تو اور تیرا رب دونوں جا کر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔"

یارسول اللہ! ہم حضور کے نام پر قربان ہو جانے کو تیار ہیں۔ انصار نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے، اگر آپ ہمیں دریا میں کود جانے کو ارشاد فرمائیں گے تو ہم اس میں کود جائیں گے یارسول اللہ! آپ ہم سے مشورہ کیوں طلب فرماتے ہیں؟ ہم بے وفائی کرنے والے نہیں ہیں ؎

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا
نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں!
جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کا یہ مجاہدانہ جواب پاکر بڑے خوش ہوئے۔

(تاریخ اسلام و مدارج النبوۃ صہ۲۵ جلد ۲)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جانثار اور رفیق تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہو جاتے تھے اور ہر موقعہ پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و رفاقت کا مظاہرہ فرمایا اور کسی وقت بھی انہوں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی نہیں کی۔ وہ پاک لوگ گویا اس شعر کے مصداق تھے ؎

مہر و وفا میں یار نے جب امتحاں لیا
سب عاشقوں میں نمبر اوّل ہمیں رہے

پھر اگر کوئی جفاکاران باوفا حضرات کی وفا پر کسی قسم کا شک و شبہ کرے تو اسے یہ رباعی کیوں نہ سنائی جائے کہ

حاسد کے لئے دوزخ اس کا سینہ
جلتی ہے جہاں آتشِ بغض و کینہ

دل صاف ہو حاسد کا ہے مشکل ارشاد
کب صاف دھوئیں میں رہا ہے آئینہ

حکایت نمبر ۲۴۱

محمدؐ کی دہائی

مدینہ منورہ کے ایک بازار سے ایک دیہاتی عورت گذر رہی تھی کہ چند یہودی اوباشوں نے اس پر دست درازی شروع کر دی وہ بیچاری ان کی ناجائز حرکتوں کو دیکھ کر گھبرائی اور ڈرے

نہ حفظ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی
تو اس مظلوم عورت نے محمدؐ کی دہائی دی
پکاری کیا نہیں غیرت کسی انساں کے سینے میں
کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمدؐ کے مدینے میں

اس عورت کی یہ فریاد ایک مسلمان کے کانوں میں پڑی اور وہ دوڑا ہوا مدد کرنے وہاں پہنچ گیا۔ اور ان یہودیوں سے لڑنے لگا حتیٰ کہ اس عورت کی عزت بچانے کی خاطر خود شہید ہو گیا۔

(تاریخ اسلام صفحہ ۱۵۷ جلد ۱)

سبق: مسلمان بڑا غیور اور شجاع ہے اور وہ بے حیائی، فحاشی اور بے شرمی کے ہر کام کے خلاف سینہ سپر ہو جاتا ہے۔

حکایت نمبر ۲۴۲

دو ننھے مجاہد

جنگ بدر میں جب نور و ظلمت، کفر و اسلام کا معرکہ شروع تھا اور ابو جہل اپنے لشکر کو مسلمانوں سے لڑا رہا تھا۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل کی تمنا تھی کہ میں کسی طرح اس سرگردہ کفار ابو جہل کو قتل کر دوں۔ مگر موقع نہ پا سکا۔ اسی تمنا میں تھا کہ میرے دائیں بائیں دو ننھے مجاہد (معاذ و معوذ دو سگے بھائی) تلواریں لئے آ کھڑے ہوئے۔

ابھی نو عمر ننھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رو معصوم تصویریں!
بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

ان دونوں ننھے مجاہدوں نے آتے ہی پوچھا تو کیا؟ فرماتے ہیں کہ

نہایت رازداری سے نشان بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتہ پوچھا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا: بچو! اس بے دین سے تمہارا کیا کام ہے؟ تو بولے۔

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

فرماتے ہیں۔ میں ان کی جرأت پر حیران و ششدر رہ گیا اور پھر ان کی شہادت کے خیال سے تڑپ کر رہ گیا مگر ان بچوں کا جواب یہ تھا کہ بیشک موت سامنے ہے سے

مگر عشاق اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے!!
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! بچو! ابو جہل تک تمہاری رسائی کیسے ہوگی کہ سے

حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ

بچوں نے کہا،

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

آخر حضرت عبدالرحمٰن نے ابو جہل کا نشان بتایا، تو سے

خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پرجوش تکبیریں

ابوجہل سیہ رو پہ نگاہیں گاڑ کے دوڑے
قریشی فوج کے دل بادلوں کو پھاڑ کر دوڑے

یہ دونوں ننھے مجاہد ابوجہل پر جا جھپٹے، ابوجہل نے بچنے کی ہزار کوشش کی۔ مگر اسے ننھے مجاہدوں کے ہاتھوں فی النار ہونا ہی تھا۔ دو ننھی ننھی تلواریں بے دین پر ایسی پڑیں کہ گھوڑے سمیت زمین پر آکر گرا۔ اور دم توڑنے لگا۔ کفار نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو ان دونوں معصوم بچوں پر لشکر ٹوٹ پڑا۔ مگر اللہ رے عشق مصطفےٰ کہ ان ننھے مجاہدوں نے جی نہ ہارا۔ بہت سے کافروں کو فی النار کر کے پہلے حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جاتے ہیں اور دوسرے بھائی حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا کفار میں رہ جاتے ہیں۔ لڑتے لڑتے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بازو کٹ جاتا ہے اور ایک تسمہ سا باقی رہ جاتا ہے جس سے بازو لٹک کر رہ گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار دوسرے ہاتھ میں لے کر لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر کٹا ہوا ہاتھ ایک تسمہ رہ جانے کی وجہ سے لٹکتا ہوا تلوار چلانے میں مخل جو نظر آیا۔ تو اللہ کی رحمتیں اس ننھے مجاہد کی ہمت و جرائت پر کہ اس ہاتھ کو اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا اور اس تسمہ کو بھی توڑ کر ہاتھ الگ پھینک دیا اور پھر اطمینان سے لڑنے لگا۔

(مدارج النبوۃ ص۶۵ جلد ۲)

سبق ، بڑے بڑے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ جو کمسن صحابی تھے ۔ اللہ کی راہ میں قربان ہو جانے کا جذبہ ان میں بھی بدرجہ اتم موجود تھا اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے انہیں اس قدر پیار تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات سننا ان کے لیے ناگوار تھا اور اللہ و رسول کی محبت کے درمیان وہ جس چیز کو حائل دیکھتے اُسے فی الفور الگ کر دیتے تھے ۔ چاہے ان کا وہ بازو ہی کیوں نہ ہو اور ان کا یہ ایمان تھا کہ ؎

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا !
پدر ، مادر ، برادر ، جان ، مال ، اولاد سے پیارا

حکایت نمبر ۲۴۳

اعرابی کا گھوڑا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا ۔ وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا ۔ جو مسلمان آتا ۔ اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے لیے ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے ۔ ہر مسلمان یہی کہتا مگر گواہی کوئی نہ دیتا ۔ اس لیے کہ کسی کے سامنے یہ واقعہ نہ تھا ۔ اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ آگئے۔ اور گفتگو سنکر بولے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے اپنا گھوڑا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے خزیمہ! تم موجود تھے ہی نہیں پھر تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کیا، یا رسول اللہ آپ ہمیں آسمان کی خبریں سناتے ہیں اور ہم بغیر دیکھے کہ آپ کی زبانِ حق ترجمان پر یقین کر کے ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر یہ خبر جو زمین کی ہے۔ اس کی تصدیق کیوں نہ کروں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے اور اس کے انعام میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی دو مردوں کے برابر فرما دی اور فرمایا۔ خزیمہ جس کسی کے نفع و ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی گواہی کافی ہے۔

(ابوداؤد صد ۱۴۲ جلد نمبر ۳)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ارشاد کی تصدیق کی اور ان کا ایمان تھا کہ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ارشاد ہوتا ہے۔ حق ہی ہوتا ہے۔ اور اس زبان سے کبھی خلاف واقعہ بات نکل ہی نہیں سکتی۔ پھر اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ ہی کے متعلق یوں کہنے لگے کہ وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے تو وہ کس قدر ظالم اور جھوٹا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختار اور احکام شریعت کے مالک ہیں۔

کسی حکم سے جسے چاہیں مستثنےٰ فرمالیں۔ چنانچہ قرآن کا حکم یہ ہے کہ
وَ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (پ ۲۸ ع ۱۷) اور اپنے میں
دو ثقہ کو گواہ کر لو"۔ اس حکم قرآن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنےٰ فرما دیا اور ان کی اکیلے ہی کی گواہی
کو دو مردوں کی گواہی کے برابر فرما دیا۔ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم شارع اور مالک و مختار ہیں۔

حکایت نمبر ۱۴۴

نرالی سزا

ایک صحابی سے رمضان شریف کے مہینہ میں روزہ ٹوٹ گیا۔ وہ
بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی! یا رسول اللہ! میں نے رمضان
میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔ میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایئے اب میں کیا کروں؟
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! غلام آزاد کر سکتے ہو؟ عرض
کیا نہیں یا رسول اللہ! فرمایا! لگاتار دو مہینے روزے رکھ سکتے ہو؟
عرض کی نہیں یا رسول اللہ! فرمایا! ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟
عرض کی۔ یا رسول اللہ! یہ بھی نہیں کر سکتا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے کچھ کھجوریں ہدیۃً حاضر کیں۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے وہ ساری کھجوریں اس شخص کو دے دیں اور فرمایا انہیں خیرات کر دے۔ تمہارا کفارہ ہو جائے گا۔ وہ بولا یا رسول اللہ! مدینہ بھر میں میرے برابر کوئی محتاج نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندانِ مبارک آشکار ہوئے اور پھر فرمایا!

اِذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ۔ جا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(بخاری شریف صہ ۳۶ جلد نمبر ۱)

سبق! کسی صحابی سے بتقاضائے بشریت اگر کوئی لغزش واقع ہوئی بھی تو فوراً اس کا تدارک فرماتے۔ بے پرواہی سے کام نہیں لیتے تھے۔ اور معافی کے لئے وہ بارگاہ نبوی ہی میں حاضر ہوتے۔ اس لئے کہ انکا ایمان یہ تھا کہ خوشنودی اسی درپاک سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ ایمان تھا کہ ہمارے حضور مالک و مختار ہیں اور شریعت انہیں کے ارشاد کا نام ہے۔ اسی لئے تو حضور کے فرمانے پر کہ غلام آزاد کر سکتا ہے، دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ سکتا ہے، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ وہ صحابی یہی فرماتے رہے کہ نہیں یارسول اللہ اگر یہ ان کا ایمان تھا کہ حضور کفارہ کی ان تینوں قسموں کے سوا اگر چاہیں تو میرے لئے کوئی چوتھی قسم کا کفارہ بھی ارشاد فرما سکتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے مختار ہونے پر اپنی مہر تصدیق یوں ثبت فرما دی کہ اچھا جاؤ تمہارے لئے ہم کفارہ یہ مقرر فرماتے ہیں کہ بجائے کچھ

دینے کے لے جاؤ۔ اور پھر جب اس صحابی نے یہ عرض کیا کہ مدینہ بھر میں میرے برابر کوئی محتاج نہیں تو یوں فرمایا کہ اچھا جاؤ خود ہی کھالو۔ تمہارا کفارہ ہو جائے گا گویا جہاں سارے مسلمانوں کے لئے روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا متواتر ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے وہاں صرف اس صحابی کے لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفارہ یہ مقرر فرمایا کہ تمہارا کفارہ یہ ہے کہ تم بجائے کچھ دینے کے ہماری جناب سے لے جاؤ اور بجائے کسی پر خرچ کرنے کے خود ہی کھا بھی لو۔ یہ ہے سرکار مدینہ کی بارگاہ بیکس پناہ سے

یہ وہی ہیں جو بخش دیتے ہیں
کون اس جرم پر سزا نہ کرے

پھر جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مالک و مختار ہونے پر شبہ کریں کس قدر ناواقف ہیں۔

حکایت نمبر ۲۵۴

سونے کی انگوٹھی

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بہت سا غنیمت کا مال حاضر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے تقسیم فرما رہے

تھے جب سارا مال آپ بانٹ چکے تو ایک سونے کی انگوٹھی بچ گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نظر مبارک اٹھا کر صحابہ کرام کو دیکھا، اور پھر نظر مبارک نیچی کر لی۔ پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ مبارک نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ حضرت براء حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ براء بیٹھ گئے حضور نے انگوٹھی لے کر حضرت براء کی کلائی تھام لی اور پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ رسول پہنا تے ہیں۔ حضرت براء نے وہ انگوٹھی پہن لی۔ اس کے بعد دوستوں نے حضرت براء سے فرمایا۔ اے براء تم یہ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ سُنکر جواب دیا کہ جو انگوٹھی مجھے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما کر "پہن لے" پہنائی ہے۔ میں کیوں نہ پہنوں۔

(ابن ابی شیبہ۔ الامن والعلےٰ ص۱۶۸)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی شریعت ہے وہ جس چیز سے روک دیں وہ ناجائز ہے اور وہ جس کسی کو کسی چیز کی اجازت دے دیں اس کے لیے وہ جائز ہے۔ چنانچہ سونے کی انگوٹھی اور سارے مسلمانوں کے لئے تو حرام اور صرف حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جائز۔ اسی لیے حضرت براء وہ انگوٹھی پہنتے رہے۔

حکایت نمبر ۲۴۶

سردارِ ہوازن

غزوہ حنین میں جب مشرکین بھاگ گئے تو اس لڑائی میں قبیلہ ہوازن کے سردار مالک بن عوف بھی بھاگ گئے اور طائف میں جاکر پناہ گزین ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالک بن عوف اگر ایمان لاکر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل و مال اسے واپس دے دیں گے۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہل و مال انہیں واپس دے دیئے اور سو اونٹ اپنے خزانۂ کرم سے عطا کئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر رحمت کا جوش ملاحظہ فرما کر حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر یہ قصیدہ عرض کیا۔

مَا اِنْ رَأَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ
فِی النَّاسِ کُلِّهِمْ کَمِثْلِ مُحَمَّدٍ
اَوْفٰی وَ اَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ لِمُجْتَدٍ
وَمَتٰی تَشَا یُخْبِرْكَ عَمَّا فِیْ غَدٍ

بیں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل کوئی نہ دیکھا نہ سنا۔ حضور سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے زیادہ فزوں تر سائل کو کثرت کے ساتھ عطا فرمانے والے ہیں اور جب تو چاہے حضور کل کی خبر بتا دیں''۔

(اصابہ صد ۳۵۲ والامن والعلے صد ۲۰۳)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی بھی نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانگنے والوں کے لئے داتا ہیں اور حضور کل کی بات کو بھی جاننے والے ہیں پھر اگر کوئی شخص حضور کو اپنی مثل بشر کہے یا یوں کہے کہ حضور کچھ نہیں دے سکتے۔ یا یوں کہے کہ حضور کو آئندہ کی بات کا اور غیب کا کوئی علم نہ تھا۔ وہ کسقدر جاہل اور صحابہ کرام کے عقیدہ کا مخالف ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شعروں میں نعت خوانی کرنا بدعت نہیں بلکہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔

حکایت نمبر ۲۴

کمالِ عدل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر تھے۔ ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادہ نے ایک مصری شخص کے ساتھ دوڑ کی تو وہ مصری شخص آگے نکل گیا۔ صاحبزادے کو غصہ آیا اور وہ اس مصری شخص کو کوڑے مارنے لگے۔ مصری اس ظلم کی فریاد لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فریاد کی کہ مجھے گورنر کے بیٹے نے ناحق کوڑے مارے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان نافذ کیا کہ عمرو بن العاص اپنے بیٹے کے ہمراہ حاضر ہوں۔ چنانچہ فرمان فاروقی پاکر گورنر معہ بیٹے کے حاضر ہوئے۔ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصری کو حکم دیا کہ کوڑا لے، اور اپنے مارنے والے کو مار۔ اس نے بدلہ لینا شروع کیا اور فاروق اعظم فرماتے جاتے مارو اس کو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے اس قدر مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش اب ہاتھ اٹھالے۔ جب مصری فارغ ہوا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اب یہ کوڑا عمرو بن عاص کی چندیا پر رکھ۔ یعنی یہ وہاں کے حاکم تھے۔ انہوں نے کیوں نہ دادرسی کی اور بیٹے کا کیوں لحاظ کیا۔ مصری نے عرض کیا یا امیرالمومنین! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا۔ اس سے بدلہ میں لے چکا۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم لوگوں نے بندگان خدا کو کب سے اپنا غلام بنا لیا۔ حالانکہ وہ

ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص نے عرض کی۔ یا امیر المومنین نہ مجھے خبر ہوئی نہ یہ شخص میرے پاس فریادی آیا تو فاروقِ اعظم نے انہیں معاف فرما دیا۔

(الامن والعلیٰ صد ۲۴۵)

سبق: صحابہ کرام علیہم رضوان کے عہد میں ہر مظلوم کی فریاد سُنی جاتی تھی اور ظالم چاہے گورنر کا بیٹا ہی کیوں نہ ہوتا۔ اُسے سزا مل جاتی تھی اور ہر شخص آزادی سے بہرہ ور تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ عدل و انصاف کے بادشاہ تھے اور آپ کی ذات والا صفات پر ساری امت کو بجا طور پر فخر و ناز ہے ؎

حسن در عالم پستی سرِ رفعت اگر داری
بیا فرق ارادت بر درِ فاروق اعظمؓ سا

حکایت نمبر ۲۴۸

خدا کی امانت

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر سفر میں تھے کہ آپ کی غیر حاضری میں آپ کے لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب

گھر واپس آئے تو پوچھا کہ لڑکا کیسا ہے؟ آپ کی بیوی ام سلیم نے جواب دیا۔ آرام میں ہے، یہ کہہ کر ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے کھانا رکھا۔ جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو ام سلیم بولی کہ ایک مسئلہ تو بتایئے میرے پاس اگر کسی نے کوئی امانت رکھی ہو اور کچھ دنوں کے بعد وہ شخص اپنی امانت واپس طلب کرے تو کیا مجھے واپس دے دینا چاہیئے یا نہیں؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے فوراً واپس دے دینا چاہیئے۔ ام سلیم نے کہا، اور واپس دیکر اس کا کوئی رنج و غم تو نہیں کرنا چاہیئے۔ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے نہیں۔ وہ بولی، تو پھر سنیئے ہمارا لڑکا جو خداوند کریم نے ہمیں امانت دی تھی وہ واپس لے لی ہے اور لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب صبر کیجیئے گا۔ ابو طلحہ نے یہ سنکر صبر کیا، اور رات گزارنے کے بعد صبح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ آج رات تمہارے لیئے بابرکت کرے۔ چنانچہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا نے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ جب پیدا ہوا تو ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ عبد اللہ جب تک زندہ رہا حضور کے ہاتھ مبارک پھیرنے کی جگہ یعنی پیشانی بہت نورانی اور روشن نظر آتی تھی (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۸۵۵)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان مرد اور عورتیں سبھی اللہ کی رضا پر راضی تھے اور ان کے منہ سے کبھی کوئی خلاف شرع آواز نہ نکلتی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبت کے وقت اپنا دکھ درد بیان کرنے کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں سے مستفید ہوتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ خود نور ہیں بلکہ نور عطا فرمانے والے بھی ہیں ؎

جو بھی آتا ہے لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

حکایت نمبر ۲۴۹
خون مبارک

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پچھنیاں لگوائیں اور جو خون مبارک نکلا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ اسے گرا آؤ۔ وہ صحابی خون مبارک کو لے کر ایک دیوار کے پیچھے گئے اور دائیں بائیں دیکھ کر اس خون مبارک کو پی گئے اور جب واپس آئے تو حضور نے فرمایا۔ اس خون کو کیا کر آئے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ!

اسے دیوار کے پیچھے غائب کر آیا ہوں۔ فرمایا! لیکن کس جگہ؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے آپ کا خون مبارک زمین پر گرانا یا زمین میں دبانا بہت گراں معلوم ہوا کہ حضور کے خون اقدس کی بے ادبی نہ ہو اور کسی کا پاؤں اوپر نہ آجائے۔ اس لئے میں نے تو اسے پی لیا ہے۔ حضور نے فرمایا! اِذْهَبْ اَحْرَزْتَ نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ جا تو نے اپنے آپ کو دوزخ سے بچا لیا۔

(انوار المحمدیہ صفحہ ۱۴۰)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے حد ادب واحترام تھا اور اسی ادب واحترام کے پیش نظر وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون مبارک پی گئے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پی جانے کا ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ معلوم ہوا کہ جو کام حضور کے ادب واحترام کے پیش نظر کیا جائے وہ اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ بھی فرمایا ہو تو وہ بھی اچھا، اور دوزخ سے بچا لینے والا ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بے مثل اور ممتنع النظیر ہے ایک ہمارا خون بھی ہے کہ کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو کپڑا اور جسم ناپاک ہوجاتا ہے اور ایک وہ خون مبارک بھی ہے کہ جس جسم سے لگ گیا وہ جہنم سے آزاد ہوگیا۔

حکایت نمبر ۲۵۰

نابینا صحابی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا صحابی حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! دعا فرمایئے! میں اچھا ہو جاؤں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اگر چاہو تو یہ بات مؤخر کر دوں اور اگر چاہو تو ابھی دعا کروں۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! ابھی دعا فرمایئے حضور نے فرمایا! اچھا تو یوں کرو۔ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ اور یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ

"الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کی توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو، الٰہی انہیں میرا شفیع کر! ان کی شفاعت

میرے حق میں قبول کر۔ (ابن ماجہ صنا)

چنانچہ اس نابینا صحابی نے ایسا ہی کیا اور راوی کہتے ہیں کہ وہ یوں اچھے ہو گئے جیسے کبھی نابینا تھے ہی نہیں۔

(حاشیہ ابن ماجہ صفحہ مذکور)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان مصیبت کے وقت ازالۂ مصیبت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنا یا محمد کا نعرہ لگانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حرف ندا سے پکارنا شرک ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تعلیم ہے اور حضور نے خود سکھایا ہے کہ دعا مانگو، تو میرے وسیلے سے اور مجھے پکار کر مانگا کرو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رہ کر یا الگ ہو کر۔ قریب ہو کر یا دور رہ کر ہر حالت میں "یا محمد" کہہ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اس نابینا صحابی کو جو یہ دعا سکھائی تو اس میں یہ بات نہیں فرمائی کہ نماز پڑھ کر دعا کا اوپر کا ٹکڑا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا اور اس کے بعد پھر میرے پاس آکر "یا محمد" سے آخر تک عرض کرنا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اور آپ سے استمداد اور نعرہ رسالت یہ سب باتیں بڑی اچھی اور موجب اجابت دعا اور باعث صد برکات ہیں اور صحابہ کرام کا ان پر عمل تھا۔

حکایت نمبر ۲۵۱

ایک حاجتمند

ایک حاجت مند شخص امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف التفات نہ فرماتے تھے۔ اور نہ ان کی حاجت پر غور فرماتے تھے۔ ایک دن وہ حاجت مند حضرت ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ اور ان سے شکایت کی کہ مجھے ایک بڑی ضرورت ہے۔ مگر امیر المومنین میری طرف توجہ ہی نہیں فرماتے۔ حضرت ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تم وضو کر کے مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔ پھر یوں دعا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ حَاجَتِیْ

"الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے"۔

اور پھر یہ دعا پڑھ کر اپنی حاجت کو یاد کرنا اور شام کو میرے پاس آنا، تاکہ میں تمہارے ساتھ چلوں۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور پھر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوئے تو دربان آیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا۔ امیر المومنین نے اُسے اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا، اور فرمایا، کیسے آئے؟ اس نے اپنی حاجت پیش کی۔ امیر المومنین نے فوراً وہ حاجت پوری فرما دی، اور فرمایا کہ اتنی دیر تم نے یہ حاجت ہم سے بیان کیوں نہ کی۔

اور فرمایا، آئندہ جب کبھی کوئی حاجت ہو ہم سے کہہ دیا کرو۔ ہم پوری کریں گے۔ اب یہ صاحب باہر نکلے اور حضرت ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور ان سے کہا، خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ امیر المومنین تو میری طرف توجہ ہی نہ فرماتے تھے۔ مگر آج تو انہوں نے بڑی مہربانی فرمائی اور مجھے خود ہی اندر بلا کر میری حاجت فوراً پوری کر دی۔ ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے تو تمہارے بارے میں امیر المومنین کو کچھ نہیں کہا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ایک نابینا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ! تم وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا پڑھو۔ جو میں نے تم کو بتائی ہے۔ خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے ، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس بالکل بینا ہو کر آئے۔ گویا کبھی ان آنکھوں میں کوئی نقصان ہوا ہی نہ تھا۔

(طبرانی شریف ص۱۰۳ اور حاشیہ ابن ماجہ ص۱۰۰)

سبق : صحابہ کرام علیہم الرضوان مشکل اور حاجت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار فرماتے تھے اور اپنی دعاؤں میں "یا محمد" کا نعرہ لگایا کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ ضروری ہے اور آپ کے وصال شریف کے بعد بھی آپ کا وسیلہ ضروری ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں بھی "یا محمد" کہتے رہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بھی یہ نعرہ لگاتے رہے۔

حکایت نمبر ۲۵۲

اسیر روم

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیٹا تھا جو عیسائیوں کے ساتھ ایک جنگ میں لڑتے ہوئے پکڑا گیا اور رومی اسے قیدی بنا کر اپنے ملک میں لے گئے اور جیل میں ڈال دیا۔ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت عسقلان میں تھے۔ آپ کو جب اپنے بیٹے کی گرفتاری کا اور جیل میں ڈال دیئے جانے کا علم ہوا تو آپ اپنے شہر سے ہر نماز کے وقت اپنے بیٹے کو یوں پکارتے:

"یَا فُلَانُ الصَّلٰوۃ۔ یعنی اے بیٹے! نماز کا وقت ہو گیا۔

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ آواز ان کا بیٹا جیل میں سن لیتا اور جواب دیتا، حالانکہ باپ بیٹے کے درمیان سمندر حائل تھا۔ (طبرانی شریف صفحہ ۹۰)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ندائے غائبانہ کا رواج تھا اور وہ دور سے حرف "یا" کے ساتھ کسی غائب شخص کو پکارنا منع نہیں سمجھتے تھے اور وہ دور کی آواز سن بھی لیا کرتے تھے۔ پھر جس محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے غلاموں میں دُور کی آواز سن لینے کی

طاقت ہے وہ محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود کیوں دور کی آواز سن نہیں سکتے؟ سنتے ہیں اور ضرور سنتے ہیں ؎

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

حکایت نمبر ۲۵۳
نعت خوانی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے اور صحابہ کرام سمیت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو مدینہ والوں میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی، اور حضور کے استقبال کے لئے سب آگے بڑھے اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کچھ نعتیہ اشعار عرض کروں اور نعت پڑھوں۔ یارسول اللہ! مجھے نعت خوانی کی اجازت دیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا!

قُلْ لَا یَفْضُضِ اللّٰہُ فَاکَ

"کہو جو کہنا ہے اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوی سے اجازت پاکر شعروں میں نعت خوانی کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ان خیالات عالیہ کا اظہار فرمایا:

"یارسول اللہ! آپ قبل پیدائش بھی پاک و صاف تھے اور نور تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر بھی آپ رونق افروز تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں بھی آپ کا نور جلوہ گر تھا جب وہ آگ میں ڈالے گئے اور جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین وآسمان منور ہو گئے۔ اور آپ کی عظمت و بزرگی بڑے بڑے عالی نسب والوں پر حاوی ہے۔ حضور! ہم آپ ہی کے نور اور آپ ہی کی روشنی میں ہیں اور آپ ہی کے نور کی بدولت ہم ہدایت میں ترقی کر رہے ہیں"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نعت خوانی سے بڑے خوش ہوئے۔

(مواہب لدنیہ صفحہ ۱۷ ج ۱)

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نعت خوانی کا رواج تھا اور وہ پاک لوگ اپنے حضور کی نثراً و نظماً نعت خوانی کیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے منہ سے اپنی نعت خوانی سنکر خوش ہوا کرتے تھے اور اپنے نعت خواں کے

لئے یہ دُعا فرماتے تھے کہ اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ معلوم ہوا کہ جس منہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت خوانی ہو گی۔ وہی منہ سلامت ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نعت خوانی بدعت نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی یہی معمول تھا۔

حکایت نمبر ۲۵۴

محبوب کا ادب

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے مسئلہ پوچھا کہ کن کن جانوروں کی قربانی درست نہیں؟ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی جائز نہیں۔ ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو۔ دوسرا وہ جو سخت بیمار ہو۔ تیسرا وہ جس کا لنگ ظاہر ہو۔ چوتھا وہ جو نہایت دبلا ہو اور اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں پر گن کر فرمایا تھا۔ لیکن میری انگلیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں جیسی نہیں، چھوٹی ہیں۔" (ابن ماجہ صفحہ ۲۳۴)

سبق: صحابہ کرام کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتہائی ادب تھا۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روایت کو بیان کیا تو ادب نے اجازت نہیں دی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کی حکایت اپنی انگلیوں سے کریں اور جب یہ کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر گن کر بتایا تھا تو ساتھ ہی فوراً کہہ دیا "لیکن میری انگلیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں جیسی نہیں"۔ گویا اپنی انگلیوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں کی حکایت کو خلاف ادب سمجھا اور گستاخی سمجھا پھر جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑی بے باکی سے اپنے جیسا بشر کہہ دیتے ہیں، غور فرما لیجئے وہ کس قدر بے ادب اور ناآشنائے رسول ہیں ؎

بڑے بے ادب اور گستاخ ہیں جو
انہیں اپنا جیسا بشر دیکھتے ہیں

حکایت نمبر ۲۵۵

رسول اللہ کی دہائی

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز اپنے غلام

کو کسی بات پر مارنے لگے۔ وہ غلام پٹنے لگا۔ تو بآواز بلند کہنے لگا! "اللہ کی دہائی، اللہ کی دہائی" حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ نہ روکا، اور مارنا جاری رکھا۔ غلام نے دیکھا کہ جب اللہ کی دہائی سے میری خلاصی نہیں ہوتی تو اس نے زور سے کہنا شروع کیا "رسول اللہ کی دہائی، رسول اللہ کی دہائی" رسول اللہ کا نام سنتے ہی حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہاتھ روک لیا اور چھوڑ دیا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تو اس غلام پر قادر ہے۔" حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد سن کر فوراً وہ غلام آزاد کر دیا۔

(صحیح مسلم شریف الامن والحلی ص۵۱)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان مشکل کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دہائی دیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس نام پاک کی برکت سے ان کی مشکل دور کر دیا کرتا تھا۔ پھر آج ہم بھی اگر مشکل کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی دیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکاریں تو ہماری مشکل بھی کیوں دور نہ ہوگی. یقیناً ہوگی! اور معلوم ہوا کہ مشکل کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہائی دینا شرک نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا پس اے مسلمانو! سے

بیٹھے اٹھتے حضور پاک سے
التجاء و استعانت کیجئے !
یارسول اللہ دہائی آپ کی
گوشمالی اہل بدعت کیجئے !

حکایت نمبر ۲۵۶

اختیارِ مختار

ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا۔ سنو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دے دیا ہے کہ یا وہ جب تک چاہے دنیا میں رہے یا وہ اپنے رب کی ملاقات کو پسند کرے۔ پس اس بندے نے اپنے رب کی ملاقات کو اختیار کر لیا ہے۔" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ صحابہ کرام نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے ہوئے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے کہ یہ رونے کیوں لگے۔ پھر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ اب ہم سمجھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن کیوں روتے تھے۔

فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ اَعْلَمَنَا پس وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے جنہیں اللہ نے اختیار دے دیا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعی ہم سب سے زیادہ سمجھ دار تھے۔

مشکوٰۃ شریف صہ ۵۴۶)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایمان تھا کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخیر و مختار ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسی حقیقت کا بیان فرمایا تھا کہ میں منجانب اللہ مختار ہوں اور میرا دنیا میں رہنا یا وصال فرما جانا میرے اختیار میں ہے اور یہ اختیار مجھے اللہ تعالیٰ ہی نے دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال فرما جانا حضور کے اپنے اختیار سے تھا۔ آپ نے چاہا تو آپ کا وصال ہوا۔

برعکس اس کے ہم بھی ہیں۔ جو مرنا نہیں چاہتے لیکن مرجاتے ہیں۔ نہ اپنی مرضی سے آتے ہیں اور نہ اپنی مرضی سے مرتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے!
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

پھر اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل بننے لگے اور یوں کہے کہ وہ ہمارے جیسے بشر تھے تو کس قدر ظلم ہے اور یہ بھی

معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارے صحابہ کرام سے اعلم و افضل اور بالغ النظر تھے اسی لئے جب حضور نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دے دیا ہے تو آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ خود حضور ہی ہیں اور حضور اپنے ہی وصال کی خبر دے رہے ہیں اور رونا شروع کر دیا۔

حکایت نمبر ۲۵۷

مقدس شاعر

غزوۂ خیبر کو جاتے ہوتے حضرت عامر ابن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اشعار سنکر فرمایا، یہ کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ عامر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یَرْحَمُہُ اللہُ۔ یعنی اس پر اللہ رحمت فرمائے۔ اور چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی جگہ کسی خاص شخص کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تھے تو وہ شخص شہید ہو جاتا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بول اٹھے، یا رسول اللہ! لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِہٖ آپ نے ہمیں ان سے

نفع کیوں نہ لینے دیا؟ اب تو وہ اس غزوہ میں شہید ہو جائیں گے حضور! آپ انہیں ابھی زندہ رکھتے تاکہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے۔

(بخاری شریف صہ۶۰۳)

سبق: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس شخص کو زندہ رکھنا چاہیں، زندہ رکھ سکتے ہیں۔ اور جس کے متعلق اس موقعہ پر یَرحَمہُ اللہ فرمادیں اس کے لئے شہادت واجب ہو جاتی ہے۔ پھر جو شخص یہ کہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہ کس قدر جاہل ہے۔

حکایت نمبر ۲۵۸

مقدس پانی

ایک مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے وضو سے بچا ہوا پانی لے لیا۔ دیگر صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی ہے تو وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دوڑے اور اس مقدس پانی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے اور جس کسی کو اس پانی سے تھوڑی بہت

ں مل گئی۔ اس نے اسے اپنے منہ پر مل لیا اور جس کسی کو نہ مل سکی تو اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

(مشکوٰۃ شریف صہ۶۵)

سبق، صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ہر اس چیز سے جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی نسبت حاصل ہو گئی۔ محبت و پیار تھا اور وہ اُسے واجب التعظیم سمجھتے تھے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ "تبرک" کوئی نئی بات اور بدعت نہیں بلکہ صحابہ کرام کا بھی معمول تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے وضو کے بچے ہوئے پانی کو بطور تبرک لے کر اپنے چہروں پر مل لینے کا حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں دیا تھا مگر صحابہ کرام پھر بھی ایسا کرتے تھے اور یہ ان کا فعل محبت کی وجہ سے تھا جو عین ایمان ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جلوس میلاد، محفل میلاد یا اذان میں نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے کا حکم اگر نہ بھی دیا ہو تو بھی جو شخص محبت کی وجہ سے ایسا کرے گا وہ انشاء اللہ صحابہ کرام کے صدقہ میں ثواب پائے گا۔

حکایت نمبر ۲۵۹
تبرکات عالیہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک چادر مبارک، ایک قمیض مبارک، چند بال مبارک اور کچھ ناخن مبارک تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان تبرکات عالیہ کو وہ جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ آپ کے وصال شریف کا جب وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ جب مر جاؤں تو مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیض کا کفن پہنانا اور چادر مبارک میں مجھے لپیٹنا، اور میرے سجدے کی جگہوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک باندھ دینا چنانچہ آپ کے وصال شریف کے بعد ایسا ہی کیا گیا اور یہ عظیم المرتبت صحابی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان تبرکات عالیہ کی برکتوں اور رحمتوں میں لپٹے ہوئے دفن کیے گئے

(شرح الشفا صفحہ ۱۰۱ جلد ۲)

سبق: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

برکات آپ کی زندگی میں بھی آپ کے پاس رہے اور قبر میں بھی یہ تبرکات آپ کے ساتھ ہی رہے یعنی رحمت حق یہاں بھی آپ کے ساتھ رہی اور وہاں بھی ساتھ ہی رہی۔

حکایت نمبر ۲۶۰

عبرت آموز خواب

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالعزیز صاحب مزنگ لاہور کا ایک مضمون ماہ طیبہ شمارہ دسمبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا تھا جس میں حضرت موصوف نے حضرت مولانا نور بخش صاحب توکلی ایم اے رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تذکرہ نقشبندیہ میں سے حسب ذیل ایک واقعہ نقل فرمایا تھا۔ اسے پڑھیے اور عبرت حاصل کیجئے!

ایک سید طالب علم کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑے مجھے ان سے بالعموم اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالخصوص نفرت تھی۔ ایک روز میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے "مکتوبات" کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس میں یہ لکھا دیکھا کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینے والے کو جو حد

لگاتے تھے ۔ وہی حد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینے والے پر بھی جاری کرتے تھے ۔ میں نے یہ پڑھ کر غصہ کی حالت میں مکتوبات کو زمین پر پھینک دیا ، اور سو گیا ۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ غصے کی حالت میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھوں سے میرے دونوں کانوں کو پکڑ کر فرمانے لگے ۔ اے طفلِ ناداں ! تو بھی میری تحریر پر اعتراض کرتا ہے ؟ اور اسے زمین پر پھینکتا ہے ؟ اگر تو میرے قول کو معتبر نہیں سمجھتا تو آ تجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے پاس لے چلوں ۔ جن کی خاطر تو ان کے بھائیوں یعنی صحابہ کرام کو برا کہتا ہے ۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب مجھے کشاں کشاں ایک باغ میں لے گئے اور مجھے اس باغ کے کنارے ٹھہرا کر خود ایک محل کی طرف جو اس باغ میں نظر آ رہا تھا ، چلے گئے ۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک نورانی شکل بزرگ بیٹھے ہوئے تھے ۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بڑی تواضع سے ان کو سلام کہا ۔ وہ بھی بڑی خوشی سے آپ کو ملے اس کے بعد حضرت مجدد صاحب اس بزرگ کے آگے دو زانو بیٹھ گئے اور کچھ عرض کیا ۔ حضرت مجدد صاحب اور وہ بزرگ دونوں میری طرف دیکھتے اور اشارہ کرتے تھے ۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری نسبت کچھ کہہ رہے ہیں ۔ کچھ دیر کے بعد حضرت مجدد صاحب نے اٹھ کر مجھے نزدیک بلایا اور فرمایا کہ یہ بزرگ جو بیٹھے ہوئے ہیں ۔ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں ،

سنو کیا فرماتے ہیں۔

میں نے سلام عرض کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"خبردار! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے کوئی کدورت اپنے دل میں نہ رکھو، اور ان کی ملامت دل میں نہ لاؤ۔ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کن نیک نیتوں سے ہمارے اور اُن کے درمیان جھگڑا ہوا تھا۔"

اور پھر حضرت مجدد صاحب کا نام لے کر فرمایا کہ:

"ان کی تحریر سے ہرگز منہ نہ پھیرنا۔"

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اس نصیحت کے باوجود میں نے دیکھا کہ صحابہ کرام کی نفرت بدستور میرے دل میں باقی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا دل ابھی صاف نہیں ہوا۔ اور پھر حضرت مجدد الف ثانی صاحب کی طرف مجھے طمانچہ مارنے کا اشارہ فرمایا چنانچہ مجدد صاحب نے مجھے ایک زوردار طمانچہ مارا۔ اس وقت میرا دل صحابہ کرام کے بغض سے پاک وصاف ہوگیا۔ اور اسی اثنا میری نیند کھل گئی۔ اب میں اپنے سینہ کو صحابہ کرام کے کینہ سے پاک پاتا ہوں اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کی بابت میرا حسنِ اعتقاد سو گنا زیادہ ہوگیا ہے۔

سبق : ۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سب کے سب ہمارے لیئے واجب التعظیم ہیں اور کسی ایک سے بھی بغض ونفرت رکھنا بے حد بڑا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بھی ناراضگی کا موجب ہے ۔

حکایت نمبر ۲۶۱

بھڑوں کا حملہ

ابن منتاز ملیسی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ قصہ بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں تھے اور ہمارے ہمراہ ایک ایسا بدگو شخص بھی تھا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے بیر رکھتا تھا۔ یہ گستاخ راہ میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں نازیبا الفاظ کہنے لگا۔ ہم نے روکا مگر وہ کسی صورت باز نہ آیا۔ راستے میں ہم ایک جگہ شہر سے اور یہ شخص کسی کام کو باہر نکلا تو اچانک بہت سی بھڑوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ یہ چلایا۔ ہم اس کی مدد کو دوڑے تو بھڑوں نے ہمارا بھی تعاقب کر کے ہمیں اس کے پاس نہ پہنچنے دیا حتیٰ کہ ان بھڑوں نے اس گستاخ کو ہلاک کر دیا۔

(حیوٰۃ الحیوان صفحہ جلد ۲)

سبق: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے عداوت و بغض رکھنا بڑی خطرناک چیز ہے۔ ہر مسلمان کو اس مہلک چیز سے اجتناب رکھنا لازم ہے۔

حکایت نمبر ۲۶۲

گشتی فرمان

جنگ صفین جب ختم ہو گئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گشتی فرمان لکھ کر اطرافِ ملک میں روانہ فرمایا جس میں یہ تحریر فرمایا کہ:

"ہمارے کام کا آغاز یوں ہوا کہ ہم میں اور اہل شام کی ایک قوم میں مقابلہ ہوا، اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے اور ہمارا اور ان کا نبی ایک ہے۔ اور ہماری اور ان کی دعوت اسلام یکساں ہے۔ اللہ پہ ایمان رکھنے میں اور تصدیق رسول میں نہ ہم ان سے زیادہ ہونے کے مدعی ہیں، نہ وہ ہم سے زیادہ ہونے کے مدعی ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان صرف خون عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جھگڑا ہے اور ہم اس خون سے

بری ہیں (نہج البلاغۃ قسم دوم ص۱۱۸)

سبق: صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب کا دین و مذہب ایک تھا جو طریقہ و طرزِ عمل اہل بیت عظام کا تھا۔ وہی صحابہ کرام کا بھی تھا۔ توحید ورسالت اصول و فروغ، سیاست و امارت اور ارادت و عقیدت میں یہ سب حضرات متحد و متفق تھے۔ ان میں سے کسی ایک پر بھی کسی قسم کا طعن کرنا جائز نہیں۔ یہ سب حضرات اللہ کے محبوب ہیں۔
رضوان اللہ علیہم اجمعین

حکایت نمبر ۲۶۳
مشورہ

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ روم کے موقعہ پر حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا کہ اس غزوہ میں میں بذات خود شرکت کروں یا نہ؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب ذیل مشورہ دیا۔

اللہ تعالیٰ اس دین والوں کو غالب فرمانے کا ضامن ہے۔
اللہ وہ ہے جس نے مسلمانوں کی اس وقت بھی مدد فرمائی۔

تھی جبکہ وہ تھوڑے تھے اور دوسرا کوئی ان کا مددگار نہ تھا اور ان کی حفاظت فرمائی تھی جبکہ وہ تھوڑے تھے اور دوسرا کوئی ان کی حفاظت کرنے والا نہ تھا۔ اے عمر! اگر آپ بذاتِ خود چلے گئے اور دشمن سے مقابلہ ہوا۔ آپ کو کوئی تکلیف پہنچی تو پھر مسلمانوں کی کوئی جائے پناہ نہ رہے گی کیونکہ مسلمانوں کے لیے سوائے آپ کے کوئی اور مرجع نہیں اس لیے آپ کسی اور کو بھیج دیں۔ خود نہ جائیں"۔

(نہج البلاغۃ تقطیع خورد مطبوعہ مصر ص۲۱۱)

سبق: اس مشورہ میں حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بس دین کی حفاظت کا متکفل اور حافظ اللہ کو فرمایا ہے۔ اسی دین کو حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام کا دین قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی سچے دین کے علمبردار تھے جس دین کی پسندیدگی کا اعلان اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے اور وہ دین میں کامل۔ دین کے حامل اور دین پر عامل تھے اور جس شخص کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ان پاک لوگوں کے دین میں کسی قسم کا کوئی شبہ ہو تو وہ خود اپنے ہی دین و ایمان کی فکر کرے۔

اہلِ بیتِ عظام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (پ ۲۲ ع ۱)

"اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے (کنزالایمان)

چھٹا باب

اہل بیت عظام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حکایت نمبر ۲۶

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

خویلد نامی ایک شخص اہل قریش میں بڑا امیر کبیر شخص تھا۔ اس کی ایک لڑکی تھی جس کا نام خدیجہ تھا۔ یہ لڑکی نہایت ذہین عالی دماغ اور صورت و سیرت اور عفت و عصمت کے لحاظ سے مکہ بھر میں سب سے زیادہ ممتاز تھی۔ خدیجہ کا باپ بہت کچھ زر و مال چھوڑ کر فوت ہو چکا تھا، اور یہ بھی عہد شباب میں بیوہ ہو چکی تھی۔ سوائے

ایک چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے اس کا کوئی اصل وارث نہ تھا۔ لیکن خدیجہ نے اپنی قابلیت سے تجارت کا کام خود سنبھالا اور بڑی ترقی کی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی سفارش سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ کے تجارتی سلسلہ میں کام کرنے لگے، اور جب آپ نے خدیجہ کے کاروبار میں کام فرمایا تو خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کاروبار میں چند دنوں ہی میں بہت ترقی ہوئی اور یہ کاروبار کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ اس برکت اور ترقی کا خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے دل پر اثر ہوا۔

ایک دن خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے محل کے اُوپر کھڑی تھی۔ دھوپ کا وقت تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے تو خدیجہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پر بادل کا سایہ ہے اور جیسے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھتے ہیں۔ اور وہ بادل کا ٹکڑا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پر ساتھ ساتھ بڑھ رہا ہے۔ خدیجہ کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و توقیر اس کی نظروں میں اور بھی زیادہ ہو گئی اور ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر کہنے لگی کہ میرے قافلہ تجارت کے ساتھ اس دفعہ آپ بھی تشریف لے جائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اچھا جاؤں گا"

خدیجہ کی تجارت کا بڑا اہتمم خدیجہ کا آزاد کردہ غلام میسرہ تھا جس کی تحویل میں تجارت کا سب حساب رہتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میسرہ کو بلا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق تاکیداً کہہ دیا کہ اس سال قافلہ کے ساتھ یہ بھی جائیں گے۔ یہ جو کچھ تم لوگوں کو مشورہ دیں۔ انہیں کے مشورہ پر عمل کرنا، اور سفر میں ان کی ذات سے جو کچھ واقعات گزریں، ان کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ میسرہ نے اپنی مالکہ کی یہ ہدایات سن کر ان پر عمل کرنے کا اقرار کر لیا۔

چند روز بعد یہ قافلہ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے۔

چند منازل طے کرکے جب اس قافلہ نے ایک عیسائی پادری نسطورا نامی کے گرجے کے پاس منزل کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس درخت کے پاس بیٹھے تھے اس درخت کا سایہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھک آیا۔ پادری یہ واقعہ دیکھ کر میسرہ کی طرف آیا اور متعجب ہو کر پوچھنے لگا اے میسرہ! اس سال تمہارے قافلہ کے ساتھ یہ کون نوجوان آئے ہیں؟ میسرہ نے کہا! یہ اہل قریش میں سے ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔ پادری نے کہا بے شک یہ تمہارے قافلہ ہی کے سردار نہیں بلکہ کسی دن سارے جہان کے سردار ہوں گے۔

میسرہ نے کہا! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ پادری نے کہا ان کی

آنکھوں میں سرخی معلوم ہوتی ہے اور سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے اور کوئی نہیں بیٹھا مجھے تو یہ نبی آخر الزماں معلوم ہوتے ہیں۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جبکہ یہ مبعوث ہوں گے۔ اس تمنا کے بعد پادری نے میسرہ کو تاکید کر دی کہ ان سے کسی وقت جدا نہ ہونا۔ سچے ارادے اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ رہنا کیوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)، وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ شرف نبوت سے سرفراز فرمائے گا۔

علاوہ اس واقعہ کے اور بھی کئی ایسے ہی واقعات راستے میں گذرے آخر یہ قافلہ ملک شام میں پہنچا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا تمام سامان تجارت اس سال دُگنے چوگنے منافع پر فروخت ہو گیا تو تمام قافلہ والے خوش وخرم اپنی مالکہ خدیجہ سے انعام واکرام حاصل کرنے کی خوشی میں مکہ شریف کی طرف واپس ہوئے۔

ان بابرکت واقعات سے سب قافلہ والوں کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے سے بھی زیادہ عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ میسرہ اپنی مالکہ کی ہدایت کے مطابق نہایت ادب سے آپ کی ایک ایک ادا کے مبارک اور پیش آمدہ واقعات پر غور کرتا ہوا ساتھ ساتھ آرہا تھا۔ جب یہ قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو سب میں رائے یہ قرار پائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری

دوڑاتے ہوئے سیدۃ خدیجہ کو سامانِ تجارت کی فروخت اور کافی منافع کی خوشخبری دینے سب سے پہلے جائیں۔

چنانچہ اس تجویز کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری دوڑاتے ہوئے جس وقت خدیجہ کے محل کی طرف تشریف لارہے تھے۔ اتفاقاً اس وقت خدیجہ بھی اپنے محل کی چھت پر کھڑی تھیں۔ جنہیں اس سوار والا تبار کی عجیب شان نظر آئی۔ سوار کا چہرہ چاند سے زیادہ منور تھا اور اس کے سر پر ابر کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل پر گہرا اثر فرما گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے اور مال کے چوگنے منافع پر فروخت ہو جانے کی خبر سنائی تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت و سیرت اور عقیدت کا خاص جذبہ پیدا ہو گیا۔

اتنے میں قافلہ والے بھی آگئے۔ میسرہ نے اپنی مالکہ سے سفر کے سارے حالات اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کا ذکر کیا اور راہبوں کی نصیحت کے الفاظ بھی سنائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پختہ یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برگزیدہ اور مقرب انسان ہیں۔ جو ہدایت عالم کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

کچھ دنوں تک تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش رہیں اور پھر ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام نکاح دے دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت حیا و شرم کے ساتھ یہ جواب مرحمت فرمایا کہ اس کے متعلق میرے چچا ابوطالب کی اجازت ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوطالب کے پاس تحفہ تحائف دے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام ارسال کیا۔ اگرچہ ابوطالب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف زیادہ ہونے کے باعث یہ پیغام قبول کرنے میں کچھ تامل تھا، لیکن اپنی بیوی کے مشورہ سے یہ پیغام قبول کر لیا اور تاریخ نکاح مقرر ہو گئی اور ورقہ بن نوفل، ابوطالب، حمزہ اور دیگر روساء مکہ کی شرکت و موجودگی میں نکاح ہو گیا اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقد میں آ گئیں اور نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا تمام مال و اسباب، جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر کر کے بندگان قریش سے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو میں اپنی مرضی سے تمام مال و متاع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ آج سے یہ سب کچھ انہیں کا ہے چاہے اپنے پاس رکھیں یا کسی کو دیں یا راہ خدا میں خرچ کر دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرضی کے مطابق تمام زر و مال راہ خدا میں خرچ کر دیا اور سب کنیزوں، غلاموں کو آزاد کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اپنے ساتھ زاہدانہ زندگی بسر کرنے کا عملی سبق دیا۔

(مواہب لدنیہ ص۲۰۴ ج۱ اور تاریخ اسلام ص۶۰ تا ۶۶)

سبق: ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شرافت و نجابت۔ سیرت وصورت اور خوبیٔ قسمت میں بہت ممتاز درجہ پہ فائز تھیں اور سب سے پہلے یہ شرف آپ ہی کو حاصل ہوا کہ سرور کونین محبوب کبریا، حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور آپ بڑی فیاض، دریا دل اور سخی تھیں کہ اپنا سارا زر و مال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کر دیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سکہ زمین و آسمان پر جاری ہے۔ زمین پر اس شہنشاہ "عالم پناہ" پر اگر درخت سایہ کرتے رہے تو آسمان پر بادل سایہ کناں رہے۔

فائدہ: (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نکاح کے وقت عمر شریف ۲۵ سال کی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ۴۰ سال کی اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ رہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا نکاح

نہیں فرمایا دیگر ازواج مطہرات آپ کے نکاح میں حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد آئیں ۔

(مواہب لدنیہ صـ۲۰۳ ج ۱)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح فرمانا، محض تعلیم وتشریع امت کے لئے تھا ورنہ عین عالم شباب میں ہر کوئی اپنی ہم عمر عورت سے نکاح کرتا ہے ۔

۲۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ اولاد امجاد بجز حضرت ابراہیم کے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئی۔ حضرت ابراہیم حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے ۔

(مواہب لدنیہ صـ۱۹۶ ج ۱ اور حاشیہ بخاری شریف صـ۵۳۹ ج ۱)

۳۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ۔ ان کے نام یہ ہیں زینب ، رقیہ ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ۔

(مواہب لدنیہ صـ۱۹۶ ج ۱)

۴۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں پیدا ہونے میں مسلک کی کتابیں متفق ہیں ۔ چنانچہ حضرات شیعہ کی مستند کتاب حدیث اصول کافی صـ۲۷۸ جلد ۱ سطر ۲ میں اسی حقیقت کا اظہار ہے ۔

حکایت نمبر ۲۶۵

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنت صدیق اکبر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ سے فرمایا اے عائشہ! نکاح سے قبل ایک فرشتہ تین رات متواتر خواب میں تمہاری صورت ایک ریشمی کپڑے میں پیٹے ہوئے مجھے دکھاتا رہا اور کہتا رہا یہ آپ کی بیوی ہے اور اب جو میں نے تجھے دیکھا تو تم وہی ہو اور فرمایا، ایک روز جبریل امین میرے پاس تمہاری تصویر ایک سبز رنگ کے ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور کہنے لگا! یارسول اللہ! یہ آپ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح اس سے کر دیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۵، مواہب لدنیہ صفحہ ۲۰۴ ج ۱)

سبق: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہت بڑی شان ہے۔ آپ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں جہان میں رفیقہ ہیں اور آپ کا نکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے

خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پھر اگر کوئی بدگو آپ کی ذات والا صفات پر کسی قسم کا کوئی طعن کرے تو یقیناً اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دل دکھایا اور اللہ تعالیٰ پر بھی اعتراض کیا۔

حکایت نمبر ۲۶۶

بہتان عظیم

۵ھ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت "قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا، تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرورت کے لیے ایک گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا اور آپ اس کی تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ ادھر قافلہ نے کوچ کیا اور آپ کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا۔ قافلہ والوں نے یہی گمان کیا کہ ام المومنین اس میں ہیں۔ قافلہ چل دیا، اور جب آپ واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ جا چکا ہے۔ آپ قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں۔ آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس آئے گا۔ قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لیے ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت صفوان اس کام پر متعین تھے۔ جب وہ آئے تو ام المومنین کو دیکھا تو بلند آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ام المومنین

نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقین سیاہ باطن کو موقعہ مل گیا اور انہوں نے اوہام فاسدہ پھیلانے شروع کر دیئے اور آپ کی شان میں بدگوئی شروع کر دی۔ اُمّ المومنین اس بہتان کو سن کر بیمار ہو گئیں، اور ایک ماہ تک بیمار رہیں۔ اس عرصہ میں آپ کو اطلاع نہ ہوئی کہ منافقین آپ کے متعلق کیا کیا افواہیں پھیلا رہے ہیں۔ ایک روز ام مسطح سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی اور اس سے آپ اور بھی زیادہ بیمار ہو گئیں اور اس صدمہ سے اس قدر روئیں کہ آپ کا آنسو نہ تھمتا تھا اور نہ ایک لمحہ کے لیے نیند آتی تھی۔ اس حال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرت ام المومنین کی طہارت و پاکیزگی کی خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی اور کئی آیتیں سورہ نور کی آپ کی طہارت اور پاکیزگی میں نازل فرمائیں اور فرمایا:

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

"ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے۔ جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے (سورہ نور)

یعنی اُم المومنین کے بارے میں بہتان طرازی میں جس جس نے جس قدر بھی حصہ لیا۔ کسی نے طوفان اٹھایا، کسی نے بہتان اٹھانے والے

کی زبانی موافقت کی۔ کوئی ہنس دیا، کسی نے خاموشی کے ساتھ ہی سن لیا۔ جس نے جو کچھ بھی کیا اس گناہ کا اسے بدلہ ملے گا اور جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے سب سے بڑا عذاب ہے۔"

(قرآن کریم پ۱۸ ع ۸۔ خزائن العرفان ص۴۹۶)

سبق: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ ذات گرامی ہے۔ جس کی طہارت و پاکیزگی کی خود خدا نے شہادت دی اور آپ پر بہتان اٹھانے والے کے لئے عذاب کا اعلان فرمایا اور آپ کو اس شرف سے نوازا کہ قرآن پاک کے ذریعہ آپ کی عفت و طہارت کے قیامت تک ڈنکے بجتے رہیں گے پھر جو ظالم آپ کی ذات والا صفات پر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرے یا آپ کی عظمت میں شک کرے تو وہ بڑا ہی جاہل ہے اور اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنانے والا ہے۔

حکایت نمبر ۲۶

گواہیاں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے جب بہتان اٹھایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ

کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ اس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کر سکتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! منافقین بالیقین جھوٹے ہیں اور اُم المومنین یقیناً پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اطہر کو مکھی بیٹھنے سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو بد عورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ اس پر کسی کا قدم نہ پڑے تو جو پروردگار آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایک جوں کا خون لگنے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا تو جو پروردگار آپ کی نعل شریف کی اتنی سی آلودگی کو پسند نہیں فرماتا۔ ممکن نہیں کہ وہ آپ کے اہل کی آلودگی کو پسند کرے۔

اسی طرح اور بہت سے صحابہ کرام اور صحابیات نے اُم المومنین کے حق میں طہارت و پاکیزگی کے بیان دیئے اور قسمیں کھائیں۔ آیت نازل ہونے سے پہلے ہی اُم المومنین کی طرف سے دل مطمئن تھے اور آیت کے نزول نے ام المومنین کا عز و شرف اور زیادہ کر دیا۔

(خزائن العرفان ص۴۹۴، روح البیان ص۱۵۱ جلد ۲ و مدارج النبوۃ ص۱۰۱)

سبق: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت و طہارت کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عثمان اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم سبھی کو یقین تھا اور بہتان طرازی منافقوں کا کام تھا۔ پس ہمیں بھی حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے اور منافقین کی عادت سے بچنا چاہیئے۔

فائدہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت و طہارت کا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی علم تھا چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی الاعلان فرما دیا تھا۔

وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا (بخاری شریف ص۵۹۵)

"قسم اللہ کی میں جانتا ہوں کہ میری بیوی نیک ہی ہے۔"

مگر چونکہ قاضی فیصلہ اپنے علم کی بنا پر نہیں کرتا بلکہ گواہوں کی گواہیوں پر کرتا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ تحقیق کی اور گواہیاں لیں اور اگر گواہوں کی گواہیاں لینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاضی کو علم نہ تھا۔ تو پھر خدا کے متعلق کیا کہا جائیگا جو قیامت کے دن لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ اور وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا کے مطابق مسلمانوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گواہیاں لے کر فیصلہ فرمائے گا۔ نیز اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود ہی فوراً فیصلہ فرما دیتے تو جو شرف ام المومنین

کو سورۂ نور کے نزول سے اور اللہ تعالیٰ کے اعلانِ بریت سے حاصل ہوا ہے کہ قیامت تک آپ کی عفت کا اعلان ہوتا رہے گا، یہ شرف آپ کو حاصل نہ ہوتا۔

حکایت نمبر ۲۶۸
شوہر کی محبت

ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا! اے عائشہ! جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے اور جب کچھ ناراض سی ہوجاتی ہو تو بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ وہ کیسے یارسول اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو"
مجھے رب محمد کی قسم! اور جب کچھ ناراض سی ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو" لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِیْمَ" مجھے رب ابراہیم کی قسم" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، ہاں یارسول اللہ! بات یہی ہے مگر حضور مَا اَهْجُرُ اِلَّا اِسْمَكَ میں صرف آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں لیکن آپ کی ذات گرامی کی محبت تو میرے دل میں بدستور رہتی ہے۔

(مدارج النبوۃ صفحہ ۲۷۶ جلد ۲)

سبق: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ادا تعلیم امت کیلئے ہے۔ اس واقعہ میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ میاں بیوی کی کوئی آپس میں معمولی سی رنجش بھی ہو جائے تو دلی محبت میں فرق نہ آنا چاہیئے اور یہ رنجش بھی معمولی ہونی چاہیئے اسے بڑھانا نہ چاہیئے۔

حکایت نمبر ۲۶۹

سخاوت

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے حد سخی تھیں حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک روز ام المومنین نے ستر ہزار درہم راہِ خدا میں تقسیم کر دیئے اور ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی خدمت میں سو ہزار درہم بھیجے تو آپ نے وہ سب درہم ایک ہی روز میں راہ خدا میں تقسیم کر دیئے اور اس روز آپ خود روزہ سے تھیں۔ شام کے وقت باندی نے عرض کیا۔ کیا اچھا ہوتا اگر ایک درہم آپ اپنی افطاری کے لئے رکھ لیتیں، اور آج گوشت منگوا لیا جاتا۔ تو فرمایا مجھے یاد نہیں رہا۔ یاد رہتا تو گوشت منگوا لیا جاتا۔

(مدارج النبوت صفحہ ۲۷۶ ج ۲)

سبق : اُم المومنین نے وسعت کے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور زاہدانہ گزار دی اور جو دولت بھی حاضر ہوئی۔ آپ نے راہِ خدا میں تقسیم فرما دی۔ آج ہمیں بھی اُم المومنین کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے اور دولت سے اس قدر محبت نہ رکھنا چاہیئے کہ خدا کو بھلا دیا جائے اور زکوٰۃ و صدقات و خیرات کا نام تک نہ لیا جائے۔

حکایت نمبر ۲۷۰

خالہ جان

اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر سے بڑا پیار تھا انہوں نے ہی گویا اپنے بھانجے کو پالا تھا۔ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت و فیاضی کا یہ عالم دیکھ کر جو کچھ آتا، آپ راہ خدا میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن کہہ دیا کہ خالہ جان ! کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیئے۔ اُم المومنین کو یہ بات معلوم ہوئی کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا ہاتھ روکنا چاہتے ہیں تو آپ ناراض ہو گئیں اور ان سے نہ بولنے کی قسم کھالی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو خالہ جان کی ناراضگی کا بے حد صدمہ ہوا بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی مگر انہوں نے اپنی قسم کا عذر پیش کر دیا۔ آخر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چھپ کر ساتھ ہو لیے جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور ام المومنین پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت کرنے لگیں تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے اندر چلے گئے اور خالہ جان سے لپٹ کر رونے لگے اور بہت روئے اور خوشامد کی۔ وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے ام المومنین ان احادیث میں جو ممانعت اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے پر جو عتاب وارد ہوا۔ ان کی تاب نہ لاسکیں اور رونے لگیں، آخر معاف فرما دیا اور بولنے لگیں۔ لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرائی تھیں حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کیے اور جب بھی کبھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا تو اتنا روتیں کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

(بخاری شریف حکایات الصحابہ صد ۱۰۱)

سبق : اللہ والوں کی ناراضگی صرف اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے وہ کسی دینوی مفاد کے پیش نظر کسی سے ناراض نہیں ہوتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سنکر مسلمان کا سر تسلیم خم ہو جاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کا نام لے کر جو عہد کیا جائے۔ اس کا پورا کرنا بہت ضروری ہے اور اس کو توڑنے پر کفارہ ضروری ہے اور اللہ والوں کے قلوب میں اس نام پاک کا بڑا وقار ہوتا ہے اور خدا کا اس قدر خوف ہوتا ہے کہ کفارہ ادا کر دینے کے بعد بھی روتے رہتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۷۲

روضۂ محبوب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال شریف ہو گیا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور میں حاضر ہونے لگیں اور چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے اس لیے حضرت ام المومنین اس خیال سے کہ یہ میرے شوہر ہیں۔ روضۂ انور میں کھلے منہ حاضر ہوئیں اور پھر جب

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ہوا، اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی روضۂ انور میں دفن ہوئے تو پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس خیال سے ایک میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد ہیں، کھلے منہ ہی حاضر ہوتی رہیں اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ہوا، اور وہ بھی اسی روضۂ انور میں دفن ہوئے تو اب ام المومنین نے اپنا منہ سر کپڑے سے ڈھانپ کر حاضر ہونا شروع کیا اور فرمایا اب یہاں عمر بھی ہیں جو غیر محرم ہیں۔ اس لئے ان سے حیا ضروری ہے۔

(مشکوٰۃ شریف صہ ۱۴۲)

سبق:۔ اللہ والے قبر میں بھی تشریف لے جائیں تو زندہ ہی ہوتے ہیں۔ دیکھتے اور سنتے بھی ہیں۔ اسی لئے حضرت ام المومنین نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد اور قبر میں تشریف لے جانے کے بعد بھی ان سے حیا ہی فرمائی اور ان سے پردہ کیا۔

حکایت نمبر ۲۷۲

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ

ـی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت خنیس کی بیوی تھیں۔ حضرت خنیس کے انتقال سے یہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی فکر رہنے لگی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت رقیہ کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ انتقال ہوا تو حضرت فاروق اعظم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی۔ کہ وہ حضرت حفصہ سے نکاح کر لیں۔ حضرت عثمان نے اس بارے میں سکوت فرمایا اور ہاں نہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حفصہ کے لئے عثمان سے بہتر خاوند، اور عثمان کے لئے حفصہ سے بہتر بیوی بتاتا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے خود نکاح فرمایا اور حضرت عثمان کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے کر دیا۔

(مدارج النبوۃ صد ۲۷۲ ج ۲)

سبق: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے روحانی و جسمانی دونوں رشتے تھے۔ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم داماد تھے اور عثمان غنی و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آپ خسر تھے پھر جو کوئی ان پاک لوگوں کے خلاف کچھ کہے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں رنج نہ پہنچے گا۔

حکایت نمبر ۲۷۳

ام المومنین زینب بنت حجش رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کا نکاح حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبنیٰ تھے، ہوا تھا۔ حضرت زید نے ان کو طلاق دے دی تھی۔ طلاق کے بعد پھر ان کا نکاح خود خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کو طلاق دی اور عدت گزر گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پاس پیام بھیجا۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی۔ جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کر لوں اور یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور یہ دعا کی کہ یا اللہ! تیرے رسول مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں اس قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرما دے ادھر حضور پر یہ آیت اتری، فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ وَّطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا : پ ۲۲ ع ۲

"پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی خوشخبری بھیجی تو آپ خوشی سے سجدہ میں گر گئیں اور آپ کو اس بات پر بڑا فخر رہا کہ سب بیبیوں کا نکاح ان کے ولیوں نے کیا اور میرا نکاح خود خدا جلشانہ نے کیا (مدارج النبوة صہ ۴۷۹)

سبق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت ازواج مطہرات کی اتنی بلند شانیں تھیں کہ وہ اپنے امور میں اپنے اللہ سے مشورہ لیتی تھیں اور اللہ تعالیٰ انہیں مسرور فرماتا تھا پھر اگر کوئی بدگو ان پاک ہستیوں کی شان میں کوئی اعتراض کرے۔ تو خدا اس پر کیوں ناراض نہ ہوگا؟

حکایت نمبر ۲۷۴

لمبا ہاتھ

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سخی تھیں اور بڑی محنتی، اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں جو حاصل ہوتا وہ صدقہ کر دیتیں۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ مجھ سے سب سے پہلے مرنے کے بعد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ یہ ارشاد سنکر ازواج مطہرات نے ظاہری لمبائی سمجھی اور لکڑی سے اپنے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ دیکھا

تو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا، اور جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال سب سے پہلے ہوا تو پھر سمجھیں کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ و خیرات کی کثرت تھی۔

(مدارج النبوت صد ۲۷۹)

سبق: سخاوت سے خدا اور رسول کی قربت حاصل ہوتی ہے۔

حکایت نمبر ۲۷۵

یثرب[1] کا بادشاہ

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد ہیں اور سردار جی کی بیٹی ہیں۔ آپ پہلے کنانہ ابن ابی حقیق کے نکاح میں تھیں۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں ہے۔ آپ نے یہ خواب اپنے

---

[1] مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اس کا نام مدینہ منورہ ہو گیا۔ اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنا جائز نہیں۔ عنوان حکایت میں یثرب اس لئے لکھا گیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے خاوند نے یثرب ہی کہا تھا۔

خاوند کنانہ سے بیان کیا تو اس نے غصہ میں آکر ایک طمانچہ اس زور سے منہ پر مارا کہ آنکھ پر اس کا نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ تو یثرب کے بادشاہ سے نکاح کی تمنا کرتی ہے۔

خیبر کی لڑائی میں کنانہ مارا گیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باندی بن کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں۔ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک باندی مانگی۔ حضور نے حضرت صفیہ انہیں دے دی۔ چونکہ مدینہ منورہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلے کے بہت سے لوگ آباد تھے اور یہ سردار کی بیٹی تھیں، اس لئے لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ بات بہت سے لوگوں کو ناگوار گزرے گی۔ صفیہ کو اگر حضور اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دلداری ہوگی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خاطر خواہ معاوضہ دے کر ان کو لے لیا اور ان کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرما لیا، اور خیبر سے واپسی میں ایک منزل پر ان کی رخصتی ہوئی۔ صبح کو حضور نے فرمایا کہ جس کے پاس جو چیز کھانے کی ہو وہ لے آئے۔ صحابہ کے پاس متفرق چیزیں کھجوریں، پنیر گھی وغیرہ جو تھا وہ لے آئے۔ ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا اور اس پر وہ سب ڈال دیا گیا اور سب نے شریک ہو کر کھا لیا۔ یہی ولیمہ تھا۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حضرت صفیہ کو اختیار دے دیا تھا کہ اگر تم اپنی قوم اور ملک میں رہنا چاہو تو آزاد ہو، چلی جاؤ اور اگر میرے پاس میرے نکاح میں رہنا چاہو تو رہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں شرک کی حالت میں حضور کی تمنا کرتی تھی۔ اب مسلمان ہو کر کیسے جا سکتی ہوں؟

(مواہب لدنیہ صد ۲۰۵ ج ۱)

سبق: اسلام میں تکلفات کا وجود نہیں ہے دیکھ لیجئے ولیمہ کس سادگی سے ہوا کہ جس کسے پاس جو چیز بھی تھی لے آیا اور ایک دستر خوان پر رکھ کر سب نے مل کر کھا لیا۔ پھر آج جو دنیا بھر کے تکلفات اختیار کئے جاتے ہیں اور برادری کی خوشی کے لئے اندھا دھند فضول خرچی کی جاتی ہے۔ کس قدر غلط اور تکلیف دہ روش ہے۔ ایسی روش کہ انسان عمر بھر کے لئے مقروض بھی ہو جاتا ہے۔

حکایت نمبر ۲۷۶

نبی کی بیٹی، بھتیجی اور بیوی!

ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہہ دیا کہ تو یہودی کی بیٹی ہے۔ حضرت صفیہ رونے لگیں۔ اتنے میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف

رہے آئے اور دریافت فرمایا۔ صفیہ! کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! حفصہ نے مجھے "یہودی کی بیٹی" کہا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! صفیہ تم کیوں روتی ہو۔ تم نبی کی بیٹی ہو۔ نبی کی بھتیجی ہو اور نبی کی بیوی ہو یعنی تمہارے باپ ہارون علیہ السلام ہیں۔ چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور خاوند میں ہوں۔ پھر یہ حفصہ تم پر کس بات کا فخر کرتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے حفصہ! اللہ سے ڈرو اور ایسی بات نہ کرو۔

(مشکوٰۃ شریف صہ ۵۷۶)

سبق: کسی مسلمان کا دل نہیں دکھانا چاہیئے۔

فائدہ: (۱) محدثین کا ازواج مطہرات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ گیارہ ہونے میں تو سب کا اتفاق ہے۔ گیارہ سے زیادہ میں اختلاف ہے۔ (مواہب لدنیہ صہ ۲۰۱ ج ۱)

(۲) گیارہ ازواج مطہرات کے اسماء گرامی یہ ہیں: ۱ اُم المومنین حضرت خدیجہ۔ ۲ اُم المومنین حضرت عائشہ۔ ۳ اُم المومنین حضرت حفصہ ۴ اُم المومنین حضرت حبیبہ۔ ۵ اُم المومنین حضرت ام سلمہ۔ ۶ اُم المومنین حضرت سودہ، ۷ اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش۔ ۸ اُم المومنین حضرت میمونہ ۹ اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ۔ ۱۰ اُم المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث۔ ۱۱ اُم المومنین حضرت صفیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن۔

(مواہب لدنیہ صفحہ مذکور)

(۳) ہم نے صرف پانچ ازواج مطہرات کا ذکر کیا ہے۔

حکایت نمبر ۱۷۷

خاتونِ جنت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں میں سے حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور کو بہت زیادہ پیار تھا اور آپ کی بہت بڑی شان تھی۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ! یہ کیسی خوشی ہے؟ فرمایا: ایک تازہ خوشخبری کی وجہ سے۔ جو ابھی میرے پروردگار کی طرف سے علی اور فاطمہ کے بارے میں آئی ہے۔ آج خدا تعالیٰ نے فاطمہ کو علی کے نکاح میں دے دیا ہے۔

(نزہۃ المجالس ص ۲۲۶ ج ۲)

سبق: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہت بڑی شان ہے اور آپ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خدا کی مرضی کے مطابق ہوا ہے۔

حکایت نمبر ۲۰

رسم نکاح

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بالغ ہو گئیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سے پیغام پہنچے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی پیغام کو منظور نہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کا پیغام بھیجیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زر امداد دینے کا بھی وعدہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن اظہار عرض کے لیے حیا مانع تھی۔ اس لئے سر جھکائے خاموش بیٹھ گئے۔ آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کیوں اے علی! کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہو جو کہنا ہے تمہاری عرضی سنی جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ارادہ ظاہر فرمایا۔ جس کو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہمیں منظور ہے۔ اور پھر ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ چالیس دینار چاندی مہر باندھ کر مسجد نبوی میں خطبہ

"تاریخ اسلام صد ۱۶۲"

سبق: صحابہ کرام اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست تھے اور حضرت علی کے نکاح کے لئے سب نے کوشش کی اور حضرت صدیق اکبر نے مالی امداد بھی فرمائی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ رسول کی مرضی یہی تھی کہ حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے ہو۔

منظوم

حکایت نمبر ۲۷۹

جلوۂ برات

گوش دل سے مومنو سن لو ذرا — ہے یہ قصہ فاطمہ کے عقد کا
پندرہ سالہ نبی کی لاڈلی! — اور تھی بائیس سال عمر علی
عقد کا پیغام حیدر نے دیا — مصطفےٰ نے مرحبا اہلا کہا
پیر کا دن سترہ ماہ رجب — دوسرا سنہ ہجرت شاہِ عرب
پھر مدینہ میں ہوا اعلان عام — ظہر کے وقت آئیں سارے خاص و عام
اس خبر سے شور برپا ہو گیا — کوچہ و بازار میں غل سا مچا
آج ہے مولیٰ کی دختر کا نکاح — آج ہے اس نیک اختر کا نکاح

آج ہے اس پاک بچی کا نکاح | آج ہے بے ماں کی بچی کا نکاح

خیر سے جب وقت آیا ظہر کا | مسجد نبوی میں مجمع ہو گیا

ایک جانب ہیں ابو بکر اور عمر | اک طرف عثمانِ بھی ہیں جلوہ گر

ہر طرف اصحاب اور انصار ہیں | درمیاں میں احمد مختار ہیں

سامنے نوشہ علیؓ المرتضٰی | حیدر کرار شاہِ لا فتیٰ

آج گویا عرش آیا ہے اتر | یا کہ قدسی آگئے ہیں فرش پر

جمع جب یہ سارا مجمع ہو گیا | سید الکونین نے خطبہ دیا

جب ہوئے خطبہ سے فارغ مصطفےٰ | عقد زہرا کا علی سے کر دیا

چار سو مثقال چاندی مہر تھا | وزن جس کا ڈیڑھ سو تولہ ہوا

بعد میں خرمے لٹائے لا کلام | ماسوا اس کے نہ تھا کوئی طعام

ان کے حق میں پھر دعائے خیر کی | اور ہر اک نے مبارکباد دی

گھر سے رخصت جس گھڑی زہرا ہوئیں | والدہ کی یاد میں رونے لگیں

دی تسلی احمد مختار نے | اور فرمایا شہ ابرار نے

فاطمہ ہر طرح سے بالا ہو تم | میکہ و سسرال میں اعلیٰ ہو تم

باپ ہیں تیرے امام انبیاء | اور شوہر اولیاء کے پیشوا

ماہ ذی الحجہ میں جب رخصت ہوئی | تب علی کے گھر میں اک دعوت ہوئی

جس میں تھیں دس سیر جَو کی روٹیاں | کچھ پنیر اور تھوڑے خرمے بکیاں

اس ضیافت کا ولیمہ نام ہے | اور یہ دعوت سنت اسلام ہے

(مولانا مفتی احمد یار خاں کی تالیف اسلامی زندگی صفحہ ۳۰)

سبق :

سب کو ان کی راہ پر چلنا چاہیئے
اور بُری رسموں سے بچنا چاہیئے

(منظوم)

حکایت نمبر ۲۸۰

جہیز

فاطمہ زہرا کا جس دن عقد تھا — سن لو ان کے ساتھ کیا کیا نقد تھا
ایک چادر ستر ہ پیوند کی — مصطفٰے نے اپنی دختر کو یہ دی
ایک توشک جس کا چمڑے کا غلاف — ایک تکیہ ایک ایسا ہی لحاف
جس کے اندر اون نہ ریشم روئی — بلکہ اس میں چھال خرمے کی بھری
ایک چکی پیسنے کے واسطے — ایک مشکیزہ بھی پانی کے لئے
ایک لکڑی کا پیالہ ساتھ میں — نقرئی کنگن کی جوڑی ہاتھ میں
اور گلے میں ہار ہاتھی دانت کا — ایک جوڑا بھی کھڑاؤں کا دیا
شہزادی سید کونین کی — بے سواری ہی علی کے گھر گئی !
صاحب لولاک پر لاکھوں سلام — اس جہیز پاک پر لاکھوں سلام

(کتاب مذکور ص ۱۳۱)

واسطے جن کے بنے دونوں جہاں ان کے گھر کی تھیں سادی شادیاں

حکایت نمبر ۲۸۱

شاہزادی کی زندگی

آئیں جب خاتون جنت اپنے گھر پڑ گئے سب کام ان کی ذات پر
کام سے کپڑے بھی کالے پڑ گئے ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑ گئے
دی خبر زہرا کو اسد اللہ نے بانٹتے ہیں قیدی رسول اللہ نے
ایک لونڈی بھی اگر ہم کو ملے اس مصیبت سے نہیں راحت ملے
سن کے زہرا آئیں صدیقہ کے گھر تاکہ دیکھیں ہاتھ کے چھالے پدر
پر نہ تھے دولت کدہ پہ شاہ دیں والدہ سے عرض کر کے آگئیں
گھر میں جب آئے حبیب کبریا والدہ نے ماجرا سارا کہا
فاطمہ چھالے دکھانے آئی تھیں گھر کی تکلیفیں سنانے آئی تھیں
آپ کو گھر میں نہ پایا شاہ دیں مجھ سے سب دکھ درد اپنا کہہ گئیں
ایک لونڈی آپ گر ان کو بھی دیں چکی اور چولہے کے وہ دکھ سے بچیں
سن لیا سب کچھ رسول پاک نے کچھ نہ فرمایا شہ لولاک نے
شب کو آئے مصطفےٰ زہرا کے گھر اور کہا دختر سے اے جان پدر
ہیں یہ خادم ان یتیموں کے لئے باپ جن کے جنگ میں مارے گئے

تم پہ سایہ ہے رسول اللہ کا — آسرا رکھو فقط اللہ کا
ہم بتائیں تسبیح اک ایسی بتائیں — آپ جس سے خادموں کو بھول جائیں
اولاً سبحان ۳۳ بار ہو ! — اور پھر الحمد اتنی ہی پڑھو
اور ۳۴ بار ہو تکبیر بھی — تاکہ یہ سو ہو جائیں یہ مل کر سبھی
پڑھ لیا کرنا اسے ہر صبح و شام — ورد میں رکھنا اسے اپنے مدام
خلد کی مختار راضی ہو گئیں — سن کے یہ ارشاد خوش خوش ہو گئیں

الکتاب مذکور ص ۴۲

سبق ا ہے

سالک ان کی راہ جو کوئی چلے — دین و دنیا کی مصیبت سے ٹلے

فائدہ : علامہ رہاوی جامع المعجزات میں فرماتے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہاتھ سے آٹا گوندھتیں، زبان سے قرآن پڑھتیں، دل سے تفسیر کرتیں اور پیر مبارک سے حسنین کا جھولا جھلاتیں اور آنکھوں سے خدا کی یاد میں روتی تھیں اور آج کل کی عورتیں ہاتھ سے ڈھولک بجاتیں، زبان سے غیبت کرتیں ۔ دل سے دنیا کو چاہتیں آنکھوں سے بے شرمی کا مظاہرہ کرتیں اور پیروں سے ناچتی ہیں ۔ پھر یہ جنت میں کیسے جاسکیں گی ؟

حکایت نمبر ۲۸۲

جنت کا جوڑا

ایک یہودی کی لڑکی جو بڑی مالدار تھی، بیاہی گئی اور بہت سی عورتیں اس کی شادی میں بلائی گئیں جو بڑے بیش قیمت کپڑے پہن کر آئیں۔ ان عورتوں نے کہا کہ ہماری دلی آرزو ہے کہ کسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ اور اس کے فقر کو بھی دیکھیں۔ چنانچہ یہودی کی لڑکی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا بھیجا۔ آپ نے اس کی اس تقریب میں شامل ہونے کا وعدہ بھی کر لیا ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ جبریل علیہ السلام جنت کا ایک جوڑا لے کر حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جنتی جوڑا حضرت فاطمہ کو پہننے کے لیے دیا۔ آپ نے وہی جوڑا پہنا اور یہودی کی لڑکی کی شادی میں تشریف لے گئیں۔ جب آپ ان عورتوں میں بیٹھیں تو اس جوڑے سے نور کے چمکارے پیدا ہوئے۔ عورتوں نے حیرت میں آ کر پوچھا، فاطمہ یہ لباس تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ فرمایا، میرے باپ کے گھر سے۔ عورتیں بولیں، تمہارے باپ کو کس نے دیا؟ فرمایا جبریل نے۔ کہا۔ اور جبریل کہاں سے لائے؟ فرمایا، جنت سے۔ یہ سنکر سب نے باتفاق کلمہ شہادت پڑھا اور بہ اشھد ان لا الٰہ الا

اللہ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رسول اللہ کے نعرہ سے سارا مکان گونج اُٹھا۔

(نزہۃ المجالس صفحہ ۲۷۹ ج ۲)

سبق: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل بیت عظام کا فقر، فقرِ اختیاری تھا۔ زہد و فقر اور سادگی ان کی اپنی اختیار کردہ اور تعلیم اُمت کے لئے تھی۔ ورنہ وہ جنت کے مالک تھے اور ان کا لباس بھی جنت سے بن کر آتا تھا۔

حکایت نمبر ۲۸۳

شاہی دعوت

ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! آج آپ کی میرے گھر دعوت ہے۔ حضور نے قبول فرما لیا اور اپنے اصحاب سمیت حضرت عثمان کے گھر تشریف لے چلے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اور حضور کا ایک ایک قدم مبارک جو ان کے گھر کیطرف چلتے ہوئے زمین پر پڑ رہا تھا گننے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ اے عثمان! یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

میں چاہتا ہوں کہ حضور کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ کی تعظیم و توقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں۔ چنانچہ حضرت عثمان کے گھر تک حضور کے جسقدر قدم پڑے، اسی قدر غلام حضرت عثمان نے آزاد کئے۔

جب یہ دعوت ہو چکی تو حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ آپ بڑے مغموم سے تھے۔ حضرت فاطمہ نے دریافت فرمایا، کہ آپ پریشان کیوں ہیں۔ تو فرمایا! فاطمہ! آج میرے بھائی عثمان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی شاندار دعوت کی ہے، اور حضور کے ایک ایک قدم کے عوض اس نے غلام آزاد کئے ہیں اے کاشش! ہم بھی حضور کی اسی قسم کی کوئی دعوت کر سکتے۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ جایئے اور حضور کو آپ بھی دعوت دے آیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مگر اس قدر بڑا انتظام اور ایک ایک قدم کے بدلے ایک ایک غلام آزاد کرنا یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا! انشاء اللہ سارا انتظام ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت علی گئے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دعوت عرض کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لی اور اپنے اصحاب سمیت حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے چلے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کو اصحاب سمیت بٹھایا اور خود خلوت میں تشریف لے جا کر سجدہ میں گر گئیں اور اللہ سے عرض کی کہ!

"اے اللہ! تیری بندی فاطمہ نے تیرے محبوب اور محبوب

کے اصحاب کی دعوت کی ہے اور تیری بندی کا تجھی پر بھروسہ ہے۔ الٰہی! میری لاج رکھ اور اس دعوت کے کھانے کا تو انتظام فرما دے"۔

یہ دعا مانگ کر حضرت فاطمہ نے ہنڈیا کو چولہے پر رکھا اور رو رو کر پھر اپنے اللہ سے دعا کی کہ مولا! اپنی بندی فاطمہ کو شرمندہ نہ کرنا۔ خدا تعالیٰ کا دریائے کرم جوش میں آیا، اور اس نے اس ہنڈیا کو جنت کے کھانے سے بھر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس ہنڈیا میں سے سب کو کھانا بھیجنا شروع فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے سارے اصحاب نے کھانا تناول فرما لیا۔ لیکن ہنڈیا میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ جانتے ہو! یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی۔ نہیں یا رسول اللہ! فرمایا! یہ کھانا اللہ نے ہمارے لئے جنت سے بھیجا ہے۔ صحابہ کرام یہ سن کر بڑے خوش ہوئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر خلوت میں گئیں اور سجدہ میں گر کر دعا کی کہ

"اے اللہ! عثمان نے تیرے محبوب کے ایک ایک قدم کے عوض ایک ایک غلام آزاد کیا ہے اور تیری بندی میں اتنی استطاعت نہیں۔ مولا! جہاں تو نے میری خاطر جنت سے

کھانا بھیج کر میری شرم رکھ لی ہے وہاں تو میری خاطر اپنے محبوب کے ان قدموں کے برابر جتنے قدم چل کر وہ میرے گھر تشریف لائے ہیں محبوب کی امت کے گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دے"۔

حضرت فاطمہ جب اس دعا سے فارغ ہوئیں تو جبریل امین نے حاضر ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بشارت دے کر بھیجا ہے کہ آپ کی صاحبزادی کی دعا قبول فرماتے ہوئے ہم نے آپ کے ہر قدم کے عوض ایک ہزار گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دیا۔

یہ بشارت سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بڑے خوش ہوئے۔

(جامع المعجزات مصری ص۵)

سبق: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بڑا بلند مرتبہ ہے کہ آپ کی خاطر اللہ نے جنت سے کھانا بھیجا، اور آپ کی طفیل خدا نے گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دیا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے سخی اور حضور کے سچے جانباز تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سب آپس میں محبت رکھتے تھے۔

حکایت نمبر ۲۸

راز کی بات

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ حضور علیہ السلام کے مرض وصال کے دنوں ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دائیں جانب بٹھا لیا اور پھر کوئی راز کی بات ان سے فرمائی۔ جسے سُنکر حضرت فاطمہ رو پڑیں حضور نے پھر کوئی دوسری بات فرمائی جسے سنکر حضرت فاطمہ ہنس پڑیں۔ میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا۔ پیاری بیٹی! یہ آج میں نے کیا دیکھا ہے؟ کہ تم پہلے رو پڑیں اور پھر ہنس پڑیں۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا! میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز کو افشاء نہ کروں گی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ بیٹی! اب تو بتا دو، کہ اس روز کیا بات ہوئی تھیں کہ تم پہلے رو پڑی تھیں اور پھر ہنس بھی دی تھیں۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا! امی جان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہلے یہ فرمایا تھا کہ جبریل میرے ساتھ ہر سال قرآن کا ایک بار دورہ کیا کرتا تھا مگر اس سال اس نے دو دفعہ دورہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے وصال کا وقت آ گیا ہے۔ میں یہ بات سنکر رو پڑی اور پھر حضور

نے فرمایا بیٹی! میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تمہارا وصال ہو گا، تو میں یہ بات سنکر ہنس پڑی تھی۔

(بخاری شریف صد ۵۱۲ ج ۱)

سبق: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک خاص مقام حاصل تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال شریف کا علم تھا، اور آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی وصال شریف کا علم تھا۔

حکایت نمبر ۲۸۵

وصال فاطمہ

خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بیمار ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا۔ اے فاطمہ! میری یہ وصیت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچو تو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا، یا رسول اللہ! میں آپ کا بڑا مشتاق ہوں۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا اور میری بھی ایک وصیت ہے اور وہ یہ کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ پر چیخ چلا کر ماتم نہ کرنا اور میرے نور چشم حسن و حسین کو مارنا نہیں، اور اے شیر خدا! وہ دیکھیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرشتوں کے انبوہ میں تشریف لے آئے ہیں۔ اب میں جا رہی ہوں اور میرے

انتقال کے بعد فلاں جگہ میں نے ایک کاغذ کا ٹکڑا بڑی حفاظت سے رکھا ہے اس کاغذ کو نکال کر میرے کفن میں رکھ دینا اور اسے پڑھنا نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ فاطمہ! رسول اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے بتادو کہ اس کاغذ میں کیا لکھا ہے؟ حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ میرا نکاح جب آپ سے ہونے لگا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا فاطمہ! میں علی سے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر تمہارا نکاح کرنے لگا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! علی مجھے منظور ہیں لیکن اتنا مہر مجھے منظور نہیں۔ اتنے میں جبریل امین نے حاضر ہو کر حضور سے عرض کیا! یارسول اللہ! خدا فرماتا ہے کہ میں جنت اور اس کی نعمتیں فاطمہ کا مہر مقرر کرتا ہوں۔ حضور نے مجھے اس کی خبر دی تو میں پھر بھی راضی نہ ہوئی حضور نے فرمایا تو پھر تم خود ہی بتاؤ کہ مہر کیا ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہر وقت اپنی امت کے غم میں رہتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کی گنہگار امت کی بخشش میرا مہر مقرر ہو۔ چنانچہ جبریل واپس گئے اور پھر یہ کاغذ کا ٹکڑا لے کر آئے جس میں لکھا ہے۔

جُعِلَتْ شَفَاعَۃُ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَدَاقُ فَاطِمَۃَ "میں نے امت محمد کی شفاعت فاطمہ کا مہر مقرر کیا۔"

(جامع المعجزات مصری صہ ۶۲)

سبق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہم گنہگاروں پر اللہ کا بڑا افضل و کرم ہے کہ حضور کی صاحبزادی کو بھی ہم گنہگاروں

کا خیال رہا اور وہ ہماری بخشش کا انتظام فرما گئیں۔ پھر یہ کہنا کہ ان اللہ والوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کس قدر جہالت کی بات ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چیخ چلّا کر ماتم نہیں کرنا چاہیئے۔ اس چیز سے خود خاتون جنت نے بھی منع فرمایا ہے۔

حکایت نمبر ۲۸۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کوفہ کا لشکر

ایک دفعہ جب حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے لشکر طلب فرمایا اور بہت سی قیل و قال کے بعد وہاں سے لشکر بھیجا گیا تو لشکر کے آنے سے پہلے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دے دی کہ کوفہ سے بارہ ہزار آدمی آ رہے ہیں۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب لشکر کی گزرگاہ پر آن بیٹھے اور جب لشکر آیا تو ایک ایک آدمی کو گننا شروع کر دیا۔ چنانچہ جتنی تعداد حضرت علی نے بتائی تھی۔ اس سے ایک بھی کم و بیش نہ نکلا، اور پورے بارہ ہزار آدمی ہی نکلے۔

(شواہد النبوۃ صہ ۲)

سبق: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ علم سب صدقہ تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔ پھر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی وسعت علم کا کون اندازہ کر سکتا ہے، باوجود اس کے اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق یوں کہے کہ آپ کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہ تھا تو خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ وہ شخص خود جاہل بلکہ اجہل ہے یا نہیں؟

حکایت نمبر ۲۸۷

قبالہ نویسی

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے ایک مکان خریدا ہے۔ آپ اس کا قبالہ بیعنامہ تحریر فرما دیجئے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ بیعنامہ کا پہلے مسودہ سن لو پھر قبالہ لکھوا لینا۔

اِشْتَرٰی مَغْرُوْرٌ مِنْ مَغْرُوْرٍ دَارًا لَا بَقَاءَ لَهَا وَلَا لِصَاحِبِهَا وَهِیَ فِیْ سِکَّةِ الْغَافِلِیْنَ. اَلْحَدُّ الْاَوَّلُ الْمَوْتُ. وَالْحَدُّ الثَّانِیْ الْقَبْرُ. وَالْحَدُّ الثَّالِثُ الْحَشْرُ وَالْحَدُّ الرَّابِعُ غَیْرُ مَعْلُوْمٍ اِمَّا الْجَنَّةُ اَوِ النَّارُ

ایک مکان دھوکا کھانے والے نے دھوکا کھائے ہوئے سے خریدا۔ نہ وہ مکان رہے گا، نہ مکان والا اور وہ مکان

غافل لوگوں کی گلی میں ہے اور اس کی چاروں حدیں یہ ہیں۔
اوّل حد اس کی موت ہے دوسری حد قبر ہے۔ تیسری حد میدانِ حشر ہے اور چوتھی حد معلوم نہیں جنت ہے یا دوزخ"!
جب یہ مسودہ خریدار نے سنا تو روتا ہوا چلا گیا۔ اور مکان خریدنے سے انکار کر دیا۔

(سیرۃ الصالحین ص۱۷)

سبق: دنیا اور اہل دنیا کو بقا حاصل نہیں آخر فنا ہے اور انسان کو لازم ہے کہ وہ ہر وقت موت، قبر اور حشر کو یاد رکھے۔

حکایت نمبر ۲۸۸

عمل کا صندوق

ایک شخص جن کا نام کمیل تھا۔ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک قبرستان آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں اہل قبور کو خطاب فرمایا۔ اور فرمایا اے اہل قبور! اے وحشت و تنہائی والو! کیا خبر ہے اور کیا حال ہے پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد تمہارے اموال تقسیم ہو گئے۔ تمہاری اولادیں یتیم ہو گئیں تمہاری بیویوں نے دوسرے

خاوند کر لے۔

یہ تو ہماری خبر ہے۔ تم کچھ اپنی تو کہو؟ کمیل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے کمیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمایا! اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور مرنے کے بعد قبر میں اس بات کا علم ہو جاتا ہے۔

(کنز العمال و مثلہ فی حجۃ اللہ علی العالمین ص۸۶۲)

سبق! مرنے کے بعد سب کچھ یہیں رہ جاتا ہے اور سب چیزیں دوسروں کے قبضہ میں آجاتی ہیں۔ انسان کے ساتھ اگر کوئی چیز جاتی ہے تو نیک اعمال، بقول شاعر ؎

کہا احباب نے یہ دفن کے وقت — کہ ہم کیونکر وہاں کا حال جانیں
لحد تک آپ کی تعظیم کر دی — اب آگے آپ کے اعمال جانیں

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر عمل کا صندوق ہے جس طرح صندوق میں چیز محفوظ رہتی ہے۔ اسی طرح آدمی جو کچھ اچھا برا کام کرتا ہے۔ وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے۔

حکایت نمبر ۲۸۹

خوش طبعی

ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے اور ان کے دائیں بائیں دو بلند قامت صحابی چل رہے تھے۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد مبارک ان دونوں صحابیوں سے چھوٹا تھا۔ اس لئے ان میں سے ایک صحابی نے حضرت علی سے از رہ خوش طبعی کہا کہ "اَنْتَ بَیْنَنَا کَالنُّوْنِ فِیْ لَنَا" یعنی اے علی! آپ ہم دونوں کے درمیان ایسے ہوتے ہیں جیسے لفظ "لنا" میں "نون" مطلب یہ کہ ہم دونوں آپ کی نسبت دراز قد کے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا لَوْ لَمْ اَکُنْ بَیْنَکُمَا کُنْتُمَا لَا یعنی اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم معدوم ہو جاتے کیونکہ "لنا" سے نون کو نکال دیا جائے تو باقی لا رہ جاتا ہے اور لا کا معنیٰ نہ اور معدوم ہے۔

(کشف الغمہ اور معنی الواعظین صفحہ ۳۰۸)

سبق: پاک لوگوں کا مذاق بھی پاک اور علمی ہوتا ہے۔ پس مذاق و خوش طبعی ایسی ہونی چاہیئے۔ جس میں پھکڑ بازی اور بے ہودگی نہ ہو۔

(منظوم)

حکایت نمبر ۲۹۰

امتحان

مرتضٰے شیر خدا کے سامنے ... عرض کی اک مشرکِ ناکام نے

آپ کو کہتے سنا ہے بارہا ... حافظ و ناصر ہمارا ہے خدا

آپ کا سچا ہے اگر یہ کلام ... اس پہ رکھتے ہیں یقیں بھی آپ تام

اس مکاں کے بام پر چڑھئے ذرا ... کہہ کے بسم اللہ گر پڑیئے ذرا

ہم بھی تو دیکھیں تمہارا وہ خدا ... کسطرح مرنے سے لیتا ہے بچا

آپ نے فرمایا یہ تیرا سوال ... ہے حماقت کا نشاں اسے بے کمال

ہے تیرا مطلب بنوں میں بے ادب ... امتحاں لوں اس کا ہے میرا رب

ہم تو بندے ہیں ہماری کیا مجال ... امتحاں لیں اس کا جو ہے ذوالجلال

ہے حکیم و قادر و مطلق خدا ! ... کام میں اس کے نہیں چون وچرا

(دورِ منظوم ترجمہ مثنوی شریف صـ۳۶)

سبق: اختیار آقا کو ہے یہ بارہا
آزمائے اپنے بندے کی وفا
بندہ آقا کا اگر لے امتحاں
اسکو دیوانہ کہے گا کل جہاں

(منظوم)

حکایت نمبر ۲۹۱

مسئلے کا جواب

مرتضیٰ کے پاس اک ناداں گیا
فکرِ جبر و قدر میں تھا مبتلا

یہ کہا حضرت مجھے سمجھایئے
عقل ہے چکر میں کچھ بتلایئے

آپ نے فرمایا میرے سامنے
سر و قد ہو جاؤ اک لحظہ کھڑے

اس نے کی ارشاد کی تعمیل چست
آپ بولے ہاں کھڑے ہو تم درست

پر ذرا "تکلیف اتنی کیجئے!
تھوڑی اک ٹانگ اپنی اونچی کیجئے

اک پاؤں پر کھڑا فوراً ہوا
اور کچھ ارشاد؟ وہ کہنے لگا۔

کہہ رہا تھا یہ نہایت فخر سے
اختیار اور مقدرت سب ہے مجھے

یوں کہا حضرت نے کیا شک ہے بھلا
دوسری بھی ٹانگ اٹھا کر پڑ دکھا

سن کے بولا اس سے میں مجبور ہوں
یہ تو ہو سکتا نہیں معذور ہوں

پھر پکڑ کر کان بولا اے جناب
پا لیا اپنی زباں سے خود جواب

(دورِ منظوم صفحہ ۱۴۴)

سبق: ـــ

گو کہ کہلاتے ہیں فاعل سب کے سب
ہے حقیقی فاعل ان میں ایک رب

آدمی ہیں گو کہ ہیں اکثر صفات
پر وہ ناقص ہیں نہایت بے ثبات

(نوٹ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مفصل حکایات اس کتاب کے پہلے حصہ کے چوتھے باب خلفاء راشدین میں گزر چکی ہیں۔

حکایت نمبر ۲۹۲

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ اور ساتھ ہی پہلو میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نظر لوگوں کی طرف فرماتے۔ اور ایک نظر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف۔ اور فرماتے یہ میرا بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۶۱)

سبق: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے لہذا ہر مسلمان کو ان سے محبت رکھنا چاہیے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو آپ کو مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانے والا فرمایا ہے وہ اشارہ تھا اس واقعہ کی طرف جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال شریف کے بعد حضرت

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر تشریف فرما ہوئے تو ایک گروہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حامی تھا اور اس اختلاف سے لڑائی کا احتمال تھا اس موقعہ پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند شرائط پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرما کر تخت سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خالی کر دیا اور مسلمانوں کے دو گروہوں کو آپس میں ٹکرانے سے بچا لیا۔

معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرف دار دونوں گروہوں کا پہلے ہی علم تھا۔ اور یہ بھی علم تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ کے حق میں دست بردار ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار بھی مسلمان ہی تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار مسلمان ہی تھے۔ اسلئے کہ حضور نے مسلمانوں کے "دو بڑے بڑے گروہوں" کا جملہ ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واجب التعظیم صحابی ہیں۔ ان کے متعلق کسی قسم کی گستاخی جائز نہیں۔

اس لئے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حق میں دست بردار کیوں ہو جاتے۔ اور کیوں نہ ان کی بالکل اسی طرح مخالفت فرماتے جس طرح آپ کے چھوٹے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی مخالفت کی تھی۔

حکایت نمبر ۲۹۳

ڈیڑھ لاکھ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہو گئی اور اس وجہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت تنگی درپیش ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی شکایت لکھیں۔ لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ اور دوات منگائی۔ مگر کچھ سوچ کر توقف فرمایا۔ خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے میرے فرزند کیا حال ہے؟ عرض کیا۔ الحمد للہ بخیر ہوں۔ اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا۔ تم نے دوات منگائی تھی تاکہ تم اپنی تکلیف کی شکایت لکھ کر بھیجو۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجبور تھا۔ کیا کرتا۔ فرمایا۔ یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَكَ اقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰى لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَيْرَكَ۔ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ

تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَ لَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِیْ وَ لَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ تُخَصِّصُنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ط

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ پر ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار بھیج دیئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کا شکر بجالایا۔ پھر خواب میں دولتِ دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حسن! کیا حال ہے؟ میں نے خدا کا شکر کر کے واقعہ عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اے فرزند جو اپنے خالق سے لو لگاتے، اس کے کام یونہی بنتے ہیں۔

(تاریخ الخلفا ص۱۳۵)

سبق: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و احترام تھا اور آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک معقول وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اور ایک سال تاخیر ہو جانے پر اس کی تلافی مزید نصف لاکھ سے کر دی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت و امامت کو جائز سمجھتے تھے۔ ورنہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقرر کردہ

وظیفہ کبھی قبول نہ فرماتے۔

حکایت نمبر ۲۹۴

اچھّا سوار

ایک دن حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کہ وہ بچے تھے، اپنے کندھے مبارک پر بٹھا لیا۔ راستے میں ایک شخص ملا اور اس نے جو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کندھے پر دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ اے بچے! بڑی اچھی سواری پر سوار ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا: اور سوار بھی تو بڑا اچھا ہے۔

(تاریخ الخلفاء صد ۱۳۲)

سبق: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑے پیارے تھے۔ پس ان سے پیار رکھنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش کرنا ہے۔

حکایت نمبر ۲۹۵

خطاکار کو انعام

ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دولت کدہ میں چند مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرمارہے تھے کہ آپ نے اپنے غلام کو سالن لانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ وہ لایا تو اچانک اس کے ہاتھ سے برتن گر پڑا۔ اور لوٹ گیا۔ اور سالن کا کچھ حصہ حضرت امام حسن پر بھی گرا۔ غلام یہ منظر دیکھ کر گھبرایا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے جھٹ یہ آیت پڑھ دی کہ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (اور غصہ پینے والے) آپ نے فرمایا: میں نے غصہ پی لیا۔ اس نے پھر پڑھا۔ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے درگزر کرنے والے) آپ نے فرمایا: جاؤ، میں نے معاف بھی کر دیا۔ اس نے پھر پڑھا: وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اور احسان کرنیوالے اللہ کے محبوب ہیں) آپ نے فرمایا۔ جاؤ میں نے تمہیں آزاد بھی کر دیا۔

(روح البیان ص ۳۶۷ جلد ۱)

سبق:۔ زیردستوں پر رحم کرنا چاہیئے اور غصّہ کو پی لینا اور خطاکار کو معاف کر دینا اور اس پر احسان بھی کرنا یہ اللہ کے محبوبوں کا کام ہے

پس حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے محبوب تھے۔

حکایت نمبر ۲۹۶

سخی گھرانا

ایک مرتبہ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کو جا رہے تھے کہ جس اونٹ پر زادِ راہ لدا ہوا تھا وہ اونٹ کہیں پیچھے رہ گیا۔ ایک جگہ بھوکے پیاسے ہو کر ایک بڑھیا کی جھونپڑی میں تشریف لے گئے، اور فرمایا کچھ پینے کو ہے؟ اس نے عرض کی ہاں ہے۔ اس بڑھیا کے پاس ایک بکری تھی اور اس کا دودھ دوہ کر حاضر کیا۔ انہوں نے پیا۔ پھر پوچھا۔ کچھ کھانے کو بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تیار نہیں ہے۔ اسی بکری کو ذبح کر کے کھا لیجئے۔ چنانچہ وہ بکری ذبح کی گئی اور اسے کھا کر فرمایا! بڑی بی! ہم قریش میں سے ہیں۔ جب اس سفر سے پھریں گے تو تو ہمارے پاس آنا۔ ہم تیرے احسان کا بدلہ دیں گے یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔ جب اس بڑھیا کا خاوند گھر پہنچا تو خفا ہو کر کہنے لگا کہ تو نے بکری ان لوگوں کو کھلا دی جن کو تو جانتی بھی نہیں کہ وہ کون ہیں۔ تھوڑے دن گزرے تھے کہ وہ میاں بیوی مفلسی کے

باعث مدینہ منورہ میں آپڑے، اور اونٹ کی لینڈنیاں چُن چُن کر بیچنے لگے۔ ایک دن بڑھیا کہیں جاتی تھی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے در دولت پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے اس بڑھیا کو دیکھ لیا اور پہچان لیا اور اس بلا کر فرمایا بڑی بی! مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا! میں وہ شخص ہوں جو فلاں دن تیرا مہمان ہوا تھا۔ بڑھیا نے بغور دیکھا اور بولی۔ ہاں ہاں پہچان گئی۔ واقعی آپ میری جھونپڑی میں تشریف لائے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرمایا کہ ایک ہزار بکریاں خرید کر اس بڑھیا کو دی جائیں اور ساتھ ہی ایک ہزار دینار نقد بھی دیا جاتے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی اور بڑھیا کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار نقد دے دیا گیا اور پھر حضرت امام حسن نے اپنے غلام کو ساتھ کر کے اس بڑھیا کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ بھائی صاحب نے تمہیں کیا دیا؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار اس بڑھیا کو عنایت فرمائے اور پھر آپ نے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ دونوں بھائیوں نے تمہیں کیا دیا۔ وہ بولی! دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار۔ حضرت

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کو دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرما دیئے۔ وہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر اپنے خاوند کے پاس آگئی اور کہنے لگی۔ یہ انعام ان سخیوں نے عنایت فرمایا ہے جن کو میں نے بکری کھلائی تھی۔

(کیمیائے سعادت صہ ۲۵۹)

سبق :۔ اہلبیت عظام کا گھرانا سخی گھرانا ہے۔ بڑھیا نے بغیر جانے پہچانے صرف ایک بکری کھلائی اور اہل بیت کی سخاوت سے مالا مال ہوگئی۔ پھر جو ان پاک لوگوں کو جان پہچان کر ان کے نام کسی نیاز کا ایصال کرے گا تو وہ کیوں نہ دین و دنیا میں کامیاب ہوگا۔

حکایت نمبر ۲۹۷

قیمتی شربت

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ اس نے کھانا کھانے کے بعد شربت طلب کیا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون سا شربت درکار ہے۔ مہمان نے جواب دیا کہ وہ شربت جو نہ ملنے کے وقت جان سے زیادہ قیمتی اور مل جانے کے وقت نہایت کم قیمت ہوتا ہے۔ امام صاحب نے نوکروں

سے فرمایا کہ مہمان پانی مانگتا ہے۔ حاضرین کو آپ کی ذہانت پر نہایت حیرانی ہوئی۔

(مغنی الواعظین صد ۲۱۸)

سبق :۔ پانی خدا تعالیٰ کی ایک بڑی گرانقدر اور قیمتی نعمت ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مرغی کو دیکھئے کہ ایک گھونٹ پانی کا پی کر فوراً اپنا منہ اوپر آسمان کی طرف اٹھا کر گویا اللہ کا شکر ادا کر لیتی ہے۔ مگر افسوس کہ غافل انسان بیسیوں من پانی پی کر بھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔

حکایت نمبر ۲۹۸

خون آلود چھری

ایک روز ایک شخص کو گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی۔ یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔

اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اقبال جرم کر لیا اور انہوں نے قصاص کا حکم دیا۔ اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اقبال جرم

کہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی۔ میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید ثابت نہ ہوگا پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں قصاب ہوں، میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرے کو ذبح کیا تھا۔ گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا اور میں جائے وقوع کے قریب پیشاب کے لیے بیٹھا اور جب فارغ ہوا تو میری نظر لاش پر پڑگئی۔ میں اسے دیکھنے کے لیے قریب پہنچا اور دیکھ ہی رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کر لیا سب لوگ کہنے لگے کہ یہی قاتل ہے مجھے یقین ہوگیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لئے میں نے اقبال ہی کر لینا بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بہ طمع مال قتل کیا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ میں ایک گوشے میں جا چھپا اتنے میں پولیس آگئی اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں اس بے گناہ کو بچاؤں اور اپنے جرم کا اقبال کرلوں۔

یہ سنکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا۔

امیر المومنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بھی بچائی ہے اور اللہ نے فرمایا ہے وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلا دیا۔

(الطرق الحکمیہ فی السیاستہ الشرعیہ صہ ۵۶)

سبق:۔ قاضی و جج کو فیصلہ کرتے وقت بڑی سوچ اور سمجھ کے ساتھ اور سوچ و سمجھ والوں سے مشورہ لینے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیئے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے دانا اور تفقہ کے مالک تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑا اگر چھوٹے کے مشورہ کو بہتر جان کر اس پر عمل کرے تو اس کی بڑائی میں فرق نہیں آجاتا جس طرح کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بعض اوقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل فرما لیا کرتے تھے۔

حکایت نمبر ۲۹۹

جنت کا سبب

ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بچپن میں دو تختیوں پر کچھ لکھا اور باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے

کہ میرا خطا اچھا ہے۔ چنانچہ دونوں اس بات کا فیصلہ لینے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقدمہ کا مرافعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ بیٹو! اس بات کا فیصلہ تم اپنے نانا جان حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کراؤ۔ چنانچہ دونوں بھائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا فیصلہ جبرئیل کریں گے۔ جبریل امین حاضر ہوئے، اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! خدا تعالیٰ یہ فیصلہ خود فرمائے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا جبریل کو حکم ہوا کہ جبریل جنت سے ایک سیب لے جاؤ۔ اور وہ سیب ان دونوں کی تختیوں پر ڈال دو۔ سیب جس کی تختی پر ٹھہر جائے۔ وہی خطا اچھا ہے۔ چنانچہ جبریل نے جنت کا ایک سیب لا کر ان تختیوں پر گرا دیا تو خدا کے حکم سے اس سیب کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا تو حضرت حسن کی تختی پر اور دوسرا حضرت حسین کی تختی پر جا پڑا اور فیصلہ یہ ہوا کہ دونوں ہی کا خطا اچھا ہے۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۳۹۱ ج ۲)

سبق: حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خدا تعالیٰ سے ایک خاص نسبت تھی اور خدا تعالیٰ اپنے محبوب کے ان شہزادوں کی دل شکنی نہیں چاہتا پھر جو شخص ان شہزادوں کی کسی قسم

کی توہین کا ارتکاب کرے تو وہ کس قدر ظالم ہے۔

حکایت نمبر ۳۰

فرشتے کی ڈیوٹی

ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچپن میں گھر سے کہیں باہر تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کچھ پریشان سی ہوئیں کہ شہزادے کہاں چلے گئے اتنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! حسن و حسین آج کہیں کھو گئے۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ کہاں چلے گئے۔ اتنے میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے دونوں شہزادے فلاں جگہ ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ خدا نے ان کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ متعین کر رکھا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں صاحبزادے تو پڑے سوتے ہیں اور فرشتہ ایک بازو ان کے نیچے بچھائے ہوئے اور دوسرے سے سایہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ حضور نے دونوں کا منہ چوم لیا اور اٹھا کر گھر لے آئے۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۲۹۲ ج ۲)

سبق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں شہزادے فرشتوں کے بھی مخدوم ہیں۔ پھر انسانوں کے لئے بھی کیوں لازم نہ ہوگا کہ وہ ان شہزادوں کی محبت اپنے دل میں رکھیں اور ان کے نقش قدم پر چل کر انکو اپنا پیشوا و مخدوم جانیں۔

حکایت نمبر ۳۰۱

پیاس کا علاج

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے رونے کی آواز سنی تو آپ جلدی سے گھر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہیں پیاس لگ رہی ہے اور اس وقت پانی یہاں موجود نہیں۔ حضور نے فرمایا انہیں ادھر لاؤ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حسن کو اٹھایا اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دی اور حسن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان چوسنا شروع کی اور ان کی پیاس جاتی رہی اور چپ ہوگئے۔ پھر آپ نے حسین کو اٹھایا اور ان کے منہ میں بھی زبان ڈالی اور وہ بھی زبان مبارک چوس کر

سیر ہو گئے اور چپ ہو گئے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین صـ ۶۸۱)

سبق: حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی قسم کی تکلیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزرتی تھی اور ان کے رونے سے حضور کو رنج پہنچتا تھا پھر جن ظالموں نے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ستایا اور رلایا۔ انہوں نے حضور کو کسقدر رنج پہنچایا؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرتاپا اعجاز اور مختار و متصرف ہیں کہ اپنی زبان مبارک کے چسانے سے ہی پیاس دور فرما دی آج کوئی اپنی زبان کسی پیاسے کے منہ میں ڈال کر اس کی پیاس بجھا کر تو دکھائے اور حضور کی مثل بننے والا کوئی شخص اپنے کسی نواسے کے منہ میں اگر اپنی زبان ڈالے بھی تو بہت ممکن ہے کہ وہ نواسہ اپنے دانتوں سے اس گستاخ کی زبان ہی چبا ڈالے۔

حکایت نمبر ۳۰۲

ہیبت و شجاعت

ایک دن حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دونوں شہزادوں یعنی حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! ان دونوں کو کچھ

عطا فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں منظور ہے اور پھر فرمایا۔ حسن کو تو میں نے اپنا علم اور اپنی ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

(ابن عساکر۔ الامن والعلےٰ صہ ۹۹)

سبق:۔ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیبت و شجاعت اور علم و کرم کے مالک تھے اور یہ چیزیں انہیں اپنے نانا جان سے ملی تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خزانوں کے باذن اللہ مالک و مختار اور متصرف ہیں۔ ورنہ آپ یہ کیوں فرماتے کہ میں نے حسن کو ہیبت و علم اور حسین کو شجاعت و کرم بخشا اور بخشتا وہی ہے جو مالک و مختار اور متصرف ہو۔

؎ کون دیتا ہے دینے کو دل چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

حکایت نمبر ۳۰۳

ایک عجیب خواب

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں چشمانِ مبارک کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھی

ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت یہ خواب سنکر بہت خوش ہوئے لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی اگر یہ خواب دیکھا ہے تو حضرت امام کی عمر کے چند ہی روز رہ گئے ہیں۔ چنانچہ یہ تعبیر صحیح واقع ہوئی اور تھوڑے دنوں کے بعد آپ کو دشمنوں نے زہر دے کر شہید کر دیا۔

(تاریخ الخلفاء صد ۱۲۴)

سبق: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمنوں کے ظلم سے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور آپ کی شہادت کی طرف اشارہ پہلے ہی خواب میں ہو گیا تھا۔

حکایت نمبر ۳۰۴

پردہ پوشی

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشمنوں کی سازش سے زہر دے دیا گیا۔ جس کے اثر سے آپ کو اسہال کبدی لاحق ہوا۔ اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اسہال میں خارج ہوئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو چالیس روز سخت تکلیف رہی۔ قریب وفات جب آپ کی خدمت میں آپ کے برادر عزیز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حاضر ہو کر دریافت کیا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اسے قتل کروگے؟ حضرت امام حسین نے جواب دیا۔ بیشک قتل کروں گا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا گمان جس کی طرف ہے۔ اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ منتقمِ حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو۔

(تاریخ الخلفاء صہ ۱۲۴)

سبق: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انصاف عدل اور آپ کی احتیاط قابل صد تحسین و آفرین ہے اور یہ حضرت امام ہی کا حصہ ہے کہ سخت تکلیف کے باوجود جس کی طرف گمان ہے اس قاتل کا نام نہیں بتاتے تاکہ گمان صحیح نہ ہونے کے باعث کوئی بےگناہ نہ مارا جائے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی اپنے قاتل کا نام نہیں بتایا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ویسے ہی کسی کو قاتل نہیں قرار دے دیا پھر آج اگر کوئی خواہ مخواہ اپنی ہی طرف سے قاتل کو متعین کرتا پھرے تو یہ اس کی زیادتی ہے یا نہیں؟

حکایت نمبر ۳۰۵

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت عباس کی بیوی حضرت امّ الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا ایک ٹکڑا ان کی گود میں رکھا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر وہ بڑی حیران ہوئیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولیں۔ یا رسول اللہ! میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ آپ کے جسم اقدس کا ایک ٹکڑا میں نے اپنی گود میں پڑا دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے بڑا اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ میری فاطمہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو تیری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئے اور وہ ام الفضل کی گود میں کھیلے (مشکوٰۃ شریف صہ ۵۶۴)

سبق: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لختِ جگر ہیں۔ اور آپ کی محبت حضور کی محبت اور آپ کو ایذا دینا حضور کو ایذا دینا ہے۔

حکایت نمبر۳۰۶

امام حسین رضی اللہ عنہ اور ایک بدوی

ایک بدوی نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے نانا یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم کسی حاجت کے خواستگار ہو۔ تو چار شخصوں میں سے ایک سے درخواست کرو۔ یا تو کسی شریف عربی سے۔ یا کسی شریف آقا سے۔ یا کسی حافظ قرآن سے یا کسی ملیح شخص سے اور یہ چاروں صفتیں آپ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ سارے عرب کو شرافت اگر ملی ہے۔ تو آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔ اور سخاوت آپ کا جبلّی وصف ہے۔ رہا قرآن تو وہ آپ کے گھر اترا ہی ہے۔ اور ملاحت کے متعلق عرض ہے کہ میں نے آپ کے نانا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو حسن و حسین کو دیکھ لو۔

بدوی کی یہ گفتگو سنکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا حاجت ہے۔ بیان کر۔ بدوی نے اپنی حاجت زمین پر لکھ کر بیان کی۔ اس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے ناناجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نیکی بقدر معرفت

ہوا کرتی ہے۔ میں تجھ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے ان میں سے ایک کا جواب دے دیا تو اس تھیلی کا تیسرا حصہ تیری نذر ہے اور اگر دو کا جواب دیا تو دو حصے تیرے ہوں گے۔ اور اگر تینوں کا جواب دے دیا۔ تو ساری تھیلی تیری نذر کر دوں گا۔ بدوی نے کہا۔ دریافت فرمایئے! آپ نے فرمایا۔ تمام عملوں میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ کہا خدا پر ایمان لانا۔ فرمایا۔ بندہ کی ہلاکت سے نجات کس چیز سے ہے؟ کہا خدا پر توکل کرنے میں۔ فرمایا! بندہ کو کس چیز سے زینت حاصل ہوتی ہے؟ کہا علم سے جس کے ساتھ تحمل و بردباری بھی ہو۔ فرمایا۔ اگر کسی شخص میں یہ وصف نہ ہو تو؟ کہا اس کے پاس وہ مال ہونا چاہیئے جس میں سخاوت ہو۔ فرمایا۔ اگر کسی کے پاس ایسا مال نہ ہو تو؟ کہا۔ پھر اس کے لئے جلانے والی بجلی چاہیئے۔ حضرت ہنس پڑے اور بدوی کو پوری تھیلی دے دی۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۲۹۳ ج ۲)

سبق :۔ اللہ والوں سے حاجات طلب کرنا ارشاد نبوی ہے۔ اور اللہ والے حاجت مندوں کی حاجات پوری فرما دیتے ہیں اور معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے فیاض اور سخی تھے اور یہ کہ پہلے زمانہ کے بدوی بھی علم و عرفان کے مالک تھے۔

حکایت نمبر ۳۰۷

بوئے کربلا

ایک روز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تشریف فرما تھے۔ اور حضرت ام الفضل بھی پاس بیٹھی تھیں۔ ام الفضل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ ام الفضل نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ آنسو کیسے ہیں؟ تو حضور نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ میرے اس بچے کو میری امت قتل کر دے گی۔ اور جبریل نے مجھے اس سرزمین کی جہاں میرا یہ بچہ شہید ہوگا۔ سرخ مٹی بھی لاکر دی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا اس مٹی سے مجھے بوئے کربلا آتی ہے۔ اور پھر وہ مٹی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیدی۔ اور فرمایا۔ اے ام سلمہ! اس مٹی کو پاس رکھو۔ جب یہ مٹی خون بن جائے۔ تو سمجھ لینا۔ میرا بیٹا شہید ہوگیا۔ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کر لیا اور پھر جس دن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں شہید ہوئے اسی روز یہ مٹی بند شیشی

میں خون بن گئی۔

(مشکوٰۃ شریف صد ۵۷۲ اور حجۃ اللہ علی العالمین صد ۸۷۴)

سبق:۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے لخت جگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا علم تھا اور اس سرزمین کا بھی جہاں یہ واقعہ ہونا تھا، علم تھا۔ اور اس سرزمین کا نام کربلا بھی معلوم تھا۔ آپ سے کوئی بات پنہاں نہ تھی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بھی علم تھا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں گی۔ جبھی تو آپ نے حضرت ام سلمہ سے یہ فرمایا کہ اس مٹی کو پاس رکھو۔ جب یہ خون بن جائے تو سمجھ لینا میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ باوجود اس کے پھر بھی اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب میں شک وشبہ کرے تو غور کر لیجئے کہ وہ کس قدر جاہل ہے۔

حکایت نمبر ۳۰۸

دلیرانہ جواب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد جب یزید تخت نشین ہوا تو اس نے اپنی بیعت لینے کے لئے اطراف و

ممالک سلطنت میں خط روانہ کیے۔ اور مدینہ منورہ کے عامل کو بھی لکھا کہ وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یزید کی بیعت لے۔ چنانچہ جب عامل مدینہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یزید کی بیعت لینے کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے فسق و فجور کی بنا پر اُسے خلافت کے نااہل قرار دیا اور شجاعت و دلیری کے ساتھ جواب دیا کہ میں اس ظالم کی ہرگز بیعت نہ کرونگا عامل یہ جواب پا کر پلٹ گیا۔ اور یزید کو اس جواب سے مطلع کر دیا یزید یہ جواب پا کر بڑا مشتعل ہوا۔

(سر الشہادتین صـ۱۳ و سوانح کربلا لصدر الافاضل صـ۵۸)

سبق :- یزید بڑا فاسق و فاجر تھا اور اس کے فسق و فجور ہی کے پیش نظر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بیعت سے انکار فرما دیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شجاع ابن الشجاع تھے۔ آپ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یزید کی بیعت سے انکار یزید کے لیے وجہ اشتعال ہوگا۔ اور وہ خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ کلمۂ حق فرمانے سے گریز نہ فرمایا۔ اور جان بچا لینے کے لئے حقیقت کو نہیں چھپایا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی حقیقت کو چھپایا ہو۔ یا کسی سے دب کر آپ نے کلمۂ حق کا اعلان نہ فرمایا ہو؟

حکایت نمبر ۲۰۹

مزارِ انور پہ

یزید کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ امام حسین نے میری بیعت نہیں کی تو اس نے مشتعل ہو کر عامل مدینہ کو حکم بھیجا۔ کہ امام حسین کو میری بیعت پر مجبور کرو۔ ورنہ اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس یزیدی حکم کا پتہ چلا۔ تو آپ نے مدینہ منورہ کی سکونت ترک فرما کر مکہ معظمہ چلے جانے کا ارادہ فرمالیا۔ اور مدینہ منورہ سے روانگی سے پہلے رات کو نانا جان حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار انور پر حاضر ہوئے اور رو رو کر عرض حال کرنے لگے اور پھر روضۂ انور سے لپٹ کر وہیں سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ نانا جان تشریف لائے ہیں اور آپ نے حسین کو چوما۔ اور سینۂ اقدس سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔ بیٹا حسین! عنقریب ظالم تجھے کربلا میں بھوکا پیاسا قتل کر دیں گے۔ تیرے ماں باپ اور بھائی تیری انتظار میں ہیں بہشت تیرے لئے آراستہ ہو رہا ہے۔ اس میں ایسے درجات عالیہ ہیں جو شہید ہوئے بغیر تجھے نہیں مل سکتے۔ جاؤ بیٹا! صبر و شکر سے جام شہادت پی کر میرے پاس آ جاؤ۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خواب دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور اہل بیت کو جمع کر کے یہ خواب سنایا۔ اور مدینہ سے مکہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا اور پھر اپنے برادر بزرگ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار انور پر حاضر ہوئے اور کلمات رخصت زبان پر لائے اور پھر ماں کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے اماں جان! یہ نازوں کا پالا تمہارا حسین آج تم سے جدا ہونے آیا ہے اور آخری سلام عرض کرتا ہے۔ قبرِ انور سے آواز آئی۔ وعلیک السلام اے مظلوم اور آپ وہاں کچھ دیر روتے رہے اور پھر واپس تشریف لائے اور مکہ معظمہ جانے کی تیاری فرما کر مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔

(تذکرہ حسین ص۲۷)

سبق: حضرت امام کی شہادت کا خود حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی علم تھا اور یہ آپ ہی کی شان ہے کہ علم کے باوجود بھی پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہیں آتی۔ اور شوقِ شہادت میں کمی نہیں آتی۔ اور جذبۂ جاں نثاری اور بھی زیادہ ہی ہوتا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سیرت پاک سے بتا دیا کہ طالبِ رضائے حق مولیٰ کی مرضی پر فدا ہوتا ہے۔ اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے۔ کبھی وحشت و پریشانی اس کے پاس نہیں پھٹکتی۔ بلکہ وہ انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے۔ اور وقتِ موعود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۱۰

کوفیوں کے خطوط

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ تو اہل عراق کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور آپ مکہ معظمہ تشریف لے آئے ہیں تو انہوں نے متفق ہو کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خط بھیجنے شروع کئے جس میں اس امر کا اظہار تھا کہ ہم اپنے جان و مال آپ پر قربان کر دیں گے۔ آپ یہاں کوفہ میں تشریف لائیں ہم آپ کی بیعت کر کے آپ کے حکم سے ظالموں سے مقابلہ کریں گے۔ اور آپ کا بہر حال ساتھ دیں گے۔ اس طرف سے التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بندھ گیا۔ اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب خطوط حضرت امام کی خدمت میں پہنچے۔ آپ کہاں تک خاموش رہتے۔ کوفیوں کے پیہم اصرار پر آپ نے انہیں جواب دیا کہ تمہارے ڈیڑھ سو کے قریب خط پہنچے۔ میں فی الحال اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تاکہ تمہاری سچائی کا پتہ چل سکے۔ تم اگر واقعی میرا ساتھ دینا چاہتے ہو تو میرے نمائندے مسلم بن عقیل کی

بیعت کرو۔ جب وہ تمہارے حال اور صدق مقال سے مجھے مطلع کریں گے۔ تو میں بھی آجاؤں گا۔

(سر الشہادتین صفحہ ۱۴ وسوانح کربلا صفحہ ۷۴ وتذکرہ صفحہ ۳۰)

سبق :- کوفیوں کی بے وفائی مشہور ہونے کے باوجود حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی درخواستوں پر توجہ اس لئے فرمائی۔ تاکہ کل قیامت کے دن وہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں۔ کہ ہم ظالموں سے مقابلہ اور ان سے رہائی کے طلب گار تھے۔ لیکن ابن علی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہماری کسی درخواست پر توجہ نہ فرمائی۔ حضرت امام عالی مقام نے اتمام حجت کے لیے اپنے بھائی کو کوفہ بھیج دیا۔ اور آپ اپنا فرض ادا کرنے کو تیار رہو گئے۔

حکایت نمبر ۳۱۱

بارہ ہزار

کوفیوں کے پیہم اصرار پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لے جانے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن حالات کا پتہ لگانے کے لئے آپ نے پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں بھیجا۔ اور حضرت مسلم سے فرمایا کہ تم وہاں جا کر میرے لئے کوفیوں

سے بیعت لو۔ اگر انہوں نے بیعت کر لی تو مجھے مطلع کرنا۔ میں بھی آ جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت مسلم اپنے دو کمسن بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ کو روانہ ہو گئے۔ ان دو صاحبزادوں کا نام محمد اور ابراہیم تھا۔ یہ دونوں اپنے باپ کو بہت پیارے تھے۔ اس لئے یہ دونوں بھی اس سفر میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ہو گئے۔ حضرت مسلم کوفہ پہنچے۔ تو آپ نے مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت امام مسلم نے اہل عراق کی گرویدگی و عقیدت دیکھ کر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی۔ اور التماس کیا کہ آپ جلدی تشریف لے آئیں تاکہ بندگانِ خدا یزید کے ناپاک شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو۔

(سر الشہادتین صفحہ ۱۹ و سوانح کربلا صفحہ ۵۳)

سبق ؛۔ اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی منشاء صرف یہی تھی کہ بندگانِ خدا غیر شرعی نظام سے نجات پائیں۔ اعلاء کلمۃ الحق اور دین حق کی تائید ہو۔ اور اہل حق ہمیشہ اسی مسلک پر قائم رہے ہیں۔

حکایت نمبر ۳۱۲

جلاد ابن زیاد

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ پہنچے تو بارہ ہزار سے زیادہ عراقیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت امام مسلم کے ہاتھ پر کرلی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر امام مسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ آپ جلد تشریف لے آئیں۔ ادھر جب یزید کو اس صورتِ حال کا پتہ چلا تو اس نے حاکم بصرہ عبیدہ اللہ بن زیاد کو حکم بھیجا۔ کہ وہ فوراً کوفہ پہنچ کر لوگوں کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے روکے اور جنہوں نے بیعت کرلی ہے۔ انہیں تنبیہہ کرے۔ ابن زیاد بڑا مکار اور جلاد تھا۔ یہ ظالم جھٹ کوفہ پہنچا۔ اور اہل کوفہ کو جمع کر کے یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا اور بڑے بڑے لالچ دے کر انہیں حمایت حسین سے روکا۔ اور سب پر اپنا رعب و داب بٹھایا۔ حضرت امام مسلم یہ صورت حال دیکھ کر رات کو ہانی بن عروہ کے مکان میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے ہانی! میں یہاں غریب مسافر ہوں۔ تو اہل کوفہ سے خوب واقف ہے۔ میں تیری پناہ میں آیا ہوں۔ مجھے اپنے مکان میں پناہ دے۔ ہانی نے قبول کیا۔ اور ایک حجرہ اپنے گھر کا

ان کے لیے خالی کر کے کہا کہ ؎

رواقِ منظرِ چشم من آشیانۂ تست!
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست!

ابن زیاد کو پتہ چل گیا کہ مسلم کو ہانی نے پناہ دے رکھی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی فوج بھیج کر حضرت ہانی کو گرفتار کر لیا اور اس طرح کوفہ کے دیگر روٴسا و عمائد کو بھی قلعہ میں نظر بند کر لیا۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صورت حال کا پتہ چلا تو آپ کی رگ ہاشمی جوش میں آئی اور اپنے دونوں بچوں کو قاضی شریح کے گھر میں روانہ کر کے محبان اہل بیت کو بلایا۔ تو آپ کی ندا پر جوق در جوق آدمی آنے شروع ہوئے۔ اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ مل کر قصرِ شاہی کا احاطہ کر لیا اور ابن زیاد کو گھیر لیا۔ قریب تھا کہ ابن زیاد اور اس کے ساتھی گرفتار ہو جاتے۔ کہ ابن زیاد نے ایک چال چلی اور وہ یہ کہ اس نے کوفہ کے جن بڑے بڑے آدمیوں کو قلعہ میں نظر بند کر رکھا تھا۔ انہیں مجبور کیا کہ تم چھت پر جا کر اہل کوفہ کو سمجھاؤ۔ اور ڈراؤ۔ اور انہیں مجبور کر کے مسلم سے الگ کر دو۔ یہ لوگ ابن زیاد کی قید میں تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ گھبرا کر آ گئے۔ اور دیوار قلعہ پر چڑھ کر چلائے کہ بھائیو! مسلم کی حمایت تمہارے لیے خطرناک ہے۔ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی۔

یزید تمہارے بچے بچے کو مروا ڈالے گا۔ تمہارے مال لٹوا دے گا تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے۔ اور اگر تم امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ساتھ رہے تو دیکھو ہم جو ابن زیاد کی قید میں ہیں۔ قلعہ کے اندر مارے جائیں گے۔ اپنے انجام پر نظر ڈالو۔ ہمارے حال پر رحم کرو۔ اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ یہ حیلہ کامیاب رہا۔ اور حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ سب بیوفائی پر اتر آئے۔ اور حضرت امام مسلم کا ساتھ چھوڑنے لگے۔ حتیٰ کہ شام تک حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صرف پانچ سو کی تعداد رہ گئی اور غروب آفتاب کے بعد جب اندھیرا ہوا۔ تو وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ اور امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا رہ گئے۔

(سر الشہادتین ص۱۶ و سوانح کربلا ص۵، تذکرہ حسنین ص۴۹)

سبق: ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت عظام کی محبت و وفا کے ان دعویداروں کے جملہ عہد و پیمان جھوٹے تھے۔ اور یہ لوگ وقت پر بے وفا ثابت ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ہر مدعی محبت اہل بیت ضروری نہیں کہ سچا ہی ہو۔

حکایت نمبر ۳۱۲

امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ پہنچے تو بے وفا کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے پھر آپ سے منہ موڑ لیا اور آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا رہ گئے۔ رات کا وقت تھا۔ اور ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے لئے شہر کے چاروں طرف کڑی نگرانی کر رکھی تھی۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوکے پیاسے ایک مسجد میں بیٹھے رہے۔ رات کو باہر نکلے۔ راستے کا علم نہ تھا۔ دل میں کہتے جاتے تھے۔ افسوس حسین سے چھٹے۔ اور دشمنوں میں گھر رہے۔ نہ کوئی ہمدم ہے کہ راز دل سنے۔ نہ کوئی قاصد ہے کہ حسین کو ہماری خبر کرے۔

؎

نہ قاصدے کہ پیامے بسوئے یار برد

نہ محرمے کہ سلامے وراں دیار برد

فتادہ ایم بشہیر غریب دیارے نیست

کہ قصۂ زغریبے بشہر یار برد

اسی طرح حیران پریشان ایک محلے میں پھر رہے تھے۔ وہاں ایک بڑھیا طوعہ نامی کو دیکھ کر اس سے پانی طلب فرمایا۔ تو اس نے پانی پلایا۔

اور یہ معلوم کر کے کہ یہ غریب الوطن مسلم ہیں۔ انہیں اپنے مکان میں جگہ دی۔ اس عورت کا بیٹا ابن زیاد کا آدمی تھا۔ اس نے ابن زیاد کو خبر دے دی۔ کہ مسلم ہمارے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے اپنی فوج بھیج دی جس نے بڑھیا کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور چاہا۔ کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر لیں۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس محاصرہ کا پتہ چلا۔ تو آپ تنہا تلوار لے کر ابن زیاد کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ جیسے شیر ببر بکریوں کے گلہ پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آپ کے حملے سے دل آور دل نے دل چھوڑ دیئے۔ اور بہت آدمی زخمی ہوئے اور بہت سے مارے بھی گئے۔ اُن ظالموں نے پھر در و دیوار پر چڑھ کر آپ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ جس سے حضرت مسلم کا بدن مبارک خستہ ہو گیا۔ اور ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا خون بہنے لگا۔ اس وقت آپ نے مکہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

اے حسینؓ! کچھ آپ کو اپنے بھائی خستہ جگر کی بھی خبر ہے کہ اس پر کیا گزری۔ اور کوفیوں نے اس کے ساتھ کیا کیا! افسوس میرے حال زار کی آپ کو خبر کون پہنچائے اور کون آپ کو یہاں سے آنے سے روکے ۔

نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے
کہ زبے کسی ما نمے برو خبرے

کبھی باد صبا کو قاصد بناتے اور یوں فرماتے ۔

صبا بگلشن احباب ما اگر بگذری
اِذَا لَقِیْتَ حَبِیْبِیْ فَقُلْ لَہٗ خَبَرِیْ

اسی اثنار میں ایک اور پتھر آکر آپ کے لب و دنداں پر لگا منہ سے خون جاری ہوا۔ داڑھی مبارک رنگین ہوگئی تو اب مجبور ہوکر ایک دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے کہ ایک نامرد نے گھر میں سے آکر آپ کے سر پر تلوار ماری جس سے اوپر کا ہونٹ کٹ گیا۔ آپ نے اسی حال میں اس بزدل کو جہنم رسید فرمادیا اور پھر دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: الٰہی! میں اس وقت پیاسا ہوں۔ آپ کی یہ فریاد سن کر وہی بڑھیا گھر میں سے پانی لائی اور آپ کو دیا۔ آپ نے منہ سے لگایا مگر اس میں خون مل گیا۔ اس لئے آپ نے پھینک دیا۔ بڑھیا نے دوبارہ دیا وہ بھی خون آلودہ ہوگیا۔ پھر سہ بارہ دیا۔ اس میں آپ کے دانت نکل کر گر پڑے۔ بس آپ نے پیالہ ہاتھ سے رکھ کر فرمایا خدا کو منظور ہی نہیں ہے۔ پیچھے سے کسی نے نیزہ مارا جو پشت کے پار ہوگیا۔ آپ سرنگوں ہوگئے۔ ظالموں نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ اور آپ کو ابن زیاد کے پاس لے آئے۔ ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ انہیں چھت پر لے جاکر قتل کیا جائے۔ چنانچہ ایک ظالم ابن بکیر آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو چھت پر لے گیا۔ حضرت مسلم جاتے تھے۔ درود پڑھتے اور کہتے جاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ احْکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ جب چھت پر پہنچے تو نیچے دیکھا کہ اہل کوفہ جمع ہوکر دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے کوفیو! جب میرا سر تن سے جدا کیا جائے تو بدن دفن کرنا اور کپڑے

انکار کر جو قافلہ مکہ جاتا ہو حسین کے پاس بھیج دینا اور میرے بچوں پر رحم کرنا۔ پھر مکہ کی طرف رخ کر کے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہ

بھائی یہاں کی آپ کو کیسے خبر کریں!
ہرگز ادھر کو آپ نہ عزم سفر کریں

اتنے میں ظالم قاتل نے آپ کا سر مبارک تنِ اطہر سے جدا کر دیا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎

شہید مسلم بیکس ہوئے ہزار افسوس
فرشتے کرتے ہیں اس غم سے بار بار افسوس
شقی نے کچھ بھی نہ غربت کا اُن کی پاس کیا
چلائی حلق پہ شمشیر آب دار افسوس

(تذکرہ حسنین صد ۲۳)

سبق:۔ دنیا دار نشۂ دنیا میں بدمست ہو کر اللہ والوں پر انتہائی ظلم و ستم ڈھانے پر اتر آتے ہیں۔ لیکن اللہ والوں کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ سارے ظلم و ستم ڈھانے والے بڑے ہی جھوٹے اور بزدل تھے بظاہر محب اور بباطن دشمن تھے۔ پہلے محبت کا دم بھرتے رہے اور پھر ابن زیاد سے ڈر کر اہل بیت کی جان کے بھی دشمن بن گئے۔

حکایت نمبر ۱۴۱

مظلوم بچے

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ تشریف لے گئے تو اپنے دو ننھے بچے حضرت محمد اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ ابن زیاد حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے فارغ ہوا تو اسے پتہ چلا کہ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو لڑکے بھی اسی شہر میں ہیں۔ ابن زیاد نے فوراً منادی کرا دی کہ جو کوئی مسلم کے لڑکوں کو اپنے گھر میں جگہ دے گا۔ قتل و غارت کیا جائے گا۔ اس وقت دونوں بچے قاضی شریح کے گھر تھے۔ قاضی صاحب نے ان بچوں کو سامنے بلایا، اور بے اختیار رونے لگے۔ بچوں نے پوچھا، قاضی صاحب! آج اس طرح رونے کا سبب کیا ہے؟ کیا ہم دونوں یتیم تو نہیں ہو گئے؟ قاضی صاحب نے بہ جبر رونا روک کر کہا۔ بچو! اللہ تعالیٰ تمہیں صبر عطا فرمائے واقعی تم یتیم ہو گئے ہو۔ بچوں نے یہ خبر سنی تو رونے لگے اور وَا اَبَتَاہُ وَا غُرْبَتَاہُ کے نعرے لگانے لگے۔ قاضی صاحب نے کہا۔ بچو! چپ رہو۔ ابن زیاد کے لوگ تمہاری تلاش میں ہیں مجھے تمہاری اور اپنی جان کا خوف ہے میں چاہتا ہوں۔

کہ نہیں کسی کے ساتھ مدینہ روانہ کردوں۔ بچے یہ بات سنکر ابن زیاد کے خوف سے چھپے ہو رہے ۔

قاضی صاحب نے اپنے لڑکے اسد سے کہا کہ آج دروازہ عراقین سے ایک قافلہ مدینہ کو جا رہا ہے تو ان بچوں کو کسی نیک آدمی کے سپرد کر آ تا کہ وہ انہیں مدینہ پہنچا دے۔ اسد جب ان کے گردروازہ عراقین پر آیا تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور گرد قافلہ نظر آرہی تھی۔ اسد نے بچوں سے کہا کہ وہ قافلہ جا رہا ہے دوڑ کر اس میں مل جاؤ۔ بیکس بچے قافلہ کی طرف دوڑ پڑے۔ مگر قافلہ دور جا چکا تھا۔ اس لیے قافلہ کو نہ پا سکے۔ اسد گھر کو واپس آگیا تھا۔ اندھیری رات تھی۔ بچے راہ بھول گئے۔ رات بھر اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ صبح ہونے لگی تو ایک چشمہ دیکھا تھکے ماندے تھے۔ اس لئے لب چشمہ بیٹھ گئے۔ اتفاقاً ایک لونڈی اس چشمہ پہ پانی بھرنے آئی اور ان کو دیکھ کر جب اسے معلوم ہوا کہ یہ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یتیم بچے ہیں، رونے لگی اور کہا صاحبزادو میرے ساتھ چلو۔ میری مالکہ محب اہلبیت ہے وہ تمہیں پا کر بہت خوش ہوگی۔ بالکل نہ گھبراؤ اور میرے ساتھ چلو۔ بچے حیران و پریشان اس کے ساتھ ہو لیے اور جب گھر پہنچے تو گھر کی مالکہ یہ معلوم کر کے کہ یہ مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یتیم بچے ہیں۔ دوڑی اور دونوں کو سینہ سے لگا لیا۔ اور ان کے حال زار پر رونے لگی اور پھر کھلا پلا کر ایک کمرہ میں سلا دیا۔

ادھر یہ عورت تو اتنی خدا ترس اور محب اہل بیت تھی۔ اور ادھر اس کا خاوند حارث نامی بے حد نا خدا ترس اور دشمن اہل بیت تھا اور دن بھر انہیں بچوں کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ یہ بچے مل جائیں تو انہیں قتل کر کے ان کا سر ابن زیاد کے پاس لے جا کر انعام پاؤں۔

یہ عجیب منظر تھا کہ حارث دن بھر جن بچوں کی تلاش میں تھا۔ وہ بچے اسی کے گھر میں آرام فرما تھے۔ رات کو جب یہ ظالم گھر آیا تو اس کی بیوی ڈری کہ کہیں اسے ان بچوں کا علم نہ ہو جائے چنانچہ اس کی بیوی نے اسے جلد جلد کھانا کھلا کر اسے سو جانے کو کہا اور وہ ظالم دن بھر کا تھکا ماندہ سو گیا۔

کچھ رات گئے بڑے بچے نے چھوٹے کو جگایا اور کہا بھائی میں نے ابھی ابھی خواب دیکھا ہے کہ ہمارے والد ماجد بہشت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ٹہل رہے ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے فرما رہے ہیں۔ اے مسلم! تم خود چلے آئے اور بچوں کو کیوں ظالموں میں چھوڑ آئے والد ماجد نے ان سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ بھی میرے پیچھے آرہے ہیں اور صبح تک آجائیں گے۔

چھوٹے بچے نے کہا! بھائی جان! میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے اور پھر دونوں بغلگیر ہو کر رونے لگے۔

ان کے رونے سے حارث کی آنکھ کھل گئی۔ بیوی سے پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ گھر میں کون چھپا ہے؟ وہ عورت سہم گئی اور ڈری کہ خدا جانے اب کیا ہو؟ حارث اٹھا اور چراغ جلا کر اندر آیا تو ان دونوں یتیموں کو روتے دیکھ کر بولا۔ تم کون ہو؟ ان دونوں صاحبزادوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم فرزندانِ مسلم ہیں۔ ظالم حارث خوش ہو گیا اور سے

آیا حارث تو کہا تم ہی ہو مسلم کے پسر
کل تمہیں نے مجھے حیران کیا چار پہر
خیر اب کل کا عوض آج میں لونگا جی بھر
پھینک دی ہاتھ سے پھر شمع اِدھر تیغ اُدھر

دست بیداد سے اک بھائی کا بازو کھینچا
دوسرے بھائی کا اک ہاتھ سے گیسو کھینچا

قتل کے خوف سے اُٹھے نہ علی کے پیارے
اس توقف پہ ستمگر نے طمانچے مارے
کھینچا اسطرح کہ پڑنے ہوئے گرنے سارے
منہ کے بل گر پڑے وہ برج شرف کے تارے

یا حسین ابن علی اک نے بصد یاس کہا
دوسرے بھائی نے حضرت عباس کہا

پھر یہ ظالم ان دونوں صاحبزادوں کو گھسیٹتا ہوا باہر لایا عورت

بچاری بہتیرا ہاتھ پیر مارتی رہی۔ اپنا سر اس کے پیروں پر رکھتی رہی۔ اور اسے ظلم سے روکتی رہی مگر اس ظالم نے ایک نہ سنی اور وہ بے رحم تلوار لے کر اُٹھا اور دونوں کو فرات کی طرف لے چلا اور اُن کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جب ان دونوں نے دیکھا کہ یہ ظالم ہمیں قتل کرنے والا ہے تو سہ

کی بڑے بھائی نے قاتل کی یہ منت اس آن
تجھ سے عرض اک میں کرتا ہوں اگر تو لے مان
چھوٹے بھائی پہ میں قربان مرا سر قربان
سر مرا پہلے قلم کر تو بڑا ہوا احسان
شوق سے اور ہر ایک صدمہ وایذا دکھلا
پر نہ بھائی کا مجھے ننھا سا لاشہ دکھلا

آخر کار ظالم و بے رحم حارث نے تلوار پکڑ لی۔ اس وقت بچوں نے کہا۔ ہم یتیم ہیں مسافر بے وطن ہیں۔ ہم پر رحم کر مگر اس دنیا کے کتے نے ایک نہ سنی اور ظالم نے بڑے صاحبزادے کو پہلے شہید کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹے کو بھی شہید کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(تذکرہ صفحہ ۲۴۳)

سبق :۔ اللہ والوں کی جان و مال اور چھوٹے بڑوں پر بڑی بڑی آزمائشیں نازل ہوئیں اور ان پاک لوگوں نے بڑے صبر و شکر سے

ساتھ ان پر تحمل فرمایا اور "ہر چہ رسد زدوست نکوست" پر عمل پیرا ہو کر ہمیشہ دامن رضا و تسلیم کو تھامے رکھا اور کوئی شکوہ شکایت نہیں فرمائی۔

حکایت نمبر ۳۱۵

ظالم کا انجام

ظالم حارث نے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں صاحبزادوں کو شہید کر کے چاہا کہ ان کے سر ابن زیاد کے پاس لے چلوں اور انعام پاؤں۔ چنانچہ وہ ان مقدس سروں کو لے کر ابن زیاد کے پاس آیا۔ ابن زیاد نے ان ننھے اور نورانی سروں کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کے سر ہیں؟ حارث نے بتایا کہ مسلم کے بچوں کے۔ ابن زیاد بجائے خوش ہونے کے کہنے لگا اے ملعون! میں نے تو یزید کو یہ لکھا ہے کہ وہ میرے پاس قید ہیں اگر اس نے زندہ منگوائے تو میں کہاں سے لاؤں گا تو انہیں میرے پاس زندہ کیوں نہ لایا؟ حارث نے کہا، اگر زندہ لاتا تو شہر والے مجھ سے چھین لیتے اور میں انعام سے محروم رہ جاتا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو نے مجھے خبر کی ہوتی میں خفیہ منگوا لیتا۔ حارث چپ ہو گیا۔ ابن زیاد نے اپنے ندیموں میں سے مقاتل نامی

شخص کو جو محب اہل بیت تھا، حکم دیا کہ اس خبیث کو لب فرات لے جا کر قتل کر دو اور جہاں ان بچوں کے بدن ڈالے گئے ہیں۔ وہیں یہ دونوں سر بھی ڈال دو۔ مقاتل یہ حکم سنکر بڑا خوش ہوا۔ اور حارث کا ہاتھ پکڑ کر باہر آکر اپنے رازداروں سے کہنے لگا کہ اگر ابن زیاد مجھے تمام ملک دے دیتا تب بھی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس حکم سے ہوئی۔ پھر مقاتل نے حارث کے پس پشت ہاتھ باندھے۔ سر ننگا کیا۔ سر بازار لے کر چلا اور بچوں کے سر لوگوں کو دکھاتا جاتا تھا۔ لوگ انہیں دیکھ کر روتے اور حارث پر لعنت کرتے۔ حتٰے کہ لب فرات لاکر مقاتل نے پہلے ان دونوں مقدس سروں کو نہر میں ڈالا۔ قدرت الٰہی سے دونوں کے تن پانی کے اوپر آکر سروں سے مل گئے اور پھر پانی میں ڈوب گئے۔

پھر مقاتل نے ظالم حارث کو بھی وہیں قتل کر دیا اور اس کی لاش کو فرات میں پھینکا تو فرات نے اسے قبول نہ کیا اور باہر پھینک دیا۔ پھر اسے زمین میں دبایا۔ تو زمین نے بھی قبول نہ کیا اور باہر نکال پھینکا اور آخر لکڑیاں جمع کر کے اس کو جلا دیا گیا۔

(تذکرہ صفہ ۵)

سبق: دین سے منہ موڑ کر اس بے وفا دنیا کو اپنانے کا پھل یہی ملتا ہے کہ آدمی نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔ اور ایسا ظالم دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا۔

حکایت نمبر۳۱۶

کوفے کا سفر

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ میں جس روز شہید کیا گیا۔ اُسی روز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ سے کوفہ کو روانہ ہو پڑے۔ آپ کے اہل بیت، موالی و خدام کل بیاسی نفوس آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ مختصر سا اہل بیت کا قافلہ مکہ معظمہ سے جب رخصت ہوا تو مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلہ کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آب دیدہ اور مغموم ہو رہا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قافلہ جب مقام شقوق میں پہنچا تو کوفہ سے آنے والے ایک آدمی نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ کوفیوں نے بے وفائی کی اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر سنکر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھی پھر خیمہ میں آئے حضرت مسلم کی صاحبزادی سامنے آئی تو اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس سے تسلی و شفقت آمیز باتیں فرمائیں۔ صاحبزادی نے خلاف عادت یہ مراعات دیکھ کر عرض کی کہ آج تو آپ مجھ پر یتیمانہ نوازش فرما

رہے ہیں۔ شاید میرے والد مارے گئے۔ یہ سنکر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے اختیار رو پڑے اور فرمایا۔ بیٹی! غم نہ کر۔ میں تیرا باپ۔ میری بہن تیری ماں۔ اور میری لڑکیاں لڑکے تیرے بھائی بہن ہیں۔ صاحبزادی رونے لگی۔ فرزندانِ مسلم دوڑے اور والد کی شہادت کی خبر سنکر وہ بھی روئے اور پھر انتہائی دلیری سے فرمانے لگے۔ چچا جان! انشاء اللہ ہم کوفیوں سے باپ کے خون کا بدلہ لیں گے۔ یا خود بھی ان کی طرح شہید ہو جائیں گے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر اپنے ہمراہیوں میں ایک تقریر فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ کوفیوں نے بدعہدی کی اور مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ تم میں سے جس کا جی چاہے۔ واپس چلا جائے۔ چنانچہ بعض لوگ جو ادھر اُدھر سے آکر مل گئے تھے۔ یہ سن کر واپس چلے گئے اور جو شہید ہونے والے تھے وہ رہ گئے۔ آگے بڑھے تو ایک مقام ثعلبہ پر آکر اترے۔ حضرت امام اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد روتے ہوئے اُٹھے۔ اور فرمایا بہن! میں نے نانا جان کو خواب میں دیکھا ہے آپؐ رو رو کر فرما رہے ہیں کہ اے حسین! تم جلد ہم سے آکر ملو گے۔ اور ایک سوار کہہ رہا ہے کہ لوگ چل رہے ہیں اور اُن کی قضائیں ان کی طرف چل رہی ہیں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابا جان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بیشک

ہم حق پر ہیں۔ اور حق ہمارے ساتھ ہے۔ پس علی اکبر نے عرض کی۔ تو پھر موت کا کیا خوف! کہ ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے۔ ابا جان! ہم گلزار شہادت کو پھولا پھلا دیکھ رہے ہیں۔ دنیا سے بہتر گھر اور عمدہ نعمتیں ہمارے سامنے ہیں۔

(تذکرہ صد ۵)

سبق:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت سبھی اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر کمربستہ تھے اور موت سے مطلق ہراساں نہ تھے اور یزید کے فسق و فجور کے خلاف آواز بلند فرمانے میں کسی دنیوی نقصان کا انہیں مطلق خیال نہ تھا۔

حکایت نمبر ۲۱۷

حُر ابن ریاحی

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کی خبر پا کر ابن زیاد نے حُر ابن ریاحی کو ایک ہزار لشکر دے کر حضرت امام کو گھیر کر کوفہ میں لانے کے واسطے آگے بھیج دیا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لشکر کو دیکھا تو ایک شخص کو معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ یہ کیسا لشکر ہے۔ اتنے میں حُر ابن ریاحی خود حضرت امام کے سامنے

آیا۔ اور کہنے لگا۔ مجھے ابن زیاد نے آپ کو گھیر کر کوفے میں لے جانے کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لشکر میں خطبہ پڑھ کر فرمایا۔ کہ اے لوگو! میرا ارادہ ادھر آنے کا نہ تھا۔ مگر پے درپے تمہارے خط پہنچے۔ قاصد آئے کہ جلد آؤ۔ تو میں آیا۔ اب اگر تم اپنے عہدے پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر چلوں۔ ورنہ واپس چلا جاؤں۔ حر بولے کہ خدا کی قسم میں ان خطوط سے خبردار نہیں ہوں۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مگر تمہارے اسی لشکر میں بہت سے ایسے آدمی موجود ہیں۔ جنہوں نے مجھے خط لکھے۔ پھر آپ نے خطوط پڑھ کر سنائے۔ اکثر نے سر نیچا کیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ حر نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ حضرت! ابن زیاد نے مجھے آپ کو گھیر کر کوفے لے چلنے کا حکم دیا ہے۔ مگر میرے ہاتھ کٹ جائیں جو آپ پر تلوار اٹھاؤں۔ چونکہ مخالف میرے ساتھ ہیں۔ اس لیے مصلحت یہ ہے کہ میں آپ کے ہمراہ رہوں۔ رات کو آپ مستورات کا بہانہ کر کے مجھ سے علیحدہ اتریں اور جب لشکر والے سو جائیں۔ تو آپ جس طرف چاہیں چلے جائیں۔ میں صبح کو کچھ دیر جنگل میں تلاش کر کے واپس چلا جاؤں گا۔ اور ابن زیاد سے کچھ بہانہ کر دوں گا۔

(سر الشہادتین صد ۱۹ و تذکرہ صد ۵۹)

سبق: حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض اتمام حجت کے لیے ان لوگوں کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور صرف دین کی حمایت کا جذبہ آپ کو آگے لے گیا۔ جو گستاخ آپ کا مدعا سلطنت کا حصول بتاتے ہیں۔

وہ غور تو کریں کہ اگر بقول ان کے آپ کا یہی مدعا ہوتا۔ تو آپ اس بے سروسامانی کے ساتھ ہرگز سفر نہ فرماتے۔ جبکہ آپ کو علم تھا۔ کہ دشمن بے حد قوی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں لشکر رکھتا ہے۔ ادھر لشکر عظیم، اور ادھر چند نفوس قدسیہ۔ کیا کوئی عقل کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ اس بے سروسامانی کے ساتھ آپ سلطنت کے حصول کے لیے نکلے تھے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کو میدان میں صرف حمایت دین کا جذبہ لے گیا تھا۔ ؎

نہ اپنی آن کی خاطر نہ اپنی شان کی خاطر
وہ میداں میں نکل آئے فقط ایمان کی خاطر

حکایت نمبر ۳۱۸
دشتِ کربلا

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ کو روانگی کی خبر پا کر ابن زیاد نے حر بن ریاحی کی قیادت میں ایک لشکر آگے بھیج دیا تھا۔ حر بن ریاحی مردِ سعید نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ مستورات کا بہانہ فرما کر رات کو علیحدہ اتر پڑیں۔ اور رات ہی کو کہیں تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کیا اور رات کو جب یزیدی لشکر سو

گیا تو آپ نے وہاں سے کوچ کیا۔ اندھیری رات میں معلوم نہ ہوا۔ کہ کدھر جا رہے ہیں۔ صبح کو ایک میدان ہولناک میں پہنچے۔ یہاں اترے تو اس میدان میں جس جگہ میخ گاڑتے۔ زمین سے خون نکلتا۔ جس درخت سے لکڑیاں توڑتے، خون ٹپکتا۔ یہ حال دیکھ کر امام نے ہمراہیوں سے پوچھا۔ تم میں سے کسی کو اس دشت کا نام معلوم ہے۔ ایک نے کہا۔ اسے ماریہ کہتے ہیں۔ فرمایا! شاید کوئی دوسرا نام بھی ہو۔ لوگوں نے کہا۔ اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اللہ اکبر۔ اَرْضُ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ وَّ سَفْکِ دِمَاءٍ۔ زمین کربلا یہی ہے۔ ہمارے خون بہنے کی جا یہی ہے اب ہم یہاں سے کہیں نہیں جا سکتے ؂

دشمن یہاں پہ خون ہمارا بہائیں گے
زندہ یہاں سے ہم نہ کبھی پھر کے جائیں گے
آلِ نبی کا ہوگا اسی جا پہ خانہ
سب تشنہ لب یہاں پہ سر اپنا کٹائیں گے!
کرب و بلا رہے نام اسی سرزمین کا
بچے یہاں پہ پانی کا قطرہ نہ پائیں گے
ہوگا ہر اک شہید یہاں مصطفےٰ کا لعل
اور لاش قتل گاہ سے ہم سب کی لائیں گے

علی اکبر نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ فرمایا بیٹا! تیرے دادا جان علی المرتضیٰ صفین جاتے ہوئے یہاں ٹھہرے اور بڑے

بھائی حسن کے زانو پر سر رکھ کر سوئے۔ میں سرہانے کھڑا تھا۔ کہ روتے ہوئے اُٹھے۔ بڑے بھائی نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ میں نے ابھی خواب میں اس جگہ حسین کو دریائے خون میں ڈوبتا ہوا ہاتھ پاؤں مارتا ہوا، اور فریاد کرتا ہوا دیکھا ہے۔ مگر کوئی اس کی فریاد نہیں سنتا۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ بیٹا! جب تجھے اس جگہ واقعہ عظیم درپیش ہوگا تو تو اس وقت کیا کرے گا؟ میں نے عرض کیا کہ صبر کروں گا۔ اس پر فرمایا بیٹا ایسا ہی کرنا کہ صبر کرنے والوں کا ثواب بے شمار ہے۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

یہ فرما کر آپ نے اسباب اتروایا۔ لب فرات خیمہ نصب فرمایا۔ اور دوسری محرم ۶۱ھ کو آپ دشت کربلا میں قیام پذیر ہوئے۔

(تذکرہ صدا۹)

سبق:۔ دشتِ کربلا ازل ہی سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے امتحان گاہ مقرر ہو چکا تھا۔ اور حضرت کو خود بھی اپنے اس امتحان دینے کا علم تھا۔ اور یہ آپ ہی کی شان اور آپ ہی کا حصہ ہے کہ اس زبردست امتحان کے لئے آپ ہر طرح تیار تھے اور آپ نے پائے استقلال اور عزم و ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آنے دی۔

حکایت نمبر ۳۱۹

تلقینِ صبر

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دشت کربلا میں اترے تو آپ نے اہل بیت میں یہ وعظ فرمایا کہ:

"میری مصیبت و مفارقت پر صبر کرنا جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا اے میری بہن زینب! تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مفارقت پر صبر کیا تھا اسی طرح تم بھی میری مصیبت پر صبر کرنا!!"

(انارۃ البصائر ص۲۹)
(بحوالہ ناسخ التواریخ منقول از فیصلہ شرعیہ ص۱۴)

سبق: سب کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی صبر فرمایا اور اپنے متعلقین کو بھی صبر و شکر سے رہنے کی تلقین فرمائی پس ہمیں بھی صبر و شکر سے کام لینا چاہیے اور جزع و فزع سے بچنا چاہیے۔ تاکہ امام صاحب کی خوشنودی حاصل ہو۔

حکایت نمبر ۳۲۰

ابنِ زیاد کا خط

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام کربلا میں قیام فرمایا تو ابن زیاد نے ایک خط حضرت امام رضی اللہ عنہ کی طرف اس مضمون کا بھیجا کہ یا تو یزید کی بیعت کیجئے یا لڑنے کو تیار ہو جایئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خط کو پڑھ کر پھینک دیا۔ اور قاصد سے فرمایا، مَالَهٗ عِنْدِیْ (جواب) میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ ابن زیاد یہ سنکر غصہ میں آگیا اور ابن سعد کو بلا کر کہا کہ تم ایک مدت سے ملک رَے کے حاکم بننے کی تمنا رکھتے ہو لو آج موقعہ ہے تم حسین کے مقابلہ کے لئے جاؤ اور حسین کو مجبور کرو کہ وہ یزید کی بیعت کرے ورنہ اس کا سر کاٹ کر لے آؤ۔ تو ملک رَے کا پروانہ حکومت تم کو دے دیا جائے گا۔ سگ دنیا ابن سعد ملک رَے کی حکومت کے لالچ میں آکر حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور لشکر لے کر کربلا میں پہنچ گیا۔ کربلا میں پہنچ کر اس نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ یہاں کس واسطے آئے ہیں آپ نے فرمایا۔ کوفیوں نے ہزاروں خط لکھ لکھ کر مجھے بلایا۔ میں خود

یہاں نہیں آیا مگر اب جبکہ تم سب کی بیوفائی مجھے معلوم ہوگئی ہے تو مجھے اب بھی تم لوگ واپس جانے دو اور مجھ سے متعارض نہ ہو تو واپس چلا جاؤں۔ ابن سعد نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس گفتگو کی اطلاع ابن زیاد کو دی تو ابن زیاد نے غصہ سے حکم بھیجا کہ تمہیں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کو بھیجا ہے صلح کرنے نہیں بھیجا۔ ہم سوا بیعت کے حسین سے کچھ بھی قبول نہیں کریں گے۔ پھر ابن زیاد نے شمر، شبیث وغیرہ ظالموں کو سردار بنا بنا کر ہزاروں کی تعداد میں اور فوجیں بھی بھیج دیں اور حکم دے دیا کہ حسین کا پانی بھی بند کر دیا جائے اور اسے ہر طرح تنگ کیا جائے۔

(تنقیح الشہادتین صد۲۹)

سبق :- حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے لئے میدان میں تشریف لائے اور ابن سعد وغیرہ یزیدی لوگ دنیوی حکومت کے لالچ میں حضرت امام کے مقابلہ میں آئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر تک ان پر اتمام حجت فرماتے رہے اور فرماتے رہے کہ تم اگر اب بھی متعارض نہ ہو تو میں واپس چلا جاؤں۔ مگر وہ لوگ خود ہی اس سارے فتنے کے بانی تھے۔

حکایت نمبر ۳۲۱

نہر فرات

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں نہر فرات کے کنارے اپنے خیمے گاڑ رکھے تھے مگر محرم کی ساتویں تاریخ کو ابن سعد کی فوج نے جو بیاسی ہزار کی تعداد میں تھی۔ نہر فرات کو گھیر لیا اور حضرت امام کو پانی لینے سے روک دیا اس فوج میں اکثر وہی لوگ تھے۔ جو محبان علی اور محبان حسین ہونے کا دعویٰ کرتے اور جنہوں نے حضرت امام کو خط لکھ کر خود ہی بلایا تھا اور اب خود ہی ان کا پانی بھی بند کر دیا۔ ابن سعد نے حضرت امام کو کہا کہ وہ اپنے خیمے نہر کے کنارے سے اکھاڑ لیں۔ حضرت عباس نے اس موقع پر فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا مگر حضرت امام نے فرمایا کہ بھائی عباس جانے دو تم بحر کرم ہو یہ قطرہ نا چیز ہیں۔ ان سے جھگڑنا فضول ہے۔ اپنا خیمہ یہاں نہیں تو نہر سے دور ہی سہی۔ چنانچہ حضرت امام نے اپنا خیمہ وہاں سے اکھاڑنے کا حکم دے دیا۔

(تنقیح الشہادتین صہ ۹۶)

سبق:۔ ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسہ اور ان کے اہلبیت پر پانی بند کر دینا یزیدیوں کی انتہائی شقاوت اور حضرت

امام کا بکمال صبر و شکر وہاں سے خیمہ اکھاڑ لینا آپ کی انتہائی بلند حوصلگی اور جرأت و شجاعت کا مظاہرہ تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ سب شقی جنہوں نے حضرت پر پانی بند کیا تھا اور جو پہلے اپنی جھوٹی محبت کا اعلان کرتے رہے تھے دراصل یہ سب کے سب اپنی عداوت و شقاوت کو چھپائے ہوئے تھے۔ افسوس ان ظالموں پر جنہوں نے سے

خوفِ خدا و پاس پیمبر بھلا دیا،
سبط نبی کا نہر سے خیمہ اٹھا دیا

حکایت نمبر ۳۲۲

کنواں

میدان کربلا میں ظالموں نے حضرت امام پر ساتویں محرم سے پانی بند کر دیا۔ آٹھویں تاریخ کو جب اہل بیت کے چھوٹے بڑے پیاس سے نڈھال ہوئے اور العطش العطش کی آوازیں آنے لگیں۔ تو حضرت امام نے وہاں ایک کنواں کھدوایا جس سے کچھ افراد نے پانی پیا لیکن وہ کنواں پھر آپ ہی آپ غائب ہو گیا۔

(تنقیح الشہادتین صفحہ ۵)

سبق :۔ معلوم ہوا کہ خود خداوند کریم کو بھی منظور تھا کہ حسینی

لشکر صبر و شکر کا مظاہرہ کر کے اب حوض کوثر ہی کے پانی سے اپنی پیاس بجھائے۔

حکایت نمبر ۳۲۳

بریر ہمدانی اور ابن سعد

محرم کی نویں تاریخ کو حسینی لشکر میں سے حضرت امام کے ایک رفیق حضرت بریر ہمدانی حضرت امام سے اجازت لے کر ابن سعد کے پاس گئے اور جا کے اس کے پاس بیٹھ گئے۔ ابن سعد نے کہا کہ ہمدانی! کیا تم مجھے مسلمان نہیں سمجھتے جو مجھے سلام علیک نہیں کی۔ ہمدانی بولے کہ زوف ہے تیرے اس مسلمان بننے پر کہ دعویٰ تو اسلام کا کرتا ہے اور اہل بیت رسول کو دریا سے پانی تک نہیں لینے دیتا۔ نہر فرات سے جانور تک پانی پی رہے ہیں مگر ساقی کوثر کے لختِ جگر پیاس سے تڑپ رہے ہیں ؎

پھٹکار زوف لعن ہے تجھ بدنہاد پر
پانی کیا ہے بند محمد کی آل پر

ابن سعد نے کہا۔ سچ ہے لیکن کیا کروں مجھ سے ملک رے کی حکومت نہیں چھوٹتی۔ (تنقیح الشہادتین صفحہ ۵۵)

سبق: دنیا پرست اپنی عاقبت سے اندھا ہو جاتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۲۴

مظلوم سیّد

محرم کی نازیں تاریخ صبح سے دوپہر تک ابن سعد سے گفتگو میں گزری۔ بعد نماز ظہر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمے سے باہر بیٹھے ہوئے کلام اللہ کی تلاوت فرماتے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے۔ اس دشت ہولناک میں اس وقت کسی مسافر خدا پرست کا گذر ہوا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عالم میں دیکھ کر اس نے آپ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا ؎

مسافر سید آوارہ وطن ہوں — غریق قلزم رنج و محن ہوں
ستم مجھ پہ کیا ان شامیوں نے — نبی کی آل ہوں تشنہ دہن ہوں

کوفیوں نے بڑی بڑی خوشامدوں سے خط اور قاصد بھیج بھیج کر مجھے بلایا اور اب میرے ساتھ بے وفائی اور دغا کر رہے ہیں اور میرے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں۔

(تنقیح الشہادتین صد ۸۵)

سبق: حضرت امام عالی مقام کا یہ واقعہ قیامت تک یہی پکارتا

رہے گا کہ کوفیوں نے جھوٹی محبت کا مظاہرہ کر کے حضرت امام عالی مقام پر انتہائی ظلم وستم کیا۔ اس قسم کے جھوٹے مدعیان محبت سے اجتناب ہی لازم ہے۔

حکایت نمبر ۳۲۵

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد

محرم کی دسویں رات شام سے صبح تک حضرت امام نے عبادت الٰہی میں گذار دی۔ رات کے پچھلے پہر آپ پر ایک استغراق کی کیفیت طاری ہوئی۔ حق تعالیٰ کی یاد میں اس قدر محو ہوئے کہ دنیا وما فیہا کی طرف توجہ نہ رہی۔ اس عالم میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرشتوں کی جماعت کے ساتھ میدانِ کربلا میں تشریف لائے۔ اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کی طرح گود میں لے کر خوب پیار فرمایا۔ اور فرمایا۔ اے جان و دل کے چین نور العین میرے حسین میں خوب جانتا ہوں کہ دشمن تیرے درپے آزار ہیں اور تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ بیٹا! تم صبر وشکر سے اس ساعت کو گزارنا! تیرے جتنے قاتل ہیں۔ قیامت کے دن سب میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور تجھے شہادت کا بہت بڑا درجہ ملنے والا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں تم اس کربلا سے

چھوٹ جاؤ گے۔ بیٹا! بہشت تیرے لئے سنواری گئی ہے۔ تیرے ماں باپ بہشت کے دروازے پر تیری راہ تک رہے ہیں۔ یہ باتیں ارشاد فرما کر حضور نے پھر حضرت امام کے سر و سینہ پر ہاتھ مبارک پھیر کر دعا فرمائی۔ کہ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا اے اللہ! میرے حسین کو صبر و اجر عنایت فرما۔

حضرت امام جب اس مکاشفہ سے چونکے اور اہل بیت سے یہ سارا ماجرا بیان کیا تو سب حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

(تنقیح الشہادتین)

سبق:۔ کربلا کا سارا قصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عالی میں تھا۔ حضور ظالموں کا ظلم اور صابروں کا صبر ملاحظہ فرما رہے تھے۔

حکایت نمبر ۳۲۶

کرامات

محرم کی دسویں کو حضرت امام نے خیمہ کے گرد جو خندق کھدوا رکھی تھی۔ وہ لکڑیوں سے بھروا کر ان میں آگ روشن کر دی تا کہ حرم شبخون وغیرہ سے محفوظ رہیں اور دشمن خیمہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایک یزیدی بے دین نے آگ روشن دیکھ کر کہا۔ اے حسین! آتش دوزخ سے پہلے ہی

تم نے اپنے آپ آگ میں ڈال لیا ہے (معاذ اللہ) حضرت امام نے فرمایا۔ کَذَبْتَ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ۔ اے دشمنِ خدا۔ تو نے جھوٹ بولا۔ پھر آپ نے روبقبلہ ہو کر فرمایا اَللّٰھُمَّ اَجِرْہُ اِلَی النَّارِ اے اللہ! اسے آگ کی طرف کھینچ۔ یہ دعا کرتے ہی اس بیدین کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں پھنسا۔ گھوڑا اگرا۔ لگام ہاتھ سے چھوٹی۔ پاؤں لگام میں الجھا۔ گھوڑا لے کر بھاگا جتے کہ اسے خندق کی آگ میں لا کر گرایا اور خود چلا گیا۔ حضرت امام نے سجدۂ شکر ادا کیا اور سر اٹھا کر باواز بلند فرمایا۔ الٰہی ہم تیرے رسول کی آل ہیں۔ ہمارا انصاف ظالموں سے لینا۔ اتنے میں ایک اور بے دین نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ اے حسین! نہرِ فرات کیسی موجیں مار رہی ہے۔ مگر اس سے تجھے ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔ یونہی پیاسا قتل کیا جائیگا امام یہ سنکر آزردہ ہوئے اور آبدیدہ ہو کر دعا فرمائی۔ الٰہی! اسے پیاسا مار۔ یکایک اسکے گھوڑے نے شوخی کر کے گرایا۔ یہ اٹھ کر گھوڑا پکڑنے دوڑتا پھرا۔ پیاس غالب ہوئی۔ پیاس پیاس پکارتا رہا مگر حلق سے پانی نہ اترا آخر اسی پیاس کی حالت میں مرگیا۔

(تذکرہ ص۶۸)

سبق:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے محبوب تھے۔ خدا آپ کی سنتا تھا مگر شہادت چونکہ آپ کے نام لکھی جا چکی تھی اور اللہ و رسول کی یہی مرضی تھی اس لئے آپ راضی برضاءِ حق تھے اور

آپ نے بکمال صبر و رضا جام شہادت نوش فرمایا۔

حکایت نمبر ۳۲۷

اتمام حجّت

یزیدیوں نے جب بہر صورت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنا ہی چاہا تو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عمامہ رسول باندھ کر ذوالفقار حیدر کرار ہاتھ میں لے کر اور ناقہ پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور قریب لشکر ابن سعد ہو کر فرمایا۔

اے عراق والو! تم خوب جانتے ہو کہ میں نواسۂ رسول ہوں۔ فرزند بتول اور دلبند علی المرتضیٰ اور برادر حسن مجتبےٰ ہوں۔ دیکھو: یہ عمامہ کس کا ہے؟ غور کرو کہ عیسائی اب تک نشان پائے موسیٰ کو بوسہ دیتے ہیں۔ غرض ہر دین و ملت کے لوگ اپنے پیشواؤں کی یادگار کو دوست رکھتے ہیں۔ پس میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔ علی شیر خدا کا فرزند ہوں اگر تم میرے ساتھ کوئی سلوک نہیں کر سکتے تو کم از کم مجھے قتل ہی نہ کرو۔ بتاؤ تم نے کس وجہ سے میرا اور میرے اہل و عیال کا پانی بند کر رکھا ہے

کیا میں نے تم میں سے کسی کا خون کیا ہے یا کسی کی جاگیر ضبط کی ہے؟ جس کا بدلہ تم مجھ سے لے رہے ہو۔ تم نے خود مجھ کو یہاں بلایا اور اب یہ اچھی میری مہمان نوازی کر رہے ہو؟ ذرا سوچو کہ تم کیا کر رہے ہو؟"

آپ یہ تقریر فرما ہی رہے تھے کہ خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے متاثر ہو کر لاحول پڑھی اور عباس و علی اکبر سے فرمایا۔ تم جا کر سب کو رونے سے منع کرو اور کہو، ذرا صبر کرو۔ کہ ابھی تمہیں بہت رونا ہے۔ دونوں حضرات نے اہل حرم کو رونے سے باز رکھا۔ حضرت امام نے پھر لشکر ابن سعد سے خطاب فرمایا کہ۔

"اے کوفیو! تمہیں میرا حسب و نسب معلوم ہے جس کا مثل آج روئے زمین پر نہیں ہے پھر سوچ لو کہ تم نے خود ہی مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے پھر اب میرے خون کے پیاسے کیوں ہو گئے ہو۔ دیکھو یہ تمہارے خطوط ہیں"۔

حضرت امام نے خطوط دکھائے تو ان بے وفاؤں نے انکار کر دیا اور کہا یہ ہمارے خطوط نہیں ہیں۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے اس کذب و عذر سے متحیر ہو کر فرمایا۔ بحمد اللہ! حجت تمام ہوئی۔ تجھ پر کوئی حجت نہ رہی۔

(تذکرہ صفحہ)

سبق: حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر تک یہی چاہتے رہے کہ یہ لوگ اپنی بے وفائی سے باز آئیں اور میرے خون ناحق سے اپنے ہاتھ نہ رنگیں مگر ان بدبختوں کے نصیب ہی بُرے تھے۔ اس لئے وہ اپنے ظلم و ستم سے باز نہ آئے، اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام حسین اپنے ان نام کے اور جھوٹے محبوں سے بیزار ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔

حکایت نمبر ۳۲۸

حضرت حُر رضی اللہ عنہ

حکایت نمبر ۳۱۷ میں حُر بن ریاحی کا ذکر آپ نے پڑھا۔ یہ حُر مردِ سعید اور خوش قسمت تھے لشکر ابن سعد میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑنے آئے تھے مگر ان کی تقدیر میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ حضرت امام عالی مقام کے احباب و انصار جب یزیدیوں سے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو چکے تھے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بجز بھائی، بھتیجوں، بھانجوں، لڑکوں اور تین خادموں کے اور کوئی باقی نہ رہا تو یہ صورت حال دیکھ کر حضرت امام بے اختیار رو پڑے اور پکار اُٹھے۔

هَلْ مِنْ مُّغِيثٍ يُّغِيثُنَا

"ہے کوئی ہماری فریاد سننے اور مدد کرنے والا"

یہ دردناک آواز حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں میں پڑی تو کلیجہ دہل گیا اور فوراً اپنے گھوڑے کی باگ دوزخ کی طرف سے پھیر کر جنت کی طرف کرلی۔ یعنی لشکر ابن سعد سے گھوڑا دوڑا کر حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور رکاب کا بوسہ دیکر عرض کیا، حضور! میرا قصور معاف اور میری توبہ قبول ہو گی یا نہیں؟ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سر پہ دست مبارک پھیر کر فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ میں تم سے خوش ہوں حضرت حُر یہ بشارت سنکر لشکرِ امام میں شامل ہو گئے۔

(تذکرہ ص۳)

سبق: جن کا نصیب اچھا ہو وہ کسی نہ کسی وقت گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آہی جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۳۲۹

حضرت حُر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزیدی لشکر سے نکل کر حسینی سپاہ

میں آملے تھے اور اس طرح انہوں اپنے آپ کو آگ سے بچا کر جنت خرید لی تھی۔ آپ بہت بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ ابن سعد کے لشکر کے آپ سپہ سالار تھے۔ ابن سعد نے جب انہیں حسینی سپاہ میں ملتے ہوئے دیکھا تو وہ بہت گھبرایا اور صفوان سے کہنے لگا تو جا اور حرؒ کو سمجھا کر واپس پھیر۔ ورنہ سر تن سے جدا کر۔ چنانچہ صفوان نے حرؒ سے آکر کہا! تم مرد دانا و عاقل ہو کر یزید جیسے عظیم حاکم کی رفاقت چھوڑ کر حسین کی طرف کیوں چلے آئے۔ چلو، واپس چلو۔ حضرت حرؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اب میں واپس نہیں جا سکتا۔ صفوان نے پوچھا، کیوں؟ تو فرمایا۔

کیوں چھوڑ کے دیں فوج میں گمراہ کے آؤں
حاکم کو ہنساؤں میں محمد کو رلاؤں
کیا حاکم دنیا کا تو احساس کروں میں
اور زہرا کے رونے کا نہ کچھ پاس کروں میں

اے صفوان! یزید ناپاک ہے اور حسین پاک اور ریحان مصطفےٰ ہے۔ صفوان نے غصہ میں آکر حر کے نیزہ مارا۔ حر نے نیزہ توڑ ڈالا۔ اور پھر اسے ایک ایسا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہو گیا، اور فی النار ہو گیا۔ یہ صورت دیکھ کر صفوان کے بھائی دوڑے۔ حضرت حرؒ نے انہیں بھی مار ڈالا اور پھر خود وہاں سے پھر کر حضرت امام کے پاس آکر عرض کی۔ حضور! اب تو آپ مجھ پر راضی ہیں۔ فرمایا میں تجھ سے

سے راضی ہوں تو آزاد ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے۔
حُر یہ مژدہ سنکر پھر میدان میں آئے جس طرف حملہ کیا، کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ایک یزیدی نے آکر آپ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔
آپ پیادہ ہی لڑنے لگے۔ امام نے انہیں پیادہ دیکھ کر دوسرا گھوڑا بھیج دیا۔ حضرت حُر اس پر سوار ہو گئے۔ لیکن اب ظالموں نے ایکدم ہلہ بول دیا۔ حضرت حُر نے ایک بار اور خدمت امام میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا کہ غیب سے آواز آئی۔ اب نہ جاؤ، حوریں تمہاری منتظر ہیں۔ پس حُر نے وہیں سے عرض کی یا ابن رسول اللہ! یہ غلام آپ کے نانا جان کے پاس جا رہا ہے۔ کچھ فرمایئے تو کہدے۔ امام نے رو کر فرمایا! ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت حر ظالموں کے متواتر حملوں سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور امام کو آواز دی۔
حضرت امام آواز سنکر دوڑے اور حر کو اٹھا کر لشکر میں لائے۔ زانوے مبارک پر ان کا سر رکھ کر چہرے کا گرد و غبار صاف کرنے لگے۔ حُر نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنا سر امام کے زانو پر دیکھ کر مسکرائے اور جنت کو سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(تذکرہ صفحہ ۹۰، سر الشہادتین صفحہ ۲۲)

سبق: حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نام کے مطابق واقعی جہنم سے آزاد اور جنت کے مالک بن گئے اور یہ درس دے گئے کہ دنیا چند روزہ ہے اور ایک دن آخر مرنا ہے پھر کیوں نہ

ایسی موت مرا جائے۔ جس سے اللہ و رسول خوش ہو اور عاقبت درست ہو جائے۔ پھر آج اگر کوئی کہلائے حسینی۔ اور نہ نماز پڑھے نہ داڑھی رکھے۔ بھنگ پئے۔ چرس پئے۔ اور بزرگوں کی توہین کرے گویا کہلائے حسینی اور کام کرے یزیدی تو اس کے متعلق کیوں نہ کہا جائے کہ یہ حسینی لشکر سے کٹ کر یزیدی سپاہ میں جا ملا ہے۔

حکایت نمبر ۳۳۰

دو شیر

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جب سب یار وفادار اور رفیق و جانثار شہید ہو گئے۔ تو حضرت کی سگی اور بیوہ بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو یتیم صاحبزادے حضرت عون اور حضرت محمد ماں اور ماموں کی اجازت لے کر گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمنوں کی طرف بڑھے سے

جنگ گاہ میں گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے آئے
شان اپنی سواری کی دکھاتے ہوئے آئے
نیزوں کو دلیرانہ ہلاتے ہوئے آئے
اپناں سوئے اشرار بناتے ہوئے آئے

لرزہ تھا شجاعوں کو دلیروں کی نظر سے
تکتے تھے صفِ فوج کو شیروں کی نظر سے

لشکر میں یہ غل تھا کہ وہ جانباز پکارے
لڑتا ہو جسے سامنے آ جائے ہمارے

ہم وہ ہیں کہ جب ہوتے ہیں میداں میں اتارے
رستم کو بھگا دیتے ہیں تلوار کے مارے

ہے قہرِ خدائے دو جہاں حرب ہماری
رکتی نہیں دشمن سے کبھی ضرب ہماری

یہ رجز پڑھی دونوں نے جولاں کئے گھوڑے
چلتے میں ادھر تیر کمانداروں نے جوڑے

غل تھا کہ خبردار کوئی منہ کو نہ موڑے
یہ دونوں بہادر ہیں تو ہم بھی نہیں تھوڑے

یا مار کے تلوار گرا دیتے ہیں اُن کو!
یا نیزوں کی نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں اُنکو

یہ دونوں شیر فوج اشقیاء میں گھس گئے اور کئی یزیدی فی النار کر دیئے۔ جب اشقیاء نے دیکھا کہ یہ بچے تو شیروں کی طرح لڑ رہے ہیں تو انہوں نے دونوں کو اس طرح نرغہ میں لے لیا۔ کہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ پھر بھی کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ تاہم ایک شخص نے پیچھے سے آکر اس زور سے نیزہ مارا کہ حضرت زینب کا

یہ لال گھوڑے سے خون میں لہو لہان نیچے گر پڑا۔ دوسرے بھائی کو بھی فرعونوں نے نیزوں سے چھلنی کر دیا اور دونوں شیر فرشِ خاک پر تڑپنے لگے۔ اس وقت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے۔ آپ کو دیکھ کر دونوں نے آنکھیں کھولیں۔ اور مسکرا دیئے۔ اور دم توڑ دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر ماں تھیں۔ بچوں کی شہادت کی خبر پا کر ان کا جگر پاش پاش ہو گیا۔ آسمان و زمین کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے لیکن اُن سنگدلان کوفہ کے دل رحم سے بالکل خالی تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

(تنقیح الشہادتین بتصرف مؤلف ص ۱۰۸)

سبق: اہل بیت عظام کے ہر چھوٹے بڑے فرد میں جرأت و شجاعت پائی جاتی تھی۔ اور اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کا جذبۂ اہل بیت عظام میں بدرجہ اتم موجود تھا اور وہ پاک لوگ دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر گئے۔ اور ہمیں یہ درس دے گئے۔ کہ تم بھی دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا اپنے آپ میں جذبہ پیدا کرو۔

حکایت نمبر ۳۲۱

ارزق پہلوان

میدان کربلا میں جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احباب شہید ہو چکے۔ اور آپ کے بھتیجے اور بھانجے بھی جام شہادت نوش فرما چکے۔ تو پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں تشریف لائے۔ آپ کو دیکھ کر یزیدی لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ یزیدی لشکر میں ایک شخص ارزق پہلوان بھی تھا۔ اسے مصر و شام والے ایک ہزار جوان کی طاقت کا مالک سمجھتے تھے یہ شخص یزید سے دو ہزار روپیہ سالانہ پاتا تھا۔ اور کربلا میں اپنے چار طاقتور بیٹوں سمیت موجود تھا۔ جب حضرت امام قاسم میدان میں آئے تو مقابلہ میں آنے کے لئے کوئی تیار نہ ہوا۔ ابن سعد نے ارزق سے کہا کہ قاسم کے مقابلہ میں تم جاؤ۔ ارزق نے اس میں اپنی توہین سمجھی اور مجبوراً اپنے بڑے بیٹے کو یہ کہہ کر بھیج دیا۔ کہ میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میرا بیٹا ابھی قاسم کا سر لے کر آتا ہے۔ چنانچہ اس کا بیٹا حضرت قاسم کے مقابلہ میں آیا اور حضرت قاسم کے ہاتھوں بڑی ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ اس کی تلوار پر حضرت قاسم نے قبضہ کر لیا اور پھر للکارے کہ کوئی دوسرا ہے تو میرے سامنے آئے۔ ارزق نے اپنے بیٹے کو یوں مرتے دیکھا تو بڑا رویا اور غصہ میں آ کر اپنا دوسرا لڑکا مقابلہ میں بھیج دیا۔ حضرت قاسم نے اس دوسرے کو بھی مار ڈالا۔ ارزق نے دیوانہ وار پھر اپنا تیسرا لڑکا بھیجا۔ اللہ کے شیر نے اسے بھی جہنم رسید کر دیا۔ ارزق نے پھر چوتھا لڑکا بھیجا۔ تو قاسم کے ہاتھوں وہ بھی نہ بچ سکا۔ اب تو ارزق کی آنکھوں

میں اندھیرا چھا گیا اور غصہ میں دیوانہ ہو کر خود میدان میں آ گیا۔ حضرت قاسم کے مقابلہ میں ارزق کو دیکھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ کہ میرے مولا! میرے قاسم کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ لوگ دونوں کی لڑائی دیکھنے لگے۔ ارزق نے پے در پے بارہ نیزے مارے۔ حضرت قاسم نے سب رد کئے۔ پھر اس نے جھلا کر قاسم کے گھوڑے کی پشت پر نیزہ مارا۔ گھوڑا مر گیا۔ قاسم پیدل رہ گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً دوسرا گھوڑا بھیج دیا۔ قاسم نے اس پر سوار ہو کر متواتر تین نیزے مارے۔ ارزق نے روک لیے۔ اور تلوار نکال لی۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تلوار نکال لی۔ ارزق نے تلوار کو دیکھ کر کہا۔ یہ تلوار تو میں نے ہزار دینار سے خریدی تھی۔ اور ہزار دینار میں زیر آب کرائی تھی۔ تمہارے پاس کہاں سے آ گئی۔؟ قاسم نے فرمایا۔ یہ تمہارے بڑے لڑکے کی نشانی ہے وہ تمہیں اس کا مزہ چکھانے کے لیے مجھے دے گیا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تم ایک مشہور سپاہی ہو کر اس قدر بے احتیاطی سے کام لیتے ہو۔ کہ میدان میں لڑنے کے لیے آ گئے۔ اور گھوڑے کا تنگ ڈھیلا رکھتے ہو۔ اسے کسا بھی نہیں وہ فربجوزین پشت مرکب سے پھسلا ہوا ہے۔ ارزق یہ دیکھنے کو جھکا ہی تھا کہ حضرت قاسم نے خدا کا نام لے کر ایک ایسی تلوار ماری کہ ارزق کے وہیں دو ٹکڑے ہو گئے۔

(تذکرہ صفحہ)

سبق : ۔ اہل بیت عظام کے مقدس افراد فن حرب سے بھی خوب واقف تھے ۔ پس آج ہمیں بھی فنونِ حرب سے آشنا ہونا چاہیئے ۔ تاکہ اگر کوئی ایسا وقت آجائے تو حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقہ میں ہم بھی باطل کے دانت کھٹے کر سکیں ۔

حکایت نمبر ۳۳۲

علمبردار کی شہادت

میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست احباب بھتیجے اور بھانجے شہید ہو گئے تو حضرت عباس علمبردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمتِ امام میں حاضر ہوئے ۔ اور کہا کہ اب مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیجیے ۔ اب تو حد ہو گئی ۔ ان ظالموں نے ہمارے جملہ عزیز شہید کر دیئے اور باقی جو ہیں ۔ سب پیاس کے مارے نڈھال ہو رہے ہیں ۔ مجھ سے چھوٹے بچوں کی پیاس دیکھی نہیں جاتی ۔ میں پانی لینے فرات پر جا رہا ہوں ۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو چند باتیں تعلیم فرما کر رخصت فرمایا ۔ اور آپ مشک لے کر فرات کی جانب روانہ ہوئے فرات پر چار ہزار کا محاصرہ تھا ۔ حضرت عباس نے جو فرات پر قدم

رکھا۔ تو سب نے آپ کو گھیر لیا۔ آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ مسلمان ہو یا کافر؟ ۔۔۔ وہ بولے ہم مسلمان ہیں۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں میں یہ کب روا ہے۔ کہ چرند و پرند تو پانی پیئیں۔ اور فرزندان مصطفےٰ پیاسے تڑپیں۔ تم لوگ قیامت کی پیاس سے نہیں ڈرتے؟ ظالمو! جگر گوشہ رسول حسین پیاسا ہے اس کے بچے پیاسے ہیں۔ کچھ خیال کرو۔ بچوں کے لئے تو پانی لے لینے دو۔ یہ سن کر بھی ان سنگدلوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور سب نے آپ پر حملہ کر دیا۔ حضرت نے بھی ان پر حملہ کر کے اسی کو قتل کر ڈالا اور باقی کو منتشر کر کے فرات تک جا پہنچے اور پانی میں اُتر کر مشک بھر لی۔ اور خود چلو میں پانی بھر کر پینا چاہا۔ کہ بہن بھائی اور بچوں کی پیاس یاد آگئی۔ فوراً چلو کا پانی پھینک دیا اور مشک کاندھے پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ راہ میں اشقیا نے گھیر لیا۔ آپ ہر ایک سے لڑتے بھڑتے مشک پر سینہ سپر ہوئے جا رہے تھے۔ کہ نوفل نامی ایک ظالم نے پیچھے سے آکر ہاتھ پر تلوار اور مشک پر تیر مارا۔ ہاتھ کٹ گیا اور مشک کا پانی بہہ گیا۔ اس وقت آپ اپنی محنت اور بچوں کی پیاس پر افسوس کر کے رونے لگے۔ چونکہ زخم کاری لگ چکا تھا۔ گھوڑے سے گر کر بھائی کو آواز دی۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی آواز سنکر ایک ایسی آہ کی۔ جس سے زمین کربلا لرز گئی۔ اور پھر آگے جو بڑھے۔ تو حضرت عباس کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھ کر فرمایا۔ اَلْاٰنَ اِنْكَسَرَ ظَهْرِىْ ۔ اب میری پیٹھ ٹوٹی۔ حضرت عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھائی کو دیکھا اور دارالبقاء کو تشریف لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ حضرت امام ان کی نعش مبارک کو خیمہ کی طرف لائے اور فرمانے لگے ؎

بعد عباس کے اب کون ہے غمخوار اپنا
نہ تو مونس ہے کوئی اور نہ مددگار اپنا
سوئے جنت گئے سب چھوڑ کے تنہا مجھکو
لٹ گیا آن کے اس دشت میں گلزار اپنا
تشنہ لب راہِ خدا میں ہے مرا سر حاضر
کام پورا کریں اب جلد ستمگار اپنا

(تنقیح الشہادتین صد ۱۹۴)

سبق :- یزیدی بڑے ہی ظالم اور ناعاقبت اندیش تھے انہیں قیامت کے ہولناک دن کا کچھ بھی خیال نہ رہا۔ حالانکہ مسلمان کو قیامت کا ہولناک دن کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ حضرت امام حسین اور ان کے متعلقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کا ایک درس یہ بھی ہے کہ اس چند روزہ زندگی میں ہمیں قیامت کو بھلا نہیں دینا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۳۳۳

علی اکبر رضی اللہ عنہ

میدان کربلا میں جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملہ احباب واقربا، جام شہادت نوش فرما چکے تو آپ کے ساتھ بجز آپ کے تین صاحبزادوں کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ یہ تین صاحبزادے حضرت امام زین العابدین، حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ حضرت امام زین العابدین تو بیمار تھے اور علی اصغر ابھی شیر خوار ہی تھے اور حضرت علی اکبر کی عمر شریف اٹھارہ برس کی تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ اب بجز میرے تین بچوں کے اور کوئی باقی نہیں رہا۔ تو آپ نے خود بنفس نفیس میدان کارزار میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور ذوالجناح سواری کے لئے منگوایا ہتھیار بدن پر آراستہ فرمائے اور رخصت کے واسطے خیمہ کے اندر تشریف لائے اور فرمانے لگے سہ

اینک آمد نوبت من الوداع — الوداع اے عترت من الوداع
زود دہا تے شما خواہد شدن — سوزناک از فرقت من الوداع

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ منظر دیکھ کر امام کے قدموں پر

گرے۔ اور عرض کرنے لگے۔ ابا جان! خدا وہ دن نہ دکھائے۔ جبکہ آپ میرے سامنے شربت شہادت نوش فرمائیں۔ آپ میرے ہوتے ہوئے میدان میں کیوں تشریف لے جاتے ہیں۔ مجھے اجازت فرمایئے۔ میں جاتا ہوں۔ حضرت امام نے فرمایا۔ اے علی اکبر! کس دل سے تجھے مرنے کی اجازت دوں۔ اور کن آنکھوں سے تم کو زخموں سے چور چور دیکھوں۔ حضرت علی اکبر نے امام کو قسمیں دینا اور رونا شروع کیا۔ آخر حضرت امام نے اجازت دے دی اور اپنے ہاتھ سے ان کے بدن پر ہتھیار لگائے۔ زرہ جوشن پہنائے۔ عمامہ سر پر رکھا۔ پٹکہ کمر پر باندھا۔ اور گھوڑے پر بٹھا کر فرمایا ؎

میں نے دی رن کی اجازت تمہیں جاؤ بیٹا
ہو خدا تجھ پہ گلا اپنا کٹا ؤ بیٹا

اہل بیت رکاب سے آکر لپٹ گئے۔ امام نے سب کو ہٹا کر فرمایا۔ جانے دو۔ کہ سفر آخرت کر رہا ہے۔

(تنقیح الشہادتین صـ۱۹۷)

سبق:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہی صابر و شاکر اور استقلال کے مالک تھے کہ اٹھارہ سال کے اپنے لخت جگر کو اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے خود اپنے ہاتھوں تیار فرماتے ہیں۔ اور شکوہ شکایت اور ناشکیبائی کا لفظ تک زبان پاک پر نہیں لاتے۔

حکایت نمبر ۲۴۳

علی اکبر کی شہادت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میدان کارزار میں تشریف لائے۔ تو لشکر اعداء میں ایک سناٹا چھا گیا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھارہ سال کی عمر شریف رکھتے تھے اور شکل و شمائل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ آپ کا حسن و جمال و جلال دیکھ کر دشمن متحیر ہو گئے۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں پہنچتے ہی رجز خواں اور مبارز طلب ہوئے اور جب کوئی سامنے نہ آیا۔ تو آپ نے خود ہی لشکر اعداء میں گھس کر حملہ کر دیا۔ اور اشقیاء کو درہم برہم کر دیا۔ اور تا دیر لڑتے رہے۔ اور پھر پیاس کے باعث حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور پیاس کا ذکر کیا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے چہرے کا گرد و غبار صاف کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتری ان کے منہ میں ڈال دی۔ جس کے چوسنے سے انہیں تسکین ہوئی اور پھر میدان میں آ گئے۔ اور اکثر کو واصل جہنم کرنے کے بعد آپ پھر ایک مرتبہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

حضور آئے اور پیاس کا ذکر کیا۔ تو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت روکر فرمایا۔ کہ جانِ پدر! غم نہ کھا عنقریب تم حوضِ کوثر پر سیراب ہو گئے۔ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بشارت سن کر پھر میدان کی طرف تشریف لائے اور لشکرِ اعداء میں گھس کر بہت سوں کو واصل نار کیا۔
دشمنوں نے چاروں سے آپ کو گھیر لیا۔ اور ایک ظالم ابن نمیر نے آپ کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ آپ کی پشت مبارک سے پار ہو گیا۔ اور آپ گھوڑے سے گر گئے۔ اس وقت آپ نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارا۔ اور فرمایا۔ یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ۔ ابا جان! اپنے علی اکبر کی خبر لیجئے۔"
حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لختِ جگر کی یہ آواز سنی۔ تو آپ دوڑے۔ اور میدان میں جا کر دیکھا کہ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے چور زمین پر گرے ہوئے ہیں۔ حضرت امام نے وہاں بیٹھ کر بیٹے کا سر اپنے زانو پر رکھا اور پھر سے

ہوش آیا چند ساعت کامل کے بعد جب
دیکھا کہ مٹ رہی ہے شبیہہ رسول رب
آنسو بہا کے رکھ دیئے بیٹے کے لب پہ لب
فرمایا بیٹا چھوڑ کے جاتے ہو مجھ کو اب

دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال لو
باہیں اٹھا کے باپ کی گردن میں ڈال لو

اکبر نے آنکھیں کھول کے دیکھا رُخ پدر را
گالوں پہ اشک آنکھوں سے ٹپکے اِدھر اُدھر
فرمایا شہ نے زانو پہ رکھ کر سرِ پسر
روتے ہو کس لئے بھلا اے غیرتِ قمر

یاں سے اٹھا کے آلِ پیمبر ہیں لے چلوں
غم ماں کا ہے تو آؤ تمہیں گھر میں لے چلوں

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھیں کھول کر کہا ابا جان! وہ دیکھئے! دادا جان دو پیالے شربت کے لئے کھڑے ہیں۔ اور مجھے ایک دے رہے ہیں میں کہتا ہوں۔ کہ مجھے دونوں دیجئے کہ بہت پیاسا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک تو پی دوسرا تیرے باپ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہے۔ کہ وہ بھی پیاسا ہے۔ یہ پیالہ وہ آ کر پیئے گا۔ یہ کہا اور آپ وہیں راہی جنت ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تنقیح الشہادتین صد ۱۹۹

سبق:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں بہت بڑا امتحان دیا۔ اور آپ نے اس امتحان میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔

حکایت نمبر ۳۳۵

یتیم

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب جامِ شہادت نوش فرمالیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا رہ گئے۔ صرف حضرت امام زین العابدین باقی رہ گئے۔ یا حضرت علی اصغر، مگر امام زین العابدین بیمار تھے۔ اور علی اصغر شیرخوار، اس لئے حضرت امام نے اب خود میدان میں جانے کی تیاری فرمائی اور آپ خیمہ کے اندر تشریف لائے اور اہل بیت میں تشریف فرما ہوکر فرمایا کہ مصیبت اور بلا پر صبر و شکر کرنا تمہارے واسطے بہتر ہے۔ خبردار! میرے بعد تم چاہے کیسی ہی مصیبت و بلا میں مبتلا ہو۔ مگر میرے غم میں سر کے بال پریشان نہ کرنا۔ منہ پر طمانچے نہ مارنا۔ اور سینہ زنی نہ کرنا۔ واویلا و زاری نہ کرنا۔ یہ باتیں جائز نہیں ہیں۔ ہاں کثرتِ غم سے آنکھوں سے آنسو بہانا مظلوموں اور دردمندوں کا کام ہے رونا منع نہیں پھر آپ نے حضرت سکینہ کو گود میں لیا۔ اور گلے سے لگایا اور اپنی بہن حضرت زینب سے فرمایا۔ بہن! یہ میری سکینہ مجھے بڑی پیاری اور مجھ سے مانوس ہے۔ میرے بعد اس کی غمخواری و پاسداری کرنا۔ پھر

حضرت سکینہ سے فرمایا بیٹی! میری پیاری بیٹی! آج شام تک تم یتیم ہو جاؤ گی۔ حضرت سکینہ نے لفظ "یتیم" سنا۔ تو ننھے سے ہاتھ جوڑ کے کہنے لگی یہ تشنہ کام

فرمایئے کہ آج یہ آئے گی کیسی شام
بتلایئے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امام
بیٹی! نہ پوچھ کچھ یہ مصیبت عظیم ہے
مرجائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

(تنقیح الشہادتین ص۲)

سبق :۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وعظ مبارک یہ تھا۔ کہ مصیبت اور بلا کے وقت صبر و شکر کرنا شریعت کا حکم ہے اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا اچھی بات نہیں۔ اس لئے آج بھی ہر مسلمان کو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ آخری وعظ مبارک ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی محبت پر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی محبت بھی قربان کر ڈالی۔

حکایت نمبر ۳۳۶
ننھا شہید

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادہ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جب شہید ہو گئے۔ تو حضرت امام نے اہل بیت کو تسلی و تشفی دیکر خود میدان میں آنے کا ارادہ کیا۔ ایک بار خیمہ سے رونے کی آواز سنی۔ آپ خیمہ کی طرف پھرے اور حال دریافت فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ طفل شیر خوار حضرت علی اصغر پیاس سے بے چین ہیں۔ چھ مہینے کی عمر شریف میں یہ مصیبت کہ تین دن سے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ زبان منہ سے باہر نکل پڑی ہے۔ مچھلی کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ حضرت امام نے فرمایا۔ علی اصغر کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت زینب لے کر آئیں۔ آپ نے علی اصغر کو گود میں لیا اور میدان میں ظالموں کے سامنے لا کر فرمایا۔ اے قوم! تمہارے نزدیک اگر مجرم ہوں۔ تو میں ہوں۔ مگر یہ میرا ننھا بچہ تو بے گناہ ہے۔ خدارا ترس کھاؤ۔ اور اس میرے ننھے مسافر سید بیکس مظلوم کو تو چلو بھر پانی پلا دو۔

بچہ ہے شیر خوار تڑپتا ہے پیاس سے
اس پر تو رحم کھاؤ کہ تکتا ہے یاس سے

اے قوم! آج جو میرے اس ننھے مسافر کو پانی پلائے گا۔ میرا وعدہ ہے کہ میں اسے حوض کوثر پر سیراب کروں گا۔

حضرت امام کی یہ دردناک تقریر سنکر بھی ان ظالموں کا دل نہ پسیجا۔ اور ایک ظالم حرمل ابن کاہل نے ایک ایسا تیر مارا جو حضرت امام کی بغل سے نکل گیا۔ آہ! ایک فوارہ خون کا اس ننھے شہید کے حلق سے چلنے لگا اور ننھے شہید کی آنکھیں اپنے والد کے چہرے کی طرف "تکی" کی تکی رہ گئیں اور امام نے بیقرار ہو کر اپنی زبان انور ننھے کے منہ میں ڈال دی اور ننھے سید نے وہیں اپنے ابا کی گود میں شہادت پالی اور آپ اس کی ننھی سی نعش مبارک لے کر خیمہ میں آئے اور ماں کی گود میں دے کر فرمایا الو علی اصغر بھی حوض کوثر سے سیراب ہو گئے۔ اسی ننھی نعش کو دیکھ کر اہل بیت بیقرار ہو گئے اور حضرت امام کی مبارک آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(تذکرہ ص۸۶)

سبق:- یزیدی ظلم کی انتہا تک پہنچ چکے تھے اور رحم وشفقت سے ان کے دل بالکل خالی تھے پھر ایسے لوگ خدا کی رحمت کے امیدوار کیسے ہو سکتے ہیں۔

حکایت نمبر ۳۳

حضرت شہر بانو کا خواب

میدان کربلا میں شب عاشورا حضرت شہر بانو نے ایک خواب دیکھا کہ ایک نورانی صورت مقدس خاتون ہیں جو بڑی پریشان نظر آرہی ہیں اور کربلا کی زمین صاف کر رہی ہیں۔ حضرت شہر بانو نے اس مقدس خاتون سے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں؟ اور اس زمین کو کیوں صاف کر رہی ہیں؟ تو اس نے جواب میں فرمایا کہ ؎

بیٹی سن میں فاطمہ ہوں بنت شاہ مشرقین
صبح اس مقتل میں لیٹے گا میرا پیارا حسین
اس لئے میں جھاڑتی ہوں کربلا کی یہ زمین
اس کے زخموں میں نہ چبھ جائے کوئی کنکر کہیں

(تنقیح الشہادتین صہ ۱۱)

سبق:۔ حضرت امام کی شہادت کا آپ کی والدہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم تھا اور قبر انور میں تشریف فرما ہو کر بھی اپنے بیٹے کے اس امتحان کو ملاحظہ فرما رہی تھیں اور چونکہ ماں تھیں اس لئے اپنے لخت جگر کے مصائب سے متاثر تھیں پھر جن ظالموں نے حضرت امام کو

اس قدر ستایا انہوں نے حضرت فاطمہ کی کسقدر ناراضگی مول لے لی۔

حکایت نمبر ۳۴۳

الوداع

میدان کربلا میں دسویں محرم کو جب حضرت امام کے جملہ احباب واقارب شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود پوشاک بدلی قبائے مصری پہنی عمامہ رسول خدا باندھا سپر حمزہ اور ذوالفقار حیدر کرار لے کر ذوالجناح پر سوار ہو کر ارادہ میدان کا کیا، اتنے میں حضرت کے صاحبزادے حضرت علی اوسط یعنی امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ جو اس وقت بیمار تھے اور ناتوانی سے اٹھ نہ سکتے تھے بڑی مشکل سے عصا تھامے ہوئے ضعف کے باعث لڑکھڑاتے ہوئے حضرت امام کے پاس آ کے عرض کرنے لگے کہ ابا جان! میرے ہوتے ہوئے آپ کیوں تشریف لے جا رہے ہیں مجھے بھی حکم دیجیے، کہ میں بھی لڑ کر درجہ شہادت حاصل کر لوں اور اپنے بھائیوں سے جا ملوں۔ حضرت امام یہ گفتگو سنکر آبدیدہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا، اے راحت جان حسین، تم خیمہ اہل بیت میں جا کر بیٹھو! اور قصد شہادت نہ کرو۔ بیٹا! رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسل تمہارے جینے ہی

سے باقی رہے گی اور قیامت تک منقطع نہ ہوگی۔ حضرت امام کا یہ ارشاد سنکر صاحبزادے خاموش ہو رہے پھر حضرت امام نے ان کو نصیحت و وصیت کر کے تمام علوم ظاہری و باطنی اور رازِ امامت سے آگاہ فرمایا جو طریقۂ تعلیم سینہ بہ سینہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاری ہوا تھا۔ سب اسی وقت ان پر منکشف فرما دیا اور پھر آپ خیمہ کے اندر تشریف لائے اور اہل بیت کی طرف مخاطب ہوکر ہر ایک سے الوداعی کلام فرمایا جس کا نقشہ شاعر نے یوں کھینچا ہے کہ ؎

الوداع اے اہل بیت مصطفیٰ ۔۔۔ الوداع آل پیمبر الوداع

پھر گلے لپٹا کے عابد سے کہا ۔۔۔ اے مرے بیمار دلبر الوداع

زینب و کلثوم سے یہ پھر کہا ۔۔۔ اب ہے تم سے بھی برادر الوداع

بولے پھر بالی سکینہ سے حسین ۔۔۔ اے مری مظلوم دختر الوداع

شہر بانو سے یہی کہتے تھے شاہ ۔۔۔ اے مری غمخوار مضطر الوداع

بس خدا حافظ تمہارا دوستو

صابر و مظلوم مضطر الوداع

(تنقیح الشہادتین ص ۸۶)

سبق:۔ حضرت امام زین العابدین بیماری کے عالم میں بھی جذبہ جہاد اور شہادت کی تڑپ کا اظہار فرماتے ہیں پھر جو ان کا نام لیوا ہوکر تندرستی کے عالم میں بھی نماز تک کے راہ نہ جائے تو وہ کسقدر غافل ہے؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام زین العابدین کی بیماری

میں یہ حکمت مضمر تھی کہ آپ کے وجود سے نسل مصطفےٰ کی بقا تھی ۔

حکایت نمبر ۳۳۹
شیر کا حملہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جب احباب واقارب سب شہید ہو گئے ۔ تو حضرت امام خود بنفس نفیس میدان میں تشریف لائے اور پہلے کچھ رجز یہ اشعار پڑھے۔ پھر لشکر ابن سعد سے اتمام حجت کے لئے بہت کچھ فرمایا مگر وہ ظالم نہ مانے اور بہرحال لڑنے پر آمادہ ہوئے اور سب اپنی تلواریں اور نیزے چمکا کر بڑھے۔ حضرت امام نے بھی ذوالفقار میان سے نکالی اور دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اللہ اللہ ! یہ حملہ کیا تھا شیر یزداں کا حملہ تھا جو آپ کے مقابلہ میں آیا۔ پیک قضا نے سیدھا اس کو جہنم میں پہنچا دیا۔ سینکڑوں جفاکاروں سے لڑے اور سینکڑوں کو فنے النار کر دیا۔ جس طرف نگاہ پلٹی صف کی صف الٹ دی ۔

چلی شاہ دیں کی غرض ذوالفقار ۔۔۔ نہ پیدل رہا سامنے نہ سوار

یہاں تک کیا ظالموں نے ہلاک ۔۔۔ چھپایا بالعینوں نے منہ زیر خاک

دیئے رن کو پلٹے کئی دمبدم ۔۔۔ شجاعت نے بھی آکے چومے قدم

دلیر ایسا ہے اور نہ ہوگا کوئی ۔۔۔ سنا آج تک اور نہ دیکھا کوئی

ہزاروں ہی کشتوں کے پشتے بندھے　　　　تو زندوں کو جانوں کے لالے پڑے

سنو اس دلاور کی یہ شان ہے!

کہ رستم کی بھی روح قربان ہے

تنقیح صد ۱۸

سبق: ۔ حضرت امام عالیمقام بڑے جری و بہادر شجاع، دلیر اور شیر کے بیٹے شیر تھے۔ رضی اللہ عنہ

حکایت نمبر ۳۰۴

آخری دیدار

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خود بنفس نفیس میدان میں تشریف لائے تو جرأت و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ ملائکہ بھی عش عش کر اُٹھے۔ اتنے میں ایک شخص ابن قطبہ شامی سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے حسین! تمام احباب و اقارب کو ہلاک کرا چکے مگر ابھی لڑائی کی ہوس باقی ہے تم اکیلے ہزاروں کا مقابلہ کیسے کر سکو گے؟ حضرت امام نے فرمایا تم لوگ مجھ سے لڑنے آئے ہو یا میں تم سے؟ تم نے میرا راستہ بند کیا اور تم نے میرے احباب و اقارب کو قتل کیا۔ اب مجھے سوائے لڑائی کے کیا چارہ ہے۔ زیادہ باتیں نہ کر اور سامنے آ۔ یہ فرما کر آپ نے ایک ایسا نعرہ

شگاف مارا کہ تمام لشکر تھرا گیا اور وہ ظالم بدحواس ہو گیا اور ہاتھ پیر نہ ہلا سکا۔ امام نے تلوار مار کر سر اڑا دیا پھر فوج پر حملہ کیا اور سب بھاگنے لگے۔ ابن اسطح نامی ایک یزیدی پکارا۔ اے نامردو! اب ایک تن باقی رہ گیا ہے۔ اس سے بھاگ رہے ہو؟ ٹھہرو میں اس کے مقابلے کو جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر امام کے سامنے آیا اور تلوار مارنے کو اٹھائی حضرت امام نے پیش دستی فرما کر کمر پہ تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر حضرت امام نے فرات پر جانے کا ارادہ فرمایا۔

شمر نے پکار کر کہا۔ اے لشکریو! حسین کو ہرگز پانی نہ پینے دینا اگر اس نے پانی پی لیا تو پھر کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا پس سب نے مل کر حضرت امام پر حملہ کر دیا۔ حضرت امام تلوار کھینچ کر اشقیاء کے سر اڑاتے ہوئے اور صفوں کو درہم برہم فرماتے ہوئے لب فرات تک جا پہنچے گھوڑا پانی میں ڈالا۔ چلو میں پانی لے کر پینا چاہا کہ مکاروں نے پکار کر کہا! اے حسین! تم یہاں پانی پی رہے ہو اور وہاں خیمہ لٹ رہا ہے۔ امام فوراً پانی پھینک کر خیمہ کی طرف چلے راہ میں کئیوں کو فی النار کیا۔ خیمہ کے پاس آکر دیکھا تو کسی کو نہ پایا اور مکاروں کا حیلہ تصور فرمایا پھر خیمہ کے اندر تشریف لائے اور اہل بیت سے فرمایا! چادریں اوڑھو۔ جزع و فزع نہ کرو مصیبت پر کمر بستہ رہو۔ میرے یتیموں کو آرام سے رکھنا پھر امام زین العابدین کو سینہ سے لگا کر پیشانی کو چوما اور فرمایا! بیٹا! جب مدینہ پہنچو تو میرے دوستوں کو میرا سلام کہنا اور میری جانب

سے میرا یہ پیغام دینا کہ جب تم میں کوئی رنج و بلا میں مبتلا ہو تو میرا رنج و بلا میں مبتلا ہونا یاد کرے اور جب کوئی پانی پیئے تو میری پیاس یاد کرے۔ حضرت امام اپنا یہ آخری دیدار دے کر پھر میدان میں تشریف لے آئے۔

(تذکرہ صنہ ۹)

سبق: حضرت امام کی جرأت و ہمت اور آپ کا عزم و استقلال قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ عزیز و اقارب کی جدائی۔ بھوک پیاس اور ظالموں کے متواتر ظلم و ستم کے باوجود آپ کے جذبۂ صادقہ میں سرِ مو بھی فرق نہیں آیا۔ اور ہر حال میں آپ نے اللہ کا شکر ہی ادا کیا۔ اور شریعت کے خلاف ہر حرکت سے ہر دم تک منع فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حکایت نمبر ۱۴۳

قیامت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خیمہ میں اپنا آخری دیدار دیکر میدان میں پھر تشریف لائے تو یزیدیوں نے یکبارگی آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے بھی ڈٹ کر ان کا مقابلہ فرمایا۔ مگر ظالموں نے اس قدر متواتر حملے کئے کہ حضرت کا تنِ انور زخموں سے چور ہو گیا اور آپ کے گھوڑے میں بھی چلنے کی طاقت نہ رہی پس حضرت امام ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ ایک شخص زرعہ

نامی نے بڑھ کر آپ کو تلوار ماری۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ اس کا ہاتھ کندھے سے جدا ہو گیا۔ حضرت امام اس وقت سب کو یاس بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ گویا یہ خیال فرما رہے تھے کہ ان میں کوئی غمگسار نہیں ہے۔ سب ہی خون کے پیاسے ہیں۔ آخر کار ان ظالموں نے دور ہی سے تیر مارنے شروع کئے کہ ایک ظالم کا تیر آپ کی پیشانی نورانی پر آ کر لگا۔ خون کا فوارہ جاری ہوا آپ نے وہ خون چلو میں لے کر منہ پر ملا اور فرمایا کل قیامت کے دن اس ہیئت سے اپنے نانا جان کے پاس جاؤں گا اور اپنے مارنے والوں کی شکایت کروں گا۔

اس وقت حضرت امام کے تن انور پر بہتر زخم نیزے اور تلوار کے آ چکے تھے جن کے باعث آپ بہت نڈھال ہو گئے تھے اور قبلہ رو ہو کر اپنے مولا کی یاد کر رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ ؎

یارب غنی بندہ ہے اک بندۂ محتاج
تیری ہی عنایت سے ہوا خلق کا سرتاج
سر نذر کو دربار میں لایا ہے غلام آج
ہے ہاتھ ترے مولا کرے آج مری لاج

ہنگام تردد ہے مدد کیجیو مولا!
یہ تحفۂ درویش نہ رد کیجیو مولا

کہتا نہیں کچھ اور یہ کعبے کا مسافر
اک جاں ہے سو قرباں ہے اک سر ہے سو حاضر

اب تک ہیں تری راہ میں ہوں صابر و شاکر
بیکس پہ کرم کیجیو مولا دمِ آخر!
سینے پہ مرے زانوئے قاتل نہ گراں ہو
خنجر کے تلے نام ترا وردِ زباں ہو

واقف نہیں اس مرحلۂ صعب سے شبیر
تقدیر پہ راضی ہوں میں اے مالکِ تقدیر
پیاسا ہوں کئی روز سے ہیں بیکس و دلگیر
ان خشک رگوں میں کہیں رک جائے نہ شمشیر
مضطر مرا ہونا خللِ اندازِ ادب ہو!
تڑپوں بشریت سے جو اس دم تو غضب ہو

آئی یہ ندا کان میں پھر شاہِ ہدیٰ کے
رحمت تجھے اے بندۂ مقبول خدا کے
سہہ صبر سے اور شکر سے سب تیر جفا کے
لے تاجِ شہادت مری سرکار میں آ کے۔
غمگیں نہ ہو ہم تجھ کو بہت شاد کریں گے
زیرِ دمِ خنجر تری امداد کریں گے!!

اتنے میں ایک ظالم کا تیر آپ کے حلق میں آکر لگا اور زرعہ ابن شریک نے آپ کے دست مبارک پر اور شمر نے آپ کے فرق انور پر تلوار ماری اور سنان بن انس نے پشت مبارک پر نیزہ مارا۔

تقدیر و قضا سے نہیں جب کوئی بھی چارہ
نیزہ کسی ظالم نے پس پشت سے مارا
تب روح نبی بولی اٹھا چین ہمارا!
اس تیغ الم سے جگر و دل ہے دوپارا

حضرت امام ان متواتر ضربوں سے چکرا کر گھوڑے سے گرے۔

آیا یہ وقت قبلۂ حاجاتِ دین پر
کیسے کو ڈھایا سنگدلوں نے زمین پر

اس وقت دوپہر ڈھل چکی تھی اور نماز ظہر کا وقت تھا۔ حضرت امام نے اس وقت بھی اس صورت میں نماز کو ادا کیا، کہ گرتے ہوئے منہ قبلہ کی طرف کیا۔ گھوڑے پر قیام تھا اور جب غش سے جھکے تو رکوع تھا اور جب زمین پر گرے تو سر کے بل کہ وہ سجدہ کا مقام تھا۔ اتنے میں شمر آیا اور آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھ گیا۔ امام نے آنکھیں کھول کر پوچھا تو کون ہے اس نے بتایا کہ میں شمر ہوں فرمایا! ذرا سینہ کھول کر دکھا اس نے سینہ کھولا تو داغ سفید نظر آیا۔ آپ نے فرمایا! صَدَقَ جَدِّی رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہ علیہ وسلم سچ فرمایا نانا جان نے رات کو خواب میں کہ تیرے قاتل کا نشان یہ ہے وہی نشان تجھ میں موجود ہے۔ پھر آپ نے فرمایا! اے شمر تو جانتا ہے! آج کو نسا دن ہے کہا! جمعہ کا، فرمایا! وقت کون سا ہے؟ کہا خطبہ پڑھنے اور نماز جمعہ ادا کرنے کا۔ فرمایا! اس وقت خطیب ممبروں پر خطبہ پڑھتے ہونگے

میرے نانا کی تعریف کرتے ہوں گے۔ ان پر درود پڑھتے ہوں گے اور تو ان کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیئے کرتے تھے وہاں تو خنجر پھیرنا چاہتا ہے دیکھ اسوقت میں اپنی دہنی طرف زکریا معصوم اور بائیں طرف یحییٰ معصوم کو دیکھ رہا ہوں۔ اے شمر! ذرا میرے سینے سے ہٹ کہ وقت نماز ہے میں قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھوں تو نماز پڑھتے ہیں جو چاہے کرنا کہ نماز میں زخمی ہونا میرے باپ کی میراث ہے۔ پس شمر آپ کے سینے سے اترا اور امام قبلہ روح ہو کر نماز میں خدا سے راز و نیاز میں مشغول ہوئے اور شمر نے حضرت امام عالی مقام کا سجدہ ہی میں ۱۰ محرم ۶۱ھ یوم جمعہ کو ۵۶ سال پانچ ماہ پانچ یوم کی عمر شریف میں سر تن سے جدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

ڈوبا شفق میں جب مہ تابان مصطفےٰ
یعنی حسین ابن علی جان مصطفےٰ
باد خزاں تھی اور گلستانِ مصطفےٰ
جب گر پڑا زمین پہ وہ جانانِ مصطفےٰ

خود مصطفےٰ نے فرش زمیں سے اٹھا لیا
اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا!

آیا جو وقت ظہر تو سجدہ ادا کیا
تن پہ جو دیکھے زخم تو شکر خدا کیا

طے آپ نے تمام مقام رضا کیا!

دشمن نے جب کہ سر کو بدن سے جدا کیا

خود مصطفیٰ نے فرشِ زمیں سے اُٹھا لیا

اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا

خوں سے بھرا ہوا جو بدن کا لباس تھا

حور و ملک کو دیکھ کے اسے دل اداس تھا

پر شاہِ کربلا کو نہ مطلق ہراس تھا

جس دم گرے زمیں پہ تو کوئی نہ پاس تھا

خود مصطفیٰ نے فرشِ زمیں سے اُٹھا لیا

اور فاطمہ نے اپنے گلے سے لگا لیا!

(تذکرہ صفحہ ۸۹ تا ۹۴ اور تنقیح صفحہ ۱۰۲ تا ۱۱۲)

سبق، حضرت امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جس قدر ظالموں نے ظلم وستم کیا۔ آپ نے اسی قدر صبر وشکر کا مظاہرہ فرمایا۔ اور آپ نے ہر حال میں اللہ کی یاد کی اور خدا کو کسی وقت بھی فراموش نہیں فرمایا۔ اور آخری وقت جبکہ آپ کا تنِ انور زخموں سے چور تھا۔ اور ان کے باعث آپ نڈھال ہو چکے تھے۔ اس وقت بھی آپ کو نماز کا خیال رہا۔ اور نماز کی ہی حالت میں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا پھر وہ لوگ جو ہٹے کٹے ہو کر بھی کبھی نماز نہیں پڑھتے اور جنہوں نے عمر بھر محرمات شرعیہ کو نہیں چھوڑا۔ اور جو بھنگ و چرس پینے کے شیدائی۔ اور خلاف شرع حرکات

کے فدائی ہیں۔ ایسے لوگ کس منہ سے حضرت امام عالی مقام سے کسی نسبت کا دم بھر سکتے ہیں؟ پس ہمیں بھی چاہیئے کہ حضرت امام عالی مقام کے پیارے اُسوہ کو سامنے رکھیں۔ اور فسق و فجور کے خلاف صف آراء ہو جائیں اور اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر باطل کے مقابلے میں ڈٹ جائیں۔ اور اللہ کی یاد کسی حالت میں بھی ترک نہ کریں اور نماز کے اس قدر عادی بن جائیں کہ بڑی سے بڑی تکلیف میں بھی چھوٹ نہ سکے اور خصوصاً سید حضرات کو تو ایک پنجابی شاعر کا یہ شعر اپنے سامنے رکھنا چاہیئے کہ ؎

سید سو جو پڑھے نماز رب دی سید سجدہ نہ کرے تاں سیداہنیں
بھاویں سید دی چھاتی تے شمر ہووے سیداں وی نماز تھیں بھیداہنیں

حکایت نمبر ۳۴۲

ام المومنین کا خواب

ایک بی بی فرماتی ہیں کہ میں اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئی تو دیکھا کہ اُم المومنین رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں۔ تو فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ آپ کے سر انور اور ریش مبارک پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

میں ابھی ابھی کربلا سے آیا ہوں۔ آج میرے حسین کو قتل کر دیا گیا ہے۔
(ترمذی شریف صـ۲۱۸ جلد ۲)

سبق: حضرت امام کی شہادت کے وقت حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہادت گاہ میں موجود تھے۔ اور اپنے صاحبزادے کے اس عظیم امتحان کو آپ نے خود ملاحظہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ اور امت کے جملہ اعمال وافعال اور حالات سے باخبر ہیں۔

حکایت نمبر ۳۴۳

فریب

بارہویں محرم کو ابن سعد اہل بیت عظام کو اونٹوں پر بٹھا کر اور سرہائے شہداء کو ہمراہ لے کر کوفہ کو روانہ ہوا۔ اور جب یہ لوگ کوفہ کے قریب پہنچے۔ اور ابن زیاد کو اس کی خبر ہوئی۔ تو اس نے تمام شہر میں منادی کرادی۔ کہ کوئی شخص ہتھیار لے کر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور فوج کا پہرہ لگا دیا۔ کہ کوئی شخص فتنہ و فساد نہ کر سکے۔ لوگ سنکر دیکھنے کو دوڑے۔ اور اسیران کربلا اور سرہائے شہدا کو دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا۔ اے رونے والو! تم لوگ تو ہم پر

رونے والے ہو۔ پھر وہ کون لوگ ہیں۔ جنہوں نے انہیں قتل کیا ہے۔
(تذکرہ صفحہ ۹۱)

سبق: ہر رونے والا سچا ہی نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ظالم اپنا ظلم چھپانے کو مظلوم کا حامی بن جاتا ہے اور یہ اس کا فریب ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۴۴

زندہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ جب کوفی سرِ امام کو گلی کوچہ میں پھرا رہے تھے۔ تو میں اپنے گھر کی کھڑکی میں بیٹھا تھا۔ جب سرِ انور میرے قریب آیا۔ تو میں نے سرِ انور کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا پس میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور میں نے عرض کیا۔ اے ابن رسول اللہ! بخدا آپ کا قصہ اس سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ پھر جب ابن زیاد کے پاس لا کر نیزوں سے سر اتارے گئے۔ تو حضرت امام کے لب مبارک ہل رہے تھے۔ لوگوں نے کان لگا کر سنا۔ تو یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ

اَنْظَارِیُوْنَ ۔ (تذکرہ ص ۹۵)

سبق: اللہ کی راہ میں جان دینے والے مرتے نہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں اور شہدا کی زندگی پر قرآن شاہد ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ۔ یعنی جو اللہ کی راہ میں قتل ہوں ۔ انہیں مردہ مت کہو۔ لہذا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے ۔

حکایت نمبر ۳۴۵

عزیز بن ہارون

اسیرانِ کربلا اور سرہائے شہداء کو چند روز کوفہ میں رکھنے کے بعد ابن زیاد نے فوج کے ہمراہ دمشق روانہ کیا۔ دمشق جاتے ہوئے یہ قافلہ حوالی حلب میں آکر ایک پہاڑ کے نیچے اترا۔ اس پہاڑ پر ایک قصبہ تھا۔ اس قصبہ کے امیر کا نام عزیز بن ہارون تھا۔ اور یہ یہودی تھا۔ رات کو حضرت شہر بانو کی لونڈی شیریں نے رو کر عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو تو جو کچھ میرے پاس بقیہ ہے اسے بیچ کر اس پہاڑی قصبہ سے آپ کے واسطے کچھ کپڑا خرید لاؤں۔ بی بی صاحبہ نے اس کے اصرار پر اجازت دے دی۔ پس شیریں پہاڑ پر گئی۔ اور قصبہ کا دروازہ بند پاکر

کھٹکھٹایا۔ امیر قصبہ عزیز بن ہارون نے خود آکر دروازہ کھولا اور شیریں کا نام لے کر پکارا۔ شیریں نے سلام کیا۔ وہ بکمال تعظیم شیریں کو اپنے گھر لے گیا۔ شیریں نے پوچھا۔ آپ نے میرا نام کیسے جان لیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ابھی خواب میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کو پریشان حال دیکھ کر حال پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا تجھے نہیں معلوم کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند مظلومانہ مارے گئے ہیں۔ ان کا سر لوگ شام کو لئے جا رہے ہیں۔ اور آج رات اس پہاڑ کے نیچے ٹھہرے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کیا آپ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو جانتے اور مانتے ہیں؟ فرمایا۔ اے عزیز! وہ سچے رسول ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے۔ ہم ان پر ایمان لائے ہیں۔ جو ان پر ایمان نہ لائیگا دوزخ میں جائے گا۔ میں نے عرض کی کہ مزید یقین کے لئے مجھے کچھ بتائیے۔ تو فرمایا۔ دروازہ قلعہ پر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ ایک لونڈی شیریں نام آکر دروازہ بجاتے گی۔ تو اس کی متابعت کرنا۔ اسی کے باعث تو مشرف باسلام ہوگا۔ اور جب سر حسین کے پاس پہنچے۔ تو ہمارا سلام کہنا۔ وہ سلام کا جواب دیں گے چنانچہ میں خواب سے چونک کر فوراً دروازے پر آیا کہ تو نے دروازہ بجایا۔ پس شیریں نے سارا قصہ آکر بی بی صاحبہ سے کہا۔ یہ قصہ سن کر سب اہل بیت حیران ہوئے۔ اور صبح عزیز ابن ہارون یزیدی لشکر کو کچھ رشوت دے کر اہل بیت کے پاس آیا اور ہر ایک

کے لئے قیمتی جوڑا لایا۔ اور ہزار دینار امام زین العابدین کو نذر کر کے مسلمان ہو گیا۔ پھر امام کے حضور حاضر ہو کر حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کا سلام عرض کیا تو سرِ انور نے سلام کا جواب دیا۔

(تذکرہ صفحہ ۱۶۴)

سبق:۔ حضرت امام عالی مقام کا وصال شریف کے بعد بھی فیض جاری ہے کہ ایک یہودی مشرف باسلام ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے دنیا سے تشریف لے جائیں۔ تو بھی ان کے فیوض و برکات بدستور جاری رہتے ہیں۔

حکایت نمبر ۳۴۶

گرجے کا پادری

یزیدی لشکر اسیران کربلا اور سرہائے شہداء کو دمشق لے جاتے ہوئے رات کے وقت ایک منزل پر پہنچا تو وہاں ایک بڑا مضبوط گرجا نظر آیا۔ یزیدیوں نے سوچا کہ رات کا وقت ہے۔ اس گرجے میں رہنا اچھا رہے گا۔ گرجا میں ایک بوڑھا پادری رہتا تھا۔ شمر نے اُس پادری سے کہا کہ ہم لوگ رات تمہارے گرجا میں رہنا چاہتے ہیں۔ پادری نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اور کہاں جاؤ گے؟ شمر نے بتایا کہ ہم ابن زیاد

کے سپاہی ہیں۔ ایک باغی اور اس کے ساتھیوں کے اور اس کے اہل و عیال کو دمشق لیے جا رہے ہیں۔ پادری نے پوچھا وہ سر جسے تم باغی کا سر بتا رہے ہو۔ کہاں ہے؟ شمر نے دکھایا۔ تو دیکھ کر پادری پر ایک ہیبت طاری ہو گئی اور کہنے لگا کہ تمہارے ساتھ بہت سے آدمی ہیں اور گرجے میں اتنی جگہ نہیں۔ اس لیے تم ان سروں اور قیدیوں کو تو گرجے میں رکھو۔ اور خود باہر رہو۔ شمر نے اسے غنیمت سمجھا کہ سر اور قیدی محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ سر امام کو ایک صندوق میں بند کر کے گرجے کی ایک کوٹھڑی میں اور اہلبیت کو گرجے کے ایک مکان میں رکھا گیا۔ آدھی رات کے وقت پادری کو کوٹھڑی کے روشندانوں میں سے کچھ روشنی نظر آئی۔ پادری نے اٹھ کر دیکھا تو کوٹھڑی میں چاروں طرف روشنی دیکھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ کوٹھڑی کی چھت پھٹی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئیں اور صندوق کھول کر سر انور کو دیکھنے لگیں پھر تھوڑی دیر بعد آواز سنی کہ اے بڈھے پادری! جھانکا بند کر! کہ خاتون جنت تشریف لاتی ہیں۔ پادری یہ آواز سنکر بیہوش ہو گیا اور پھر جب ہوش آیا تو آنکھوں پر پردہ پڑا دیکھا۔ مگر یہ سنا کہ کوئی روتے ہوئے یوں کہہ رہا ہے۔

السلام علیک! اے مظلوم مادر! اے شہید مادر!
غم نہ کر میں دشمنوں سے تیرا انتقام لوں گی۔ اور خدا سے

تیرا انصاف چاہوں گی۔"

پادری پھر بیہوش ہوگیا۔ اور پھر جب ہوش میں آیا تو کچھ نہ پایا بے حد مشتاق ہوکر کوٹھڑی کا قفل توڑ کر اندر آیا۔ صندوق کا تالہ توڑا اور سرانور کو نکال کر مشک وگلاب سے دھوکر مصلے پر رکھا اور سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر عرض کی اے سردار! مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ ان میں سے ہیں جن کا وصف تورات وانجیل میں میں نے پڑھا ہے۔ لیجئے گواہ رہیئے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ چنانچہ وہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

(تذکرہ صفحہ ۱۰۵)

سبق:۔ اللہ کی راہ میں قربان ہونے والا مرجع عوام وخواص ہوتا ہے اور یہ اللہ والے بظاہر دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں لیکن کام ان کا بدستور جاری رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام عالیمقام نے وصال شریف کے بعد بھی عیسائیوں کو مسلمان کیا۔ پھر کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ ان کے نام لیوا آج خود ہی عیسائیوں کی سیرت وصورت اپنانے لگے ہیں۔

حکایت نمبر ۲۸۳

ڈھول باجے

اسیرانِ کربلا اور سرہائے شہداء جب دمشق کے قریب پہنچے اور یزید کو علم ہوا تو اس نے تمام شہر آراستہ کرنے اور اہل شہر کو خوشیاں منانے اور گھر سے تماشہ دیکھنے کو باہر آنے کا حکم دیا اور یزیدی خوشیاں منانے لگے۔ ایک صحابی رسول حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغرض تجارت شام آئے ہوئے تھے۔ وہ دمشق کے قریب ایک قصبہ سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ تمام لوگ خوشی کرتے ڈھول اور باجے بجاتے ہیں۔ انہوں نے ایک شخص سے اس خوشی منانے کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ اہل عراق نے سرحسین یزید کو ہدیہ بھیجا ہے۔ تمام اہل شام اس کی خوشی منا رہے ہیں۔ حضرت سہل نے ایک آہ بھری اور پوچھا کہ سرحسین کونسے دروازے سے لائیں گے؟ کہا باب الساعۃ سے۔ آپ اس طرف دوڑے اور بڑی دوڑ دھوپ کے بعد اہل بیت تک پہنچ گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک سرمشابہ سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیزہ پر چڑھا ہے۔ جسے دیکھ کر آپ بے اختیار رو پڑے۔ اہلبیت میں سے ایک نے پوچھا کہ تم ہم پر کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا۔ میرا نام سکینہ بنت حسین

ہے۔ انہوں نے فرمایا اور میں آپ کے نانا کا صحابی ہوں میرے لائق جو خدمت ہو فرمایئے فرمایا! میرے والد کے سرانور کو سب سے آگے کرادو تاکہ لوگ ادھر متوجہ ہوں۔ اور ہم سے دور رہیں! انہوں نے چار سو درہم دے کر سرِ امام مستورات سے دور کرایا۔

(تذکرہ ۱۰۷)

سبق:۔ معلوم ہوا کہ ڈھول باجے بجا بجا کر محرم کے دن گزارنے یزیدیوں کی سنت ہے۔

حکایت نمبر ۳۴۸

گستاخ

سرہائے شہداء اور اسیرانِ کربلا جب دمشق میں داخل ہوئے تو یزید نے دربار آراستہ کیا اور تمام روسائے شہر اور سرداران مملکت کو جمع کیا اور پھر سب کو دربار میں بلایا۔ جب لائے گئے تو قیدیوں کو ایک طرف ٹھہرایا اور سروں کو اپنے سامنے منگوا کر ہر ایک کو دیکھتا اور حال پوچھنا شروع کیا اور حالات سنکر یزید دیر تک چپکا سرنیچا کئے رہا۔ پھر حکم دیا کہ سرِ امام طشت میں رکھ کر ہمارے سامنے لاؤ۔ جب طشت میں سرِ مبارک رکھ کر لایا گیا تو اپنے ہاتھ کی لکڑی سے امام کے لب و دندان

چھو کر بولا کہ کیا یہ حسین کے لب و دندان ہیں ؟ یہ دیکھ کر ایک صحابی رسول ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت وہاں تشریف فرما تھے بولے اور کہا قَطَعَ اللّٰہُ یَدَکَ یَا یَزِیْدُ تو اس جگہ کو لکڑی کے ساتھ چھو رہا ہے جس جگہ میں نے بارہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ یزید نے یہ سنکر انہیں مجلس سے نکال دیا۔

(تذکرہ صفحہ ۱۱۱)

سبق ! یزید فاسق و فاجر اور بے ادب و گستاخ بھی تھا اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا کچھ بھی پاس نہ تھا۔

حکایت نمبر ۳۴۹

فریب کا رونا

جس وقت اہل بیت امام کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آکر دربار یزید میں پیش ہوا۔ تو یزید کی عورت ہندہ نے بے تاب ہوکر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی۔ یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا اے ہندہ ! تو فرزند رسول پر نوحہ داری کر ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی۔ حالانکہ میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

(جلاء العیون اور خلاصۃ المصائب)

بحوالہ فیصلہ شرعیہ صد۵

سبق: یزید اور اس کے گھر والوں کا یہ سارا فریب تھا کہ خود ہی قتل کرائے اور پھر انکار کر دیا۔

حکایت نمبر۳۵۰

نقارۂ خدا

اسیرانِ کربلا جب دربار یزید میں پیش کیے گئے تو حضرت امام زین العابدین کو دیکھ کر یزید نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ بتایا گیا۔ یہ علی بن حسین ہے۔ بولا۔ میں نے تو سنا تھا۔ وہ مارا گیا۔ بتایا گیا کہ حسین کے تین لڑکے تھے۔ علی اکبر، علی اصغر مارے گئے۔ یہ علی اوسط ہیں کہ بوجہ بیماری کے بچ رہے اور گرفتار کر کے لائے گئے۔ یزید نے حضرت امام زین العابدین کو بلا کر اپنے لڑکے کے پاس بٹھایا اور کہا اے علی! میرا لڑکا تیرے برابر ہے۔ کیا اس سے مقابلہ کر سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا۔ ایک ایک تلوار دونوں کو دے اور مقابلہ کرا کے دیکھ لے۔

اتنے میں نقارۂ یزید بجا۔ یزید کے بیٹے نے بڑے فخر سے کہا۔ یہ نوبت میرے باپ کے نام کی بج رہی ہے یا تیرے رب کے نام کی؟ حضرت امام نے جواب میں تامل فرمایا۔ کہ مؤذن نے اذان کہی۔ پس امام نے

پسر یزید سے فرمایا۔ دیکھ وہ میرے باپ دادا کے نام کی نوبت بجی جو قیامت تک یونہی بجتی رہے گی اور تیرے باپ کے نام کی نوبت چندروز بج کر بند ہو جائے گی۔ پسر یزید اس جواب سے لاجواب ہو گیا۔ اور حاضرین فصاحت شہزادہ سے بڑے متعجب ہوئے۔

تذکرہ صد ۱۱۲ اور تنقیح صہ ۱۳۱

سبق: امام حسین اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام لیوا قیامت تک باقی رہیں گے اور یزید کا کوئی نام تک لینے کو تیار نہیں۔ معلوم ہوا کہ ظلم ظالم کو مٹا دیتا ہے اور صبر و شکر صابر کو خدائی بھر اور خدا کا مقبول بنا دیتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۵۱

دمشق کی جامع مسجد میں

دربار یزید میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش کئے گئے تو یزید نے حضرت امام سے کہا کہ اے ابن حسین! تمہیں کوئی حاجت ہو تو طلب کر۔ شہزادہ نے فرمایا۔ ایک تو یہ حاجت رکھتا ہوں۔ کہ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالے کر تاکہ اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔ یزید نے اس بات سے انکار کیا۔ پھر حضرت نے فرمایا اچھا تو سرا امام میرے

حوالے کر۔ تاکہ تن اقدس سے ملا کر دفن کروں۔ یزید نے کہا یہ منظور ہے۔ اور کچھ؟ فرمایا مجھے اجازت دے کہ میں اہل بیت کو لے کر مدینہ چلا جاؤں۔ یزید نے کہا یہ بھی منظور ہے۔ اور کچھ؟ فرمایا۔ کل جمعہ ہے مجھے اجازت دیجئے کہ منبر پر جا کر خطبہ پڑھوں۔ یزید نے کہا۔ یہ خواہش بھی تمہاری پوری کر دی جائے گی اور کل خطبہ بھی سے پڑھواؤں گا۔ چنانچہ دوسرے روز یزید نے بادلِ نخواستہ حضرت امام کو خطبہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ اس روز مسجد میں خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ کسی کو جگہ نہ ملتی تھی۔ حضرت امام زادہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اول نہایت فصاحت و بلاغت سے حمد و نعت بیان کی۔ پھر فرمایا جو مجھے جانتا ہو جانے اور جو نہ جانتا ہو۔ اب جانے کہ میں نور دیدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور سرور سینۂ علی المرتضیٰ شیر خدا اور دلبند فاطمۃ الزہرا اور فرزند حسین برادر حسن مجتبیٰ ہوں۔ جنہیں میدان کربلا میں تین روز بھوکا پیاسا مظلوم شہید کیا گیا۔ یہ سنکر مسجد میں کہرام پڑا۔ اہل دمشق میں شور برپا ہوا۔ یزید ڈرا۔ اور مؤذن کو اقامت کے لیے اشارہ کیا۔ پس مؤذن نے اللہ اکبر کہا۔ شہزادے نے نَعَمْ لَا شَیْءَ اَکْبَرُ مِنْہُ فرمایا۔ مؤذن نے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا شہزادے نے نَعَمْ شَهِدَ بِهَا لَحْمِیْ وَشَعْرِیْ وَدَمِیْ فرمایا۔ مؤذن نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کہا۔ شہزادے نے اپنا عمامہ اتار کر مؤذن کی طرف پھینکا اور بال سر پریشان کر کے مؤذن سے فرمایا۔ بحق محمد ذرا ٹھہر جا۔ مؤذن

چپ ہو گیا تو شہزادہ نے فرمایا اے یزید! یہ محمد میرے دادا ہیں یا تیرے! اگر تو انہیں اپنا دادا کہے گا تو عالم تجھے جھوٹا کہے گا۔ اور اگر میرے دادا کہے گا تو میرے باپ کو مظلوم کیوں شہید کیا؟ مجھے یتیم کیا۔ اہل بیت کو شہر بشہر پھرایا۔ قید کروایا۔ دربار میں بلایا۔ میرے باپ دادا کے دین میں رخنہ ڈالا۔ باوجود کہ اُن کا کلمہ پڑھتا ہے۔ پھر بھی شرم نہیں کرتا ہے۔ پھر شہزادے نے لوگوں سے فرمایا تم میں سے سوائے میرے کوئی ایسا ہے جس کا دادا پیغمبر ہو؟ اس وقت مسجد میں شورِ قیامت برپا ہوا اور لوگ رونے لگے کئی بیہوش ہو گئے۔ یزید نے مؤذن کو ڈانٹا اقامت پوری کرائی۔ نماز ادا کی اور پھر لوگوں سے بے چینی دور کرنے کے لئے ایک مجلس عام بلائی۔ اور اس میں سب کے سامنے سردارانِ کوفہ کو بلا کر سخت برا بھلا کہا۔ گالیاں دیں۔ ان کی حرکات پر نفرین اور خفگی کا اظہار کیا اور کہا میں تم پر جب راضی ہوتا کہ تم حسین کو زندہ میرے پاس لاتے میں ان کی خدمت میں خوشامد کرلیتا۔ لعنت ہے ابن زیاد پر جس نے یہ کام کیا۔

(تذکرہ صد ۱۱۵ و تنقیح صد ۱۲۳)

سبق: یزید بڑا چالاک اور مکار تھا کہ خود ہی سب کرا کے پھر کرنے والوں پر لعنت ملامت بھی کرنے لگا۔ اور اپنے آپ کو بے قصور ظاہر کرنے لگا۔

حکایت نمبر ۳۵۲

مدینہ کو واپسی

یزید نے اہل بیت کو مع سرہائے شہداء حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ جانے کی اجازت دیدی اور نعمان بن بشیر نہایت تعظیم وادب کے ساتھ اہل بیت کو مدینہ لے چلے۔ اہل بیت عظام نعمان بن بشیر کی اس خدمت و تعظیم پر بڑے خوش ہوئے اور انہیں دعائیں دیں۔ اہل مدینہ کو جب اہل بیت کے آنے کی خبر ہوئی تو ہر چھوٹا بڑا بے قرار ہو کر روتا ہوا انہیں لینے کے لئے دوڑا۔ اہل بیت عظام سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور دردناک آوازوں میں وا جداہ کا نعرہ مار کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہم یتیم غریب مظلوم مغموم در والا پر حاضر ہیں سے

یا رسول اللہ! ذرا دیکھو ہمارا حال زار
دشمنوں کے ہاتھ سے کیسے ہوئے ہم دلفگار
جو مصیبت ہم پہ گزری کیا کریں اس کا بیان
کوئی دنیا میں نہ ہوگا اس طرح زار و نزار

اہل بیت عظام یوں رو رو کر اپنے پیارے نانا جان سے عرض حال کر رہے تھے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہاتھ میں شیشی جس میں وہ مٹی بھری ہوئی تھی۔ جو حضور نے انہیں دے کر فرمایا تھا کہ جب میرا بیٹا حسین کربلا میں شہید ہوگا اس دن یہ مٹی خون بن جائے گی جس کا ذکر حکایت نمبر ۳۰۷ میں ہو چکا ہے۔ اور آج یہ مٹی خون بن چکی تھی، جس میں خاکِ کربلا خون شدہ بھری تھی۔ لئے ہوئے اور دوسرے ہاتھ سے ہاتھ صغریٰ دختر امام پکڑے ہوئے آئیں۔ اہل بیت نے جو انہیں دیکھا اور شیشی کی خاک کو خون شدہ پایا تو اور زیادہ بے قرار ہوئے۔ الغرض وہ وقت بھی قیامت کا نمونہ تھا۔ مدینہ منورہ میں کہرام پڑا تھا۔ ہر چھوٹا بڑا بیقرار اور اشکبار ہو رہا تھا۔

(تذکرہ ص۱۱۶ و تنقیح ص۱۳۶)

سبق: واقعہ کربلا بڑا ہی دردناک واقعہ ہے اور مسلمان کا دل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اور اس میں مسلمان کے لئے سینکڑوں سبق، عبرتیں اور درس ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اہل بیت عظام کے نقشِ قدم پر چل کر اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر ہر قسم کی قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔ اور ان منکرات شرعیہ اور بدعات سے بچیں۔ جن سے آخر دم تک اہل بیت عظام منع فرماتے رہے ہیں۔

حکایت نمبر ۳۵۴

زین العابدین

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے علی اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی تو علی تھا۔ مگر آپ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ ہر دن رات میں ایک ہزار نفل پڑھا کرتا تھے۔ ایک روز آپ اپنے مکان میں نفل پڑھ رہے تھے کہ آپ کے مکان کو آگ لگ گئی۔ لوگ آگ بجھانے لگے۔ مگر حضرت امام اسی خضوع و خشوع سے نماز ادا کرتے رہے۔ جب آگ بجھ گئی اور آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کی حضور! مکان کو آگ لگ گئی تھی۔ ہم بجھانے میں مصروف رہے مگر آپ نے پرواہ تک نہ فرمائی؟ آپ نے فرمایا تم لوگ یہ آگ بجھا رہے تھے۔ اور میں آخرت کی آگ بجھانے میں مشغول تھا۔ (روض الریاحین ص۴۵ و حیوٰۃ الحیوان ص ۱۱۷ ج۱)

سبق: حضرت امام زین العابدین جنتی ہونے کے باوجود اس قدر عبادت فرماتے اور آخرت کی آگ بجھانے میں مصروف رہتے تھے۔ پھر ہم لوگ اگر پانچ نمازیں بھی باقاعدگی سے ادا نہ کریں۔ اور

جہنم کی آگ سے بچنے کی کوشش نہ کریں تو ہماری یہ کس قدر غفلت ہے

حکایت نمبر ۳۵۴

بردباری

ایک دن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں گستاخ نے آپ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت امام نے اس سے فرمایا۔ کہ بھائی! جو کچھ تم نے مجھے کہا ہے۔ اگر میں واقعی ایسا ہی ہوں تو خدا مجھے معاف فرمائے۔ یہ سنکر وہ شخص بڑا نادم ہوا۔ اور بڑھ کر آپ کی پیشانی چوم کر کہنے لگا حضور! جو کچھ میں نے کہا ہے۔ آپ ہرگز ایسے نہیں ہیں۔ میں ہی جھوٹا ہوں۔ آپ میری مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ خدا تمہیں معاف فرمائے۔

(روض الریاحین صہ۵۶)

سبق: اللہ والوں کی یہ سیرت ہے کہ برائی کا بدلہ کچھ ایسے طریق سے دیتے ہیں کہ خطا کار نادم ہو کر اپنی خطا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور نیکی اختیار کر لیتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۵۵

خطرناک اژدہا

خلیفہ منصور نے ایک دن اپنے وزیر سے کہا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لا۔ تاکہ میں اسے قتل کر دوں وزیر نے کہا کہ ایک سیّد گوشہ نشین کو قتل کرنا مناسب نہیں۔ خلیفہ اس پر ناراض ہوا اور کہا جو حکم میں دیتا ہوں تم بجا لاؤ۔ ناچار وزیر حضرت امام جعفر صادق کو بلانے کے لئے گیا اور ادھر خلیفہ منصور نے غلاموں کو حکم دیا کہ جب جعفر صادق آئے اور میں تاج کو اپنے سر سے اتار لوں۔ تو تم اسی دم اس کو قتل کر دینا چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ آپ دربار میں داخل ہوئے تو منصور انہیں دیکھتے ہی ان کے استقبال کو دوڑا اور صدر مقام پر آپ کو بٹھایا اور خود مؤدبانہ طریق سے آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ غلاموں کو بڑا تعجب ہوا کہ پروگرام تو کچھ اور تھا اور ہو کچھ اور رہا ہے۔ منصور نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میری حاجت تم سے یہی ہے کہ آئندہ مجھے اپنے حضور طلب نہ کرنا تاکہ میں خدا کی عبادت میں مشغول رہوں۔

منصور نے آپ کو اجازت دی اور بڑی عزت سے آپ کو رخصت کیا اور اس وقت منصور کا بدن کانپ رہا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشریف لے جانے کے بعد وزیر نے اس حال کا سبب پوچھا تو منصور نے کہا کہ جب جعفر صادق دروازے سے دربار میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے ہمراہ ایک بڑا خطرناک اژدھا دیکھا جس کا ایک لب میرے تخت سے اوپر اور ایک نیچے تھا اور وہ بزبان حال مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ستایا تو میں تمہیں تخت سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے اس اژدہا کے خوف سے جو کچھ سلوک ان سے کیا۔ تم نے وہ دیکھ لیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۵)

سبق: اللہ والوں کو ستانا بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اسی لئے مولانا رومی بھی فرماتے ہیں کہ ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

حکایت نمبر ۳۵۶

قیمتی لباس

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ آپ بڑا بیش قیمت لباس پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اے ابن رسول اللہ! اتنا قیمتی لباس اہل بیت کو زیبا نہیں۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور آستین کے اندر کھینچ کر دکھایا کہ دیکھ یہ کیا ہے؟ اس نے دیکھا کہ نیچے آپ ٹاٹ جیسا کھردرا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خالق کے لئے ہے اور وہ خلق کے واسطے ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء صنا)

سبق: اللہ والوں کے پاس بظاہر دنیا نظر آئے تو کسی قسم کی بدگمانی نہ کرنا چاہیے۔ ان اللہ والوں کا دل حب دنیا سے بالکل خالی ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۵۷

دیناروں کی تھیلی

ایک شخص کی دیناروں کی تھیلی گم ہو گئی۔ اس نادان نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ کر کہا کہ تھیلی آپ نے لی ہے۔ اس بے خبر نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا نہیں اور الزام لگا دیا۔ حضرت نے فرمایا تھیلی میں کتنی رقم تھی وہ بولا ایک ہزار

آپ اسے گھر لے گئے۔ اور ایک ہزار دینار اسے دے دیا۔ دوسرے روز اس شخص کو وہ گمشدہ تھیلی مل گئی۔ پھر وہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور معذرت کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا اب یہ مال تمہارا ہی ہوا۔ ہم نے جو چیز دے دی واپس نہیں لیتے۔ اس کے بعد اس نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ شخص بڑا نادم ہوا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۱۷)

سبق: اللہ والے دنیا کو بالکل ہیچ سمجھتے ہیں اور وہ دنیا کا قطعاً کوئی لالچ نہیں رکھتے۔ پھر آج وہ لوگ جو مردار دنیا کے لئے مختلف حیلے بہانے کرتے اور دنیا پر مرتے ہیں کس قدر غافل اور نادان ہیں

حکایت نمبر ۳۵۸

ہارون الرشید اور ایک اعرابی

ہارون الرشید ایک مرتبہ حرم مکہ میں آیا تو عوام کو طواف کرنے سے روک دیا تاکہ وہ خود تنہا طواف کر سکے اور جب وہ طواف کرنے لگا تو جھٹ ایک اعرابی نے سبقت کر کے اس کے ساتھ طواف کرنا

شروع کر دیا۔ ہارون الرشید کو یہ بات ناگوار گزری اور اپنے حاجب کی طرف دیکھا۔ حاجب نے اپنے بادشاہ کی مرضی پا کر اعرابی سے کہا میاں اعرابی! یہاں سے ہٹ جاؤ تاکہ امیر المومنین طواف کر سکیں۔ اعرابی نے جواب دیا خدا کے نزدیک اس مقام میں چھوٹے، بڑے، ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب اور راعی و رعایا سب برابر ہیں۔ یہاں کون چھوٹا اور کون بڑا ہے جاؤ میں نے ہٹتا۔ ہارون الرشید نے اس کی یہ گفتگو سنی تو حاجب سے کہا اسے رہنے دو۔ اس کے بعد ہارون الرشید حجر اسود کو چومنے کے لئے آگے بڑھا تو اعرابی نے سبقت کر کے حجر اسود کو پہلے چوم لیا۔ ہارون الرشید جب مقام ابراہیم میں نماز پڑھنے کو بڑھا تو اعرابی نے سبقت کر کے وہاں پہلے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ ہارون الرشید جب طواف و نماز سے فارغ ہوا تو حاجب سے کہا اس اعرابی کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ حاجب گیا اور اعرابی سے کہنے لگا۔ چلو تمہیں امیر المومنین بلاتے ہیں۔ اعرابی نے کہا مجھے ان سے کوئی حاجت نہیں ہے۔ پھر میں کیوں جاؤں۔ ہاں اگر انہیں مجھ سے کوئی کام ہے تو وہ خود میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ حاجب یہ سنکر غصہ میں آ کر واپس ہوا اور اس کا جواب ہارون الرشید کو سنا دیا۔ ہارون الرشید نے سنکر کہا بیشک وہ ٹھیک کہتا ہے۔ مجھے خود اس کے پاس چلنا چاہیئے چنانچہ ہارون الرشید خود اس اعرابی کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے کھڑا ہو کر السلام علیکم کہا جس کا جواب

وعلیکم السلام کہہ کر اعرابی نے دیا۔ ہارون الرشید نے کہا کیوں بھئی! اجازت ہے بیٹھ جاؤں۔ اعرابی نے جواب دیا۔ یہ گھر نہ آپ کا ہے نہ میرا۔ پھر مجھ سے اجازت کیسی؟ اور میں اجازت دینے والا کون؟ یہاں ہم سب برابر ہیں آپ چاہیں تو بیٹھ جائیں چاہیں تو واپس چلے جائیں۔

ہارون الرشید اس قسم کی جرأت آمیز گفتگو سن کر حیران رہ گیا اسے گمان تک نہ تھا کہ ایسی گفتگو بھی کوئی اس سے کر سکتا ہے۔ پھر وہ اعرابی کے پہلو میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ میاں اعرابی! میں تم سے تمہارے فرض کے متعلق پوچھتا ہوں کیا تم بتا سکو گے؟ اگر تم اپنے فرض پر روشنی ڈال سکو تو میں تمہارا قائل ہو جاؤں گا۔ اعرابی نے جواب دیا آپ کا یہ سوال معلم بن کر ہے یا متعلم بن کر؟ ہارون الرشید نے کہا متعلم بن کر۔ اعرابی نے کہا تو پھر طالب علموں کی طرح سامنے مؤدب ہو کر بیٹھو۔ اور پھر پوچھو!

چنانچہ ہارون الرشید مؤدبانہ طریق سے سامنے بیٹھ گیا اور پھر فرض کے متعلق پوچھا۔ اعرابی نے جواب دیا کہ ایک فرض بتاؤں یا پانچ، سترہ فرض بتاؤں، چونتیس بتاؤں یا چرانویں۔ چالیس میں سے ایک فرض کا بیان کروں یا عمر بھر میں ایک فرض کا؟

یہ تفصیل سنکر ہارون الرشید نے طنزاً ہنس کر کہا۔ میں نے تو تم سے ایک فرض کا پوچھا ہے اور تم دنیا بھر کا حساب لے بیٹھے ہو۔

اعرابی نے کہا ہارون! اگر دین میں حساب نہ ہوتا تو قیامت کے روز خالق مخلوق سے کبھی حساب نہ لیتا خدا کا ارشاد کیا یاد نہیں۔ ڈاٹ

كَانَ مِثْقَالُ حُبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ آتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ ہارون رشید نے جب یہ سنا کہ اعرابی نے اس کا نام لے کر اسے مخاطب کیا ہے۔ اور اسے امیر المومنین نہیں کہا تو غصے میں آ گیا اور جب غصہ فرد ہوا تو کہنے لگا۔ قسم بخدا اگر تم نے میرے سوال کا جواب نہ دیا تو میں تجھے صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان مروا دوں گا حاجب نے کہا امیر المومنین جانے دیجئے۔ اس حرم شریف کی طفیل اس کی جان بخش فرما دیجئے۔ اعرابی یہ سنکر کھلکھلا کر خوب ہنسا۔ ہارون الرشید اور بھی زیادہ حیران ہوا۔ اور پوچھا اس قدر ہنسے کیوں؟ اعرابی نے جواب دیا تم دونوں کی مضحکہ خیز گفتگو سن کر کہ ایک تم دونوں میں سے ایسی موت لے آنے کا مدعی ہے جو آئی نہیں اور دوسرا ایسی موت کو ہٹا رہا ہے جو آ چکی۔ بھلا ایسی نامعقول باتیں دانا تسلیم کر سکتا ہے۔ ہارون رشید یہ سن کر بے حد نادم ہوا اور منت سے کہنے لگا۔ بھئی! اب تو مجھے تمہارے جواب کا بے حد شوق ہے۔ برائے خدا میرے سوال کا جواب ضرور دو۔ اعرابی نے کہا تو سنو۔ تمہارا سوال اس فرض کے متعلق ہے۔ جو خدا نے مجھ پر کیا ہے۔ تو خدا کے مجھ پر بہت سے فرائض ہیں میں نے جو تم سے ایک فرض کا کہا تھا وہ تو دین اسلام ہے اور جو پانچ فرض کہے تھے۔ وہ پانچ نمازیں ہیں اور جو سترہ فرض ہیں وہ دن رات کی سترہ رکعات ہیں۔ اور جو چونتیس فرض؟ دن رات کے سجدے ہیں اور جو ترانویں فرض؟ وہ ان سب رکعات کی تکبیرات ہیں اور جو

ہیں نے چالیس میں سے ایک فرض کہا تھا۔ وہ چالیس دینار میں سے ایک دینار کی زکوٰۃ ہے اور ساری عمر میں سے ایک فرض ؛ وہ حج ہے ہارون الرشید اعرابی کے حسن بیان اور تشریح مسائل کو سن کر بیحد مسرور ہوا اور اس کے دل میں بیحد قدر پیدا ہو گئی۔

اس کے بعد اعرابی نے کہا کہ آپ کے سوال کا جواب تو میں نے دے دیا۔ اب میرے بھی سوال کا جواب کیا آپ دیں گے ؟ ہارون رشید نے کہا ہاں پوچھئے اعرابی نے کہا۔ کیا فرماتے ہیں۔ امیر المؤمنین اس شخص کے لئے جس نے صبح ایک عورت کو دیکھا تو وہ عورت اس پر حرام تھی۔ ظہر کا وقت ہوا تو حلال ہو گئی۔ عشاء کا وقت آیا تو پھر حرام ہو گئی۔ صبح ہوئی تو حلال ہو گئی اس کے بعد پھر ظہر کا وقت آیا تو حرام ہو گئی عصر کا وقت آیا تو حلال ہو گئی۔ مغرب کا وقت ہوا تو حرام ہو گئی۔ عشاء کا وقت آیا تو پھر حلال ہو گئی۔ ہارون الرشید یہ سن کر کہنے لگا کہ تم نے مجھے ایک ایسے دریا میں ڈال دیا ہے جس سے بجز تمہارے دوسرا کوئی نہ نکال سکے گا تم خود ہی اس کا جواب دو۔ اعرابی نے کہا امیر المؤمنین! آپ تو بہت بڑے صاحب اختیار حاکم ہیں۔ میرے ایک معمولی سے مسئلہ کے سامنے عاجز کیوں آ گئے ؟ ہارون الرشید نے کہا واقعہ یہ ہے کہ خدا نے تمہارا درجہ علم مجھ سے بلند کیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ اس حرم شریف کی خاطر تم ہی جواب دو۔ اعرابی نے کہا بہت اچھا تو سنیئے وہ ایک

ایسا شخص ہے جس نے صبح کسی دوسرے کی لونڈی کو دیکھا جو اس پر حرام تھی۔ ظہر کا وقت آیا تو وہ لونڈی اس نے خرید لی۔ اب وہ اس پر حلال ہو گئی۔ عصر کے وقت اس نے اسے آزاد کر دیا تو وہ پھر اس پر حرام ہو گئی۔ مغرب کے وقت اس نے اس سے نکاح کر لیا تو پھر حلال ہو گئی۔ عشاء کے وقت اس نے طلاق دے دی تو وہ پھر حرام ہو گئی۔ صبح اس نے رجوع کر لیا تو پھر حلال ہو گئی۔ ظہر کا وقت آیا تو وہ ہر شخص مرتد ہو گیا۔ وہ پھر اس پر حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت وہ شخص پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی عورت پھر اس پر حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت وہ عورت مرتد ہو گئی پھر وہ حرام ہو گئی عشاء کا وقت آیا تو پھر وہ مسلمان ہو گئی۔ لہذا پھر حلال ہو گئی۔

ہارون الرشید یہ تفصیل سن کر حیران و ششدر رہ گیا اور اس اعرابی کو دس ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ جب یہ دینار اعرابی کے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ یہ درہم ان کے اہل کو دے دو۔ مجھے ضرورت نہیں۔ ہارون الرشید نے کہا کیا میں تمہارے نام کوئی جاگیر کر دوں جو عمر بھر تمہارے لیے کافی ہو؟ اعرابی نے کہا جس نے تمہارے نام ملک کر رکھا ہے وہ چاہے گا تو میرے نام بھی کوئی جاگیر کر دیگا تمہارے واسطے کی ضرورت نہیں۔

ہارون الرشید وہاں سے لوٹا اور اس اعرابی کے متعلق دریافت

کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے موسیٰ رضا ہیں۔ جنہوں نے زاہدانہ زندگی اختیار فرما رکھی ہے۔ ہارون الرشید یہ حقیقت سنکر اٹھے پاؤں دوڑا اور حضرت موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کو چوم لیا۔

(الروض الفائق صفحہ ۵۸ تا ۵۹)

سبق: اہل بیت عظام منبع العلوم تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے بادشاہ بھی علم دوست اور بزرگان دین کے قدر شناس تھے۔

ائمہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (پ ۱۵ ع ۸)

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جو اپنا نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا۔ یہ لوگ اپنا نامہ پڑھیں گے اور تاگے بھر ان کا حق نہ دبایا جائے گا۔

(کنز الایمان)

ساتواں باب

ائمہ کرام

رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین

حکایت نمبر ۳۵۹

امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جب مدینہ منورہ پہنچے اور روضۂ انور پر حاضر ہوئے تو آپ نے عرض کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ۔

تو روضۂ انور سے جواب آیا۔

وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (تذکرۃ الاولیاء صد ۲۴۶)

سبق: معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی ہیں۔

غلاموں کا سلام سنتے ہیں اور جواب بھی عطا فرماتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے امام ہیں اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مسلمانوں کا امام فرمایا ہے پھر اگر کوئی شخص حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان والا میں کوئی بے ادبی کا لفظ کہے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ اس سے ناراض ہوں گے؟

حکایت نمبر ۳۶۰

مقدس بوڑھا

حضرت شیخ بوعلی بن عثمان جلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا کہ ایک روز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکے شریف میں ہوں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے اور آپ ایک بوڑھے شخص کو بڑی شفقت سے اپنی مبارک گود میں لیے ہوئے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کو بوسہ دیا اور میرے دل میں یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ یہ بوڑھے کون ہیں۔ جنہیں حضور اتنی شفقت سے اپنی گود میں سنبھالے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس سوال کو جان لیا

اور فرمایا یہ مسلمانوں کا امام ابو حنیفہ ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۵۶)

سبق :۔ معلوم ہوا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملہ مسائل وہی ہیں جو حدیث میں بیان ہوئے اور آپ کا مذہب وہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چلایا اور ہمارے امام نے شرعی مسائل اور استنباط و اجتہاد میں جو قدم بھی اٹھایا ہے۔ حدیث نبوی کے سہارے پر ہی اٹھایا ہے۔

حکایت نمبر ۳۶۱

پیشوا

ایک دن حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک لڑکے کو آپ نے دیکھا کہ کیچڑ میں چل رہا ہے آپ نے اس لڑکے سے فرمایا۔ بیٹا! ہوش سے چلو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا پاؤں پھسل جائے اور گر پڑو۔ لڑکے نے جواب دیا۔ اے امیر المسلمین! میں تو اکیلا ہوں۔ اگر پھسلوں گا بھی تو پھر سنبھل جاؤں گا۔ اور نہ بھی سنبھل سکا تو میں ہی گروں گا۔ مگر آپ تو مسلمانوں کے پیشوا ہیں آپ کو اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ آپ کا پاؤں نہ پھسلے کیونکہ

اگر آپ کا پاؤں پھسل گیا۔ تو سارے مسلمانوں کا جو آپ کے پیچھے چل رہے ہیں۔ پاؤں پھسل جائے گا اور اس وقت سب کا سنبھلنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ حضرت امام اس لڑکے کی یہ بات سن کر رونے لگے۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۵۰)

سبق :۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔ اور ہر چھوٹے بڑے کو اس کا اعتراف ہے کہ حضرت امام اعظم امام المسلمین ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام و پیشوا پر قوم و جماعت کی بہت بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

حکایت نمبر ۳۶۲

شب بیدار امام

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر رات تین سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔ یہ وہ امام ہے جو ہر رات پانچ سو رکعات نفل پڑھتا ہے۔ حضرت امام نے یہ سنا تو اسی وقت یہ نیت کر لی کہ آج سے پانچ سو رکعت ہی نفل پڑھا کروں گا۔ تاکہ اس کا گمان درست ہو جائے۔ ایک دن آپ کے شاگردوں نے آپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔

کہ امام صاحب رات بھر عبادت کرتے رہتے ہیں اور نہیں سوتے۔ فرمایا آج سے میں ایسا ہی کیا کروں گا۔ اور ساری ساری رات جاگا کروں گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندے اس چیز کی تعریف کو پسند کرتے ہیں۔ جو ان میں نہیں ہے۔ پس وہ ہرگز عذاب سے نہ چھوٹیں گے لہذا آئندہ میں ساری رات جاگا کروں گا تاکہ اس آیت کی زد میں نہ آجاؤں۔ اس کے بعد آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز پڑھی اور آپ نے جس جگہ وفات پائی وہاں آپ نے سات ہزار بار قرآن شریف ختم فرمایا تھا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۲۴۹، اور جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان ص۶۳)

سبق:۔ ہمارے امام ہمام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب بیدار امام تھے۔ اور اپنے اللہ کی بڑی عبادت کرنے والے اور اللہ کے بہت بڑے مقبول و مقرب بندے تھے۔ پھر جس نے کبھی عمر بھر وضوء ہی نہ کیا ہو۔ وہ اگر حضرت امام کی شان والا میں کوئی گستاخی کرے۔ تو کس قدر ظلم ہے؟

حکایت نمبر ۳۶۳

ناخن بھر مٹی

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار بازار سے گذر رہے

تھے کہ ناخن میں کیچڑ اڑ کر آپ کے لباس پر آپڑا۔ آپ اسی وقت دجلے کے کنارے گئے اور اس مٹی کو خوب مل مل کر دھویا۔ لوگوں نے کہا حضور! آپ اس کے برابر تو نجاست کو جامے پر جائز بتاتے ہیں اور خود اس قدر مٹی کو دھوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو۔ مگر وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صد ۲۵۱)

سبق :۔ ہمارے امام تقویٰ و پرہیزگاری کے پیکر تھے۔ پھر جنہوں نے کبھی فتویٰ کی بھی پرواہ نہ کی ہو۔ وہ اگر اس پیکرِ تقویٰ پر کسی قسم کا طعن کریں۔ تو کیوں نہ خود ہی ملعون ہوں گے۔

حکایت نمبر ۳۶۴

عہدۂ قضا

خلیفہ منصور نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر کہا کہ آپ عہدۂ قضا قبول کر لیں۔ اور میری مملکت کے آپ قاضی القضاۃ یعنی چیف جج بن جائیں۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ میں اس عہدہ کے قابل نہیں ہوں۔ خلیفہ نے کہا۔ آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ آپ سے زیادہ اس عہدہ کے اور کون قابل ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ میں جج بننے کے قابل نہیں ہوں۔ اس لئے

کہ جھوٹا آدمی جج نہیں بن سکتا یہ کہہ کر آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۴۵

سبق :۔ اللہ والوں میں کسی دنیوی عہدہ کی لالچ نہیں ہوتی۔ اور اگر دنیا کے پیچھے بھی پڑے تو وہ دنیا سے حتی الامکان پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ پھر جو روپے خرچ کر کے اور دن رات کوشش کر کر کے کسی بڑے عہدے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ وہ اگر ایسے بڑے متقی امام کی شان میں گستاخی کریں تو کس قدر بے انصافی ہے۔

حکایت نمبر ۳۶۵
کمالِ تقویٰ

حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازہ پڑھنے تشریف لے گئے۔ دھوپ کی بڑی شدت تھی اور وہاں کوئی سایہ نہ تھا۔ ساتھ ہی ایک شخص کا مکان تھا۔ اس مکان کی دیوار کا سایہ دیکھ کر لوگوں نے حضرت امام سے عرض کیا۔ کہ حضور! آپ اس سایہ میں کھڑے ہو جائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اس مکان کا جو مالک ہے۔ وہ میرا مقروض ہے اور اگر میں نے اس کی دیوار سے کچھ نفع حاصل کیا۔ تو میں ڈرتا ہوں کہ عنداللہ میں کہیں سود لینے والوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔ کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ جس قرض سے کچھ نفع لیا جائے وہ سود ہے۔ چنانچہ آپ دھوپ میں ہی کھڑے رہے۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۴۸)

سبق:۔ معلوم ہوا کہ ہمارے امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کمال درجہ کا تقویٰ پایا جاتا تھا۔ آپ بڑے ہی متقی و پرہیزگار تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہر حال میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھتے تھے۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے روزے نماز وغیرہ شرعی امور میں حدیث کو ملحوظ نہیں رکھا اور اپنے قیاس سے کام لیا۔

حکایت نمبر ۳۶۶

تاثیر قرآن

حضرت یزید بن لیث جو اخیار میں سے تھے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک بار عشاء کی نماز میں دیکھا کہ امام نے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ پڑھی اور امام اعظم مقتدی تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب متفکر بیٹھے ہیں اور ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں۔ میں وہاں سے اٹھ گیا۔ تاکہ آپ کا دل مشغول نہ ہو۔ اور چراغ کو روشن ہی چھوڑ دیا۔ اور اس میں تھوڑا سا تیل تھا۔ پھر طلوع فجر کے بعد میں نے دیکھا کہ چراغ

روشن ہے اور امام صاحب اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے کہہ رہے ہیں اے وہ ذات! کہ بمقدار ذرّہ خیر کے جزائے خیر دے گا اور بمقدار ذرّہ شر کے جزائے شر دے گا۔ نعمان کو تو اپنے فضل سے آگ سے بچا لے کہ آگ کے قریب بھی نہ جائے اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل کرلے۔ جب میں اندر گیا۔ تو امام صاحب نے پوچھا۔ کیا چراغ لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا۔ کہ میں تو صبح کی اذان بھی دے چکا۔ فرمایا۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ اسے چھپانا۔ ظاہر نہ کرنا۔

(جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان صـ۶۸)

سبق: امام اعظم علیہ الرحمتہ جتنے بڑے امام تھے۔ اتنے ہی بڑے متقی اور عارف کامل تھے۔ پھر جس پاک ہستی کے تقویٰ و پرہیزگاری اور خوفِ خدا کا یہ عالم ہو۔ کب ممکن ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں اللہ و رسول کے ارشاد کے خلاف کوئی اپنی رائے پیش کرے۔

حکایت نمبر ۳۶۷

خوفِ قیامت

ایک بار حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے خبری میں ایک لڑکے کے پاؤں پر پاؤں پڑ گیا۔ لڑکے نے کہا۔ اے شیخ! قیامت

کے دن کے بدلے سے نہیں ڈرتے؟ حضرت امام نے یہ سنا۔ تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ میرا یہ خیال ہے کہ یہ کلمہ اسے تلقین ہوا ہے۔

(جواہر البیان صلا۴۹)

سبق:۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ باوجود اتنے بڑے امام اور متقی ہونے کے قیامت کے بدلے سے ڈرتے ہیں۔ پھر کس قدر غفلت ہے۔ ہم لوگوں کی۔ کہ سرتا پا گنہ گار ہونے کے باوجود قیامت کے دن کا ہمیں کوئی احساس ہی نہیں۔ اور امام صاحب سے بےخبری کے عالم میں ایک لڑکے کا پاؤں کچلا گیا۔ تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ مگر ہم جان بوجھ کر بھی سینکڑوں ظلم کرتے ہیں۔ مگر کچھ پروا نہیں کرتے۔

حکایت نمبر ۳۶۸

ہمسایۂ موچی

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا۔ جو نہایت رنگین طبع اور خوش مزاج تھا۔ اس کا معمول تھا۔ کہ دن بھر محنت مزدوری کرتا۔ شام کو بازار جا کر گوشت اور شراب مول لاتا۔ کچھ رات گئے دوست واحباب جمع ہوتے۔ خود سیخ پر کباب لگاتا۔

خود کھاتا۔ یاروں کو کھلاتا۔ خوب شراب کا دور چلتا اور مزے میں آکر شعر گاتا ہے

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریھۃ وسداد ثغر

یعنی لوگوں نے مجھ کو ہاتھ سے کھو دیا۔ اور کیسے بڑے شخص کو کھویا۔ جو لڑائی اور رخنہ بندی کے دن کام آتا۔

امام صاحب ذکر و شغل کی وجہ سے رات کو بہت کم سوتے تھے۔ رات کو اس کی نغمہ سنجیاں سنتے اور کچھ تعرض نہ کرتے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ شہر کا کوتوال ادھر آنکلا اور اس کو گرفتار کر کے لے گیا۔ اور قید خانہ میں بھیج دیا۔ صبح کو امام صاحب نے دوستوں سے تذکرہ کیا کہ گزشتہ رات ہمارے ہمسایہ کی آواز نہیں آئی۔ نہ معلوم کیا وجہ ہوئی۔ لوگوں نے رات کا تمام ماجرا بیان کر دیا۔ کہ وہ غریب تو قید خانہ میں ہے۔ آپ نے اسی وقت سواری طلب کی۔ اور دربار کے کپڑے پہن کر دارالامارۃ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کوفہ کے گورنر کو لوگوں نے اطلاع دی کہ امام ابو حنیفہ آپ سے ملنے آئے ہیں۔ اس نے یہ سنتے ہی آپ کے استقبال کیلئے اپنے درباریوں کو بھیجا۔ جب آپ کی سواری نزدیک آئی تو گورنر خود بھی تعظیم کیلئے اٹھا۔ اور نہایت ادب و احترام سے لا کر بٹھایا اور عرض کیا۔ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ مجھ کو بلا بھیجتے۔ میں خود حاضر ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا۔ کوتوال نے اس کو گرفتار کر لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ رہا کر دیا جائے۔ گورنر نے اسی وقت حکم بھیجا اور وہ رہا کر دیا

گیا۔ امام صاحب عیسیٰ گورنر سے رخصت ہو کر چلے۔ تو وہ موچی بھی ہمرکاب ہو گیا۔ امام صاحب نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیوں ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا۔ اس نے عرض کیا۔ نہیں آپ نے حق ہمسائیگی خوب ادا کیا۔ امام صاحب کے اس خلق و مروت کا اس کے دل پر یہ اثر ہوا کہ اس نے عیش پرستی سے توبہ کی اور امام صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگا۔ رفتہ رفتہ علم فقہ میں مہارت حاصل کی۔ اور فقیہہ کے لقب سے ممتاز ہوا۔

(حیواۃ الحیوان صفحہ ۱۱۸ جلد نمبر ۱)

سبق:۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمسایوں کے ایک بہت بڑے اچھے ہمسائے تھے۔ اور معلوم ہوا۔ کہ ہمسایوں کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہیئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ سے ایک عیاش آدمی کی کایا پلٹ گئی اور وہ علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔

حکایت نمبر ۳۶۹

احسان و کرم

حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام اعظم کے ساتھ جا رہا تھا کہ ایک شخص نے آپ کو دیکھا۔ اور چھپ گیا۔ اور دوسرا راستہ

اختیار کیا۔ آپ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے اُسے پکارا۔ وہ آیا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا۔ کہ تم کیوں اپنی راہ سے بے راہ ہو کر چلے۔ اس نے کہا۔ میں آپ کا مقروض ہوں۔ دس ہزار درہم میں نے آپ کو دینے ہیں۔ جس کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ اور میں تنگ دست ہوں۔ آپ سے شرماتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! میری وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے۔ جاؤ میں نے سب روپیہ تم کو بخش دیا۔ اور میں نے اپنے آپ کو اپنے نفس پر گواہ کیا۔ اب آئندہ مجھ سے نہ چھپنا۔ اور جو خوف تمہارے دل میں میری وجہ سے پیدا ہوا۔ مجھے معاف کر دو۔

(جواہر البیان صد۴۲)

سبق :- ہمارے امام ہمام حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے زاہد، سخی، محسن، اور مخلوق پر مہربانی فرمانے والے تھے۔ ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے اور زیر دستوں پر رحم کرنا چاہیئے اور دنیا کی محبت سے دل کو خالی رکھنا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۳۷۰

فراستِ امام

چند لڑکے گیند کھیل رہے تھے۔ اتفاق سے ایک بار ان کی گیند

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے مجمع میں آکر گری۔ کسی لڑکے کی یہ ہمت نہ پڑی۔ کہ گیند وہاں سے اٹھا لائے۔ ایک لڑکے نے ان لڑکوں میں سے کہا۔ کہ اگر کہو۔ تو گیند میں اٹھا لاؤں؟ پھر انتہائی گستاخی کے ساتھ گیا۔ اور وہ گیند جاکر اٹھا لایا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لڑکا حلالی نہیں ہے لوگوں نے دریافت کیا۔ تو واقعی وہ لڑکا ویسا ہی نکلا۔ جیسا کہ حضرت امام نے فرمایا تھا۔ لوگوں نے پوچھا۔ حضور! آپ نے یہ کیسے جان لیا۔ کہ وہ لڑکا حلالی نہیں ہے۔ فرمایا۔ اگر وہ حلالی ہوتا۔ تو حیا اسے مانع ہوتی۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۲۴۵)

سبق:۔ بزرگوں سے حیا اور ان کا ادب کرنا نیک بختی اور شرافت ونجابت کی علامت ہے۔

حکایت نمبر ۳۷۱
مسکت جواب

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفوں میں سے ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ کا فتویٰ ایسے شخص کے بارے میں کیا ہے؟ جو جنت کا امیدوار نہ ہو۔ اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہو۔ نہ

خدا سے۔ اور مردار کھاتا ہے۔ اور بے رکوع سجود کے نماز پڑھتا ہے۔ اور بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔ سچی بات کو ناپسند کرتا ہے۔ فتنہ کو دوست رکھتا ہے۔ رحمت سے بھاگتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ ایسے شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا۔ ایسا شخص بہت ہی بڑا ہے۔ یہ صفات تو کافر کی ہیں۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا نہیں بلکہ ایسا شخص تو اللہ کا دوست! اور مومن کامل ہے۔ پھر آپ نے اس شخص سے کہا۔ کہ اگر میں اس کا جواب بتا دوں۔ تو تو میری بدگوئی سے باز رہے گا؟ اس نے وعدہ کیا۔ کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ رب جنت کی امید رکھتا ہے۔ اور رب نار سے ڈرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا۔ کہ وہ اس پر ظلم کرے گا۔ مردہ مچھلی کھاتا ہے۔ جنازے کی نماز پڑھتا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے — اور ان دیکھی بات پر گواہی دینے کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ اللہ کو بن دیکھے اس کی گواہی دیتا ہے۔ اور وہ موت کو ناپسند کرتا ہے۔ جو حق ہے۔ تاکہ زندہ رہ کر اللہ کی فرماں برداری کرے۔ اور مال و اولاد فتنہ ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور وہ رحمت جس سے بھاگتا ہے۔ بارش ہے۔ اور یہود کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ اور نصاریٰ کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے۔ لَیْسَتِ الْیَہُوْدُ

عَلیٰ شَیٍٔ جب اس شخص نے یہ پُر مغز اور مُسکت جواب سُنا۔ تو کھڑا ہوا۔ اور حضرت امام صاحب کے سر مبارک کا بوسہ دیا۔ اور کہا کہ میں قسم کھا کے گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں۔

(جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان صفحہ ۴۸)

سبق :۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا تعالیٰ نے دین کی ایسی سمجھ عطا فرمائی تھی کہ بڑے بڑے مشکل مسائل جن کو کوئی حل نہیں کر سکتا تھا۔ آپ پل بھر میں حل کر لیتے تھے اور آپ کی اس تفقہ فی الدین کا لوہا اغیار بھی مانتے تھے۔

حکایت نمبر ۳۷۲

زبردست فریب

ہمارے امام ہمام حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض حاسدوں نے ایک عورت کو پھسلا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ کسی طریقہ سے حضرت امام اعظم پر تہمت لگائے۔ چنانچہ وہ عورت ایک رات امام صاحب کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ۔ میرا خاوند سخت بیمار ہے اور وہ آپ کے روبرو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلئے۔ امام صاحب چل پڑے۔ آپ جب اس کے گھر پہنچے۔ تو اس نے

سب دروازے بند کر لئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ ابو حنیفہ نے تنہائی میں مجھے ستایا ہے (معاذ اللہ) یہ سن کر حاسدین امام فوراً وہاں پہنچ گئے۔ اور امام صاحب اور اس عورت کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔ خلیفہ نے امام صاحب اور اس عورت کو جیل میں بند کر دیا اور کہا کہ صبح فیصلہ کیا جائے گا۔ امام اعظم ساری رات جیل میں نفل پڑھتے رہے۔ وہ عورت یہ دیکھ کر بڑی شرمندہ ہوئی اور امام صاحب کے قدموں میں گر گئی اور اصل واقعہ عرض کر کے معافی مانگنے لگی۔ امام صاحب نے فرمایا۔ اب تم یوں کرو کہ داروغہ جیل سے کسی بہانے اجازت لے کر باہر نکلو اور سیدھی میرے گھر جاؤ اور ام حماد (زوجۂ امام) کو سارا قصہ سناؤ۔ اور اپنی جگہ اسے یہاں بھیج دو۔ چنانچہ وہ عورت اٹھی اور داروغہ جیل سے کسی بہانے اجازت لے کر باہر نکلی اور دن چڑھنے سے پہلے ہی حضرت امام کی زوجہ کو جیل میں بھیج دیا۔ صبح ہوئی تو امام صاحب کے جملہ حاسد عدالت میں پہنچ گئے۔ خلیفہ کے حکم سے امام صاحب اور عورت کو بلایا گیا اور خلیفہ نے امام صاحب سے کہا۔

خلیفہ :۔ اے ابو حنیفہ! کیا آپ کو ایک اجنبیہ عورت سے بند مکان میں خلوت جائز تھی؟

امام اعظم :۔ کس عورت کے ساتھ؟

خلیفہ :۔ یہ جو سامنے بیٹھی ہے۔

امام اعظم :۔ ام حماد کے والد کو بلایا جائے (چنانچہ امام صاحب کے خسر کو بلایا گیا)

امام اعظم :۔ (والدِ امِ حماد کی طرف مخاطب ہو کر) جناب ذرا اس عورت کا گھونگھٹ اٹھا کر پہچانئے کہ یہ عورت کون ہے ؟

والدِ امّ حماد :۔ گھونگھٹ اٹھا کر دیکھتے ہیں) اسے خلیفہ یہ تو میری بیٹی ہے۔ جس کا نکاح ابو حنیفہ سے ہو چکا ہے۔ پھر یہ ہنگامہ کیسا ؟

یہ بات سنتے ہی حاسد بنِ امام دھر لیے گئے اور سخت ذلیل ہوئے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و عظمت کے نعرے بلند ہوئے۔

(نزہتہ المجالس صہ ۸۳)

سبق :۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسد پہلے بھی تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ اور وہ ناکام پہلے بھی ہوتے رہے۔ اور اب بھی ہوتے ہیں۔

حکایت نمبر ۳۷۳

امام مالک و امام اعظم کا مکالمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں تشریف لے گئے۔ مگر حضرت امام

مالک نے آپ کو پہچانا نہیں۔ اور اپنے اصحاب کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا۔ جس کا حضرت امام اعظم نے بڑی متانت کے ساتھ جواب دے دیا۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ یہ شخص کہاں سے آیا ہے؟ حضرت امام اعظم نے خود ہی فرمایا جناب میں عراق سے آیا ہوں۔ امام مالک نے فرمایا۔ نفاق و شقاق کے شہر والوں میں سے؟ امام اعظم نے فرمایا۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ قرآن مجید سے کچھ پڑھوں؟ فرمایا۔ ہاں! ہاں!! ضرور پڑھو۔ حضرت امام اعظم نے یہ آیت پڑھی۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ
وَمِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ

حضرت امام اعظم نے اهل المدینه کی جگہ اهل العراق دانستہ پڑھا۔ اور اس سے آپ کی غرض امام مالک پر الزام قائم کرنا تھا۔ امام مالک یہ سن کر جھٹ بول اٹھے۔ کہ قرآن میں یوں تو نہیں آیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ پھر کس طرح آیا ہے؟ فرمایا۔ اصل آیت یوں ہے۔ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ امام اعظم نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ پر خود اسی بات کا حکم فرمایا جس کی نسبت میری طرف کی گئی تھی۔ یہ کہہ کر آپ جھٹ پٹ اس مجلس سے نکل آئے۔ امام مالک کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ امام ابو حنیفہ تھے۔ تو آپ نے انہیں بلا یا اور

بڑی عزت و تکریم سے پیش آئے۔

(نزہتہ المجالس صہ۱۲۷ ج ۲)

سبق :- ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حاضر جوابی کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اور بڑے بڑے محدث و امام بھی آپ کی عزت کرتے تھے۔

حکایت نمبر ۳۸۴

دلہنوں کی تبدیلی

ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کا نکاح دوسرے شخص کی دو بیٹیوں سے کیا۔ اور دوسرے روز دعوت ولیمہ میں علماء کو بھی مدعو کیا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے گئے۔ ان بیٹیوں کا باپ بڑی پریشانی کے عالم میں مکان سے باہر نکلا اور عرض کرنے لگا۔ ہم لوگ بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں۔ بڑے کی دلہن چھوٹے کے کمرے میں اور چھوٹے کی بڑے کے کمرے میں غلطی سے چلی گئی۔ صبح ہوئی تو اس غلطی کا علم ہوا۔ فرمائیے اب کیا ہو؟ حضرت سفیان نے کہا۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ وطی بالشبہ ہے۔ دونوں بھائیوں پر صحبت کی وجہ سے مہر واجب ہو گیا اور آج دونوں بہنیں اپنے اپنے شوہروں کے پاس

چلی جائیں۔ حضرت امام صاحب خاموش تھے۔ مسعر نے آپ سے کہا۔ آپ فرمائیے۔ سفیان نے کہا۔ اس کے سوا اور کیا کہیں گے۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا۔ کہ میرے پاس دونوں لڑکوں کو لاؤ۔ چنانچہ دونوں لڑکے لائے گئے۔ آپ نے ہر ایک سے پوچھا۔ کہ رات تم جس عورت کے پاس رہے ہو تم کو پسند ہے۔ دونوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ تم دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دو۔ اور جس کے پاس جو عورت سوئی ہے وہ اسی کے ساتھ شادی کر لے۔ چنانچہ اسی جگہ ان دونوں نے اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور چونکہ اپنی بیوی سے کسی نے بھی صحبت نہ کی تھی اس لیئے عدت تو ان پر واجب ہی نہ تھی۔ اسی لیے وہیں انکا نکاح بھی ہو گیا۔

(جواہر البیان صفحہ ۸۶)

سبق :۔ ہمارے امام ہمام کی دانائی اور دور بینی قابل داد ہے غور فرمایئے کہ اس مشکل صورت حال کو آپ نے کس خوش اسلوبی سے سلجھایا۔ آپ کی یہی وہ فقہ و دانائی ہے جس کی بدولت آپ نے اللہ و رسول کے ارشادات کے مطابق مسائل شرعیہ کو مدون فرمایا۔ اور آج ہم آپ کی خداداد سمجھ کی بدولت ہزاروں مشکل مسائل کا حل کتب فقہ میں پا لیتے ہیں پھر کس قدر افسوس ہے اس شخص پر جو بجائے ممنون ہونے کے حضرت پر زبانِ طعن دراز کرتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۰۵
روشندان

قاضی ابن ابی یعلیٰ کی عدالت میں ایک شخص نے درخواست دی۔ کہ اپنی دیوار میں ایک روشندان بنانا چاہتا ہوں لیکن میرا پڑوسی مجھے روکتا ہے۔ پڑوسی کو بلا کر قاضی صاحب نے جب اس کی وجہ دریافت کی۔ تو اس نے کچھ ایسی وجوہات پیش کیں۔ جن کی بنا پر قاضی صاحب نے روشندان بنانے کی اجازت نہ دی۔ اور فیصلہ مدعا علیہ کے حق میں دے دیا۔

حضرت امام کو جب یہ خبر ہوئی۔ تو آپ نے اس آدمی سے فرمایا۔ کہ اب تم اپنی دیوار گرانے کی درخواست کرو۔ اور جس دیوار میں روشندان بنانا چاہتے ہو۔ اسی کو گرادو۔ اس شخص نے یہی درخواست دی۔ چونکہ ہر شخص کو اپنی دیوار گرانے کا حق ہے۔ اس لئے قاضی صاحب نے دیوار گرانے کی اجازت دے دی۔ اس شخص نے اس اجازت کے بعد دیوار گرانے کا اعلان کر دیا۔

اس اعلان کو سن کر پڑوسی گھبرایا ہوا قاضی صاحب کے پاس آیا۔ اور کہا کہ جناب اب تو وہ دیوار گرا رہا ہے۔ اس لئے اسے روشندان بنانے

کی اجازت دے دیجئے۔ کہ میرے لئے یہ اس سے زیادہ آسان ہے۔
قاضی صاحب سمجھ گئے اور خوشی سے روشندان بنانے کی اجازت دیدی۔

(جواہر البیان ص۳۰)

سبق :۔ ہمارے امام ہمام مرجع خلائق تھے اور جو بھی آتا تھا اپنی مراد پالیتا تھا۔ اور آپ بہترین تدبیر و حکمت کے مالک تھے۔

حکایت نمبر ۳۷۶

تدبیر و حکمت

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پڑوس میں ایک جوان رہتا تھا۔ اس نے حضرت امام صاحب سے ایک روز عرض کیا۔ حضور میں جہاں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ لوگ میری طاقت سے زیادہ مہر طلب کرتے ہیں۔ فرمایئے میں کیا کروں؟ آپ نے استخارہ کیا۔ اور اسے وہاں شادی کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس شخص نے شادی کرلی۔ اس کے بعد لڑکی والوں نے کل مہر ادا کئے بغیر لڑکی رخصت کرنے سے انکار کردیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ تم کسی سے قرض حاصل کرو۔ اور مہر ادا کردو۔ چنانچہ اس نے کچھ لوگوں سے قرض لیا۔ منجملہ اور قرض دینے والوں کے آپ نے بھی اس کو قرض دیا۔ اور اس نے مہر ادا

کر دیا۔ اورانہوں نے لڑکی کی رخصتی کر دی۔ دوسرے روز آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ اب تم اپنے سسرال والوں سے اپنا ارادہ ظاہر کرو کہ میں اپنی بیوی کو لے کر ایک دور دراز جگہ جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے سسرال والوں نے یہ سنا تو بہت پریشان ہوئے اور حضرت امام صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اس شخص کی شکایت کی۔ اور اس بارے میں فتویٰ چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ شوہر کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے اپنی بیوی کو لے جائے۔ ان لوگوں نے کہا۔ مگر ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ لڑکی ہم سے جدا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ تو تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے وہ اسے واپس کر کے اس کو راضی کر لو۔ وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے۔ آپ نے اپنے پڑوسی جوان کو بلایا۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ اس بات پر راضی ہیں۔ کہ جو انہوں نے مہر تم سے لیا ہے تم کو واپس کر دیں اور تم اپنے ارادہ کو ترک کر دو۔ وہ شخص موقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے بولا۔ کہ میں تو اس سے زیادہ لوں گا۔ امام صاحب نے جو سنا تو اس سے فرمایا یہ بات منظور کرتے ہو۔ یا کسی قرض خواہ کا تم پر یہ دعوےٰ۔ کہ اس نے میرا قرض دینا ہے۔ اور تم جب تک اس کا قرض ادا نہ کر لو۔ باہر جا ہی نہ سکو۔ یہ منظور کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا۔ خدا کے واسطے حضور! اس بات کا ذکر بھی نہ فرمایئے۔ ورنہ وہ لوگ سن پائیں گے تو مجھے کچھ بھی نہ دیں گے۔

(جواہر البیان صہ۹ اور لطائف علمیہ کتاب الاذکیا صہ۲۳۱)

سبق ۱۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے مدبر اور حکیم تھے۔ اور آپ کے ناخن تدبیر سے کئی عقدے حل ہوئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مہر شوہر کی طاقت سے زیادہ مقرر نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے کئی قسم کی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حکایت نمبر ۳۱۱

گمشدہ خزانہ

امام اعظم علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ایک شخص اپنا کچھ مال زمین میں دفن کر کے بھول گیا۔ اور امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا۔ جاؤ۔ آج تم ساری رات نماز پڑھتے رہو۔ تمہیں یاد آجائے گا۔ کہ مال تم نے کہاں دبایا ہے۔ چنانچہ وہ شخص گیا۔ اور رات کو اس نے نماز پڑھنا شروع کی ابھی چند رکعات ہی پڑھی تھیں کہ اسے یاد آگیا کہ مال کہاں دبایا ہے۔ بڑا خوش ہوا اور صبح امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ حضور! آپ نے یہ تدبیر کیسے ارشاد فرمائی؟ فرمایا۔ مجھے معلوم تھا کہ شیطان تجھے رات بھر نماز نہ پڑھنے دے گا۔ اور تجھے تیرا مال یاد دلا دے گا۔ تاکہ تو نماز چھوڑ دے۔ افسوس کہ تو نے شکریہ میں رات بھر نماز کیوں

نہ پڑھی؟

(لطائف علمیہ کتاب الاذکیا صفحہ ۴۴ اجواہر البیان صفحہ ۹۶)

سبق :- انسان مشکل کے وقت خدا یاد بھی بن جاتا ہے۔ مگر مشکل ٹل جانے کے بعد پھر وہی بے ڈھنگی چال اختیار کر لیتا ہے اور یہ بات بڑی افسوس ناک ہے ایسا نہیں چاہیئے۔

حکایت نمبر ۳۰۸

داماد

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی دشمنی رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (معاذ اللہ) یہودی کہتا تھا۔ حضرت امام صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اسے بلایا۔ اور اس سے فرمایا۔ کہ میں نے تمہاری لڑکی کے لئے ایک مناسب رشتہ تلاش کیا ہے۔ لڑکے میں ہر قسم کی خوبی موجود ہے۔ صرف اتنی سی بات ہے کہ ہے وہ لڑکا یہودی۔ اس شخص نے جواب دیا۔ کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ آپ اتنے بڑے امام ہو کر ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک یہودی سے جائز سمجھتے ہیں۔ میں تو ہرگز اس نکاح کو جائز نہیں سمجھتا۔

حضرت امام نے فرمایا۔ سبحان اللہ! تمہارے جائز نہ سمجھنے سے کیا ہونا ہے۔ جبکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح ایک یہودی سے کردیا تھا۔ وہ شخص فوراً سمجھ گیا کہ حضرت امام کس بات کی ہدایت فرمارہے ہیں چنانچہ اس وقت اس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پاک کے متعلق خیال باطل سے توبہ کی۔ اور حضرت امام اعظم کی برکتوں سے مالامال ہوگیا۔

(تذکرۃ اولیاء صفحہ ۲۵)

سبق:۔ ہمارے امام اعظم بہت بڑے امام اور ہادی تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کوئی گستاخی دراصل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے

حکایت نمبر ۳۰۹

میاں بیوی

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک میاں بیوی میں کسی بات پر رنجش پیدا ہوئی۔ تو میاں نے غصہ میں کہہ دیا۔ کہ میں تم سے کلام نہ کروں گا۔ جب تک تو مجھ سے پہلے کلام نہ کرے۔ بیوی نے بھی قسم کھالی۔ اور کہا۔ کہ خدا کی قسم میں بھی تم سے کبھی کلام نہ کروں گی۔ جب تک

تو مجھ سے پہلے کلام نہ کرے۔ اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو بلانا چھوڑ دیا۔ اور بڑی مشکل میں پڑ گئے۔ آخر میاں حضرت امام اعظم کے پاس حاضر ہوا۔ اور سارا واقعہ سنایا۔ امام صاحب نے واقعہ سن کر فرمایا کہ جاؤ ایک دوسرے کو راضی خوشی بلاؤ۔ تم میں سے کوئی حانث نہ ہو گا۔ اس لئے کہ جب تم نے یہ کہا تھا کہ میں تم سے کلام نہ کروں گا۔ جب تک تو مجھ سے کلام نہ کرے۔ تو اس کے بعد اگر عورت خاموش رہتی تو بیشک تم حانث ہوتے۔ مگر جب اس نے یہ کہا کہ خدا کی قسم میں بھی تم سے کلام نہ کروں گی۔ جب تک تو مجھ سے کلام نہ کرے" تو اس نے تمہاری قسم کے بعد تو تم سے کلام کر لیا۔ لہٰذا اب تم آ سے بُلا سکتے ہو۔

(جواہر البیان صد ۹۵)

سبق :۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دماغ وہاں پہنچتا تھا۔ جہاں بڑے بڑے محدثوں کا دماغ بھی نہیں پہنچتا۔

حکایت نمبر ۳۸۰

چوروں کا سراغ

ایک شخص کے گھر میں چور گھس آئے۔ گھر والے کی آنکھ کھل گئی اور اس نے چوروں کو دیکھ لیا۔ چوروں نے اس ڈر سے کہ یہ کہیں صبح ہمیں

پکڑ وا نہ دے۔ اسے دبوچ لیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ تم یوں کہو۔ کہ اگر میں نے کسی کو بتایا۔ کہ یہ لوگ میرے چور ہیں۔ تو میری بیوی پر تین طلاق۔ گھر والا بیچارہ مجبور تھا۔ اس نے یہ حلف اٹھالیا اور کہہ دیا کہ اگر میں کسی کو بتاؤں کہ یہ لوگ میرے چور ہیں۔ تو میری بیوی پر تین طلاق چور یہ کہلوا کر اس کا مال واسباب لے گئے۔ اب صبح ہوئی تو وہ شخص چوروں کو دیکھتا رہا۔ مگر حلف بالطلاق کی وجہ سے بول نہ سکتا تھا۔ آخر وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ اور پورا واقعہ عرض کر کے کہنے لگا۔ کہ حضور! چوروں کو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ مگر وہ ظالم مجھ سے یہ قسم لے چکے ہیں۔ کہ اگر میں کسی کو بتاؤں۔ کہ یہ لوگ میرے چور ہیں۔ تو میری بیوی پر تین طلاق۔ آپ نے محلہ کے معززا اور ذی جاہ لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان سے فرمایا کہ اس بیچارے کے معاملہ میں مدد کرو۔ اور شہر کے جتنے بدچلن اور متہم لوگ ہیں۔ ان کو ایک حویلی میں جمع کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے شہر کے جس قدر بدچلن لوگ تھے۔ ان سب کو ایک حویلی میں جمع کیا۔ اور پھر حضرت امام نے اس شخص سے جس کے گھر چوری ہوئی تھی۔ فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔ ہم ایک ایک شخص کو باہر کرتے جائیں گے۔ اور تم سے پوچھتے جائیں گے کہ کیا یہ ہے تمہارا چور؟ اگر وہ چور نہ ہو تم "نہیں" کہتے رہنا۔ اور اگر چور ہو۔ تو چپ ہو جانا۔ کچھ مت بتانا۔ کیونکہ تمہاری قسم یہ ہے۔ کہ اگر میں بتاؤں کہ یہ لوگ میرے چور ہیں۔ تو میری بیوی پر تین طلاق۔ اس شخص

نے کہا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ حویلی میں سے ایک ایک شخص کو نکالا جانے لگا۔ اور ہر شخص کے متعلق اس سے پوچھا جانے لگا۔ کہ کیا یہ ہے تمہارا چور؟ تو وہ سب کے متعلق "نہیں" کہتا رہا۔ اور جب اس کا چور آجاتا تو وہ چپ کر جاتا۔ اور لوگ اسے پکڑ لیتے۔ اس طرح سارے چور پکڑے گئے اور وہ شخص طلاق کی مشکل سے بھی بچ گیا۔

(لطائف علمیہ کتاب الاذکیا۔ امام ابن جوزی صفحہ ۱۳۸)

سبق:۔ ہمارے امام ہمام کو اللہ نے دین و دنیا کی بہترین سمجھ عطا فرمائی تھی۔ اور آپ مشکل سے مشکل گتھی پل بھر میں سلجھا لیتے تھے۔

حکایت نمبر ۳۸۱

چاہ کندہ را چاہ در پیش

خلیفہ منصور کا حاجب ربیع حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا دشمن تھا۔ ایک روز حضرت امام اعظم کو خلیفہ نے بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ تو ربیع نے خلیفہ سے کہا۔ کہ اے امیر المومنین! یہ ابو حنیفہ آپ کے دادا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کا یہ قول تھا کہ کسی معاملہ میں حلف کرنے

والا اگر اس حلف سے ایک یا دو دن بعد بھی انشاء اللہ کہہ دے۔ تو وہ حلف قائم نہیں رہتا۔ اور امام اعظم کا یہ قول ہے۔ کہ حلف کے ساتھ متصلاً ہی انشاء اللہ کہے۔ تو حلف پر اثر انداز ہوگا۔ بعد میں معتبر نہ ہوگا۔ امام اعظم نے فرمایا۔ اے امیر المومنین! ربیع یہ چاہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن کو آپ کی بیعت و اطاعت سے آزاد کر دے۔ منصور نے پوچھا۔ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ لوگ آپ کے سامنے تو حلف اٹھا جائینگے کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ اور گھر جا کر انشاء اللہ کہہ دیں گے۔ اور آپ کی اطاعت سے آزاد ہو جائیں گے۔ منصور سن کر ہنسنے لگا اور ربیع سے کہا۔ اے ربیع! ابوحنیفہ کو کبھی نہ چھیڑنا۔ پھر جب امام صاحب باہر آئے تو ربیع نے آپ سے کہا۔ آج تو آپ مجھے مروانے ہی لگے تھے۔ آپ نے فرمایا ابتداء تو تم ہی نے کی تھی۔

(لطائف علمیہ کتاب الاذکیاء صفحہ ۱۴۱، الخیرات الحسان صفحہ ۱۰۱)

سبق:۔ ہمارے امام کے بڑے بڑے دشمن تھے۔ اور آپ کے ساتھ دشمنی کے مظاہرے کرتے تھے۔ مگر حضرت امام صاحب اپنی خداداد قابلیت سے ان کی دشمنی کا اثر انہیں پر لوٹا دیتے تھے۔

حکایت نمبر ۳۸۲

طوسی کا جواب

ابوجعفر منصور کے دربار میں حضرت امام کو غیر معمولی اعزاز حاصل تھا۔ اس سبب سے منصور کے حاشیہ نشین حضرت امام صاحب سے سخت بغض رکھتے تھے۔ اور اسی جذبہ کے ماتحت ایک دن ابوالعباس طوسی نے دربار میں حضرت امام سے سوال کیا۔ کہ ابوحنیفہ! بتایئے کہ اگر امیرالمومنین ہم میں سے کسی کو حکم دیں۔ کہ فلاں آدمی کی گردن مار دو۔ اور اس کے قصور اور جرم سے ہم لوگ بالکل بے خبر ہیں۔ تو ایسی صورت میں گردن مارنی جائز ہوگی یا نہیں؟

حضرت امام نے برجستہ فرمایا۔ کہ میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ امیرالمومنین صحیح حکم دیتے ہیں یا غلط؟

طوسی نے کہا۔ بھلا امیرالمومنین غلط حکم کیونکر دے سکتے ہیں۔

امام نے فرمایا۔ پھر صحیح حکم کی تعمیل میں تردد کیسا؟ بیچارے طوسی اس جواب سے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

(الخیرات الحسان صہ۱۰۱)

سبق:۔ اللہ والوں سے حاسد چاہتے ہیں۔ کہ اللہ والوں کی عزت گھٹے۔ مگر وہ اللہ والوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اسی طرح ہمارے امام کے حاسدین نے بڑی بڑی چالیں چلیں۔ مگر ہمارے امام کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا۔

حکایت نمبر ۳۸۳

مور کا چور

امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ایک پڑوسی کا مور کسی نے چرالیا۔ وہ حضرت امام کے پاس آیا۔ اور مور کی چوری کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا چپ رہو۔ پھر مسجد میں تشریف لائے۔ جب سب لوگ نماز کے لئے جمع ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کیا وہ شخص جو اپنے پڑوسی کا مور چراتا ہے۔ شرماتا نہیں۔ کہ مور چراتا ہے اور پھر آکر نماز اس حال میں پڑھتا ہے کہ اس کے سر پر مور کے پَر کا اثر ہوتا ہے۔ یہ سنتے ہی ایک شخص نے اپنا سر چھپایا۔ آپ نے فرمایا۔ تو ہی مور کا چور ہے اسے اس کا مور دے دے۔ اس نے اسی وقت مور لا دیا۔

(الخیرات الحسان صد ۱۰۲)

سبق :۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہت بڑے سیاست و حکمت کے بھی مالک تھے۔

حکایت نمبر ۳۸۴

آٹا

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے محدث تھے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر۔ حضرت اعمش کا ایک روز اپنی بیوی سے جھگڑا ہوگیا۔ آپ بڑے تیز مزاج تھے۔ آپ نے تیز مزاجی میں اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا۔ کہ تم نے اگر مجھے گھر میں آٹا ختم ہو جانے کی زبانی خبر دی۔ یا لکھ کر بتایا۔ یا پیغام بھیجا۔ یا دوسرے شخص سے اس بات کا ذکر کیا۔ تاکہ وہ مجھ سے ذکر کرے۔ یا اس کے بارے میں اشارہ کیا۔ تو تجھ پر طلاق۔ آپ کی بیوی اس معاملہ میں بڑی حیران ہوئی۔ تو کسی نے ان سے کہا۔ کہ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کوئی حل دریافت کیجئے۔ چنانچہ حضرت اعمش کی بیوی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی۔ اور سارا واقعہ عرض کیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ جب آٹے کا چرمی تھیلا خالی ہو جائے تو اس چرمی تھیلے کو ان کے سوتے ہوئے ان کے کپڑوں سے باندھ دینا۔ جب بیدار ہوں گے اور اسے دیکھیں گے۔ تو آٹے کا ختم ہو جانا ان کو معلوم ہو جائے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو حضرت اعمش آٹے کے ختم ہو جانے کو سمجھ گئے۔ اور کہنے لگے۔ خدا کی قسم یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے حیلوں میں سے ہے۔ آپ زندہ ہیں۔ تو ہم کیسے فلاح پائیں گے۔ آپ تو ہماری عورتوں کے سامنے ہم کو رسوا کرتے ہیں۔ کہ ان کو ہمارا عاجز ہونا۔ اور ہماری

سمجھ کا ضعف دکھاتے ہیں۔

(جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان صہ۱۱۱)

سبق :۔ ہمارے امام ہمام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی و فقہی شکوہ اور دبدبے کا اعتراف بڑے بڑے محدثوں کو بھی تھا۔

حکایت نمبر ۳۰۵

پیالے کا پانی

امام اعظم علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے پانی مانگا۔ وہ پیالے میں پانی لائی۔ ابھی وہ لا رہی تھی کہ کسی بات پر رنجیدہ ہو کر خاوند نے کہا۔ کہ میں یہ پانی نہ پیوں گا۔ اور اگر تو اس پانی کو خود بھی پیئے۔ تو تجھ پر طلاق۔ اور اگر اسے کسی دوسرے کو پینے کے لئے دے۔ تو بھی تجھ پر طلاق۔ اور اگر اسے بہا دے۔ تو بھی تجھ پر طلاق۔ وہ عورت بیچاری بڑی حیران ہوئی۔ ایک شخص حضرت امام صاحب کے پاس آیا۔ اور یہ صورت بیان کی۔ آپ نے فرمایا۔ فوراً جاؤ اور اس پیالے میں کوئی کپڑا ڈال کر پانی کو اس کپڑے میں جذب کر کے۔ اسے دھوپ میں سکھا دو اس طرح طلاق نہ پڑے گی۔

(الخیرات الحسان صہ۱۰۴)

سبق :- پروردگار عالم نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے فضل و کرم سے ایک خاص سمجھ عطا فرمائی تھی۔ جس کی بدولت آپ ایسے ایسے مسائل کو جن کی تہ تک آج کوئی بڑے سے بڑا فلسفی بھی، نہیں پہنچ سکتا۔ پل بھر میں حل فرما لیتے تھے پھر اگر کوئی شخص جسے "دو دونی چار" بھی نہ آتا ہو۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و فضل پر اعتراض کرے تو کس قدر افسوس کا مقام ہے؟

حکایت نمبر ۳۸۶

مرغی کا انڈا

امام اعظم علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ایک شخص نے قسم کھائی کہ انڈا نہ کھاؤں گا۔ پھر قسم کھائی۔ کہ اس میرے دوست کی آستین میں جو چیز ہے وہ ضرور کھاؤں گا اور دوست نے آستین سے جب وہ چیز نکالی تو وہ انڈا ہی تھا۔ اب وہ حیران ہوا اور حضرت امام صاحب کے پاس آیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ یہ انڈا کسی مرغی کے نیچے رکھ دو۔ جب بچہ ہو جائے تو وہ بچہ پکا کر کھا لو۔ قسم نہ ٹوٹے گی۔

(الخیرات الحسان ص۱۰۱)

سبق :۔ حضرت امام اعظم کی ہر بات سن کر علمی انبساط پیدا ہوتا ہے اور عقل سلیم کا مالک پکار اٹھتا ہے۔ کہ امام اعظم واقعی امام اعظم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حکایت نمبر ۳۸۷

انگوٹھی کا نقش

ایک شخص کے پاس ایک انگوٹھی کا نگینہ تھا۔ جس پر کسی دوسرے شخص کا نام "عطاء بن عبداللہ" نقش تھا۔ وہ سارا نام اس پر سے مٹانا سخت مشکل تھا۔ اس نے حضرت امام صاحب سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم "بن" کا سر گول بنا دو اور "ب" کے نقطہ کو زیر بنالو۔ اور عبداللہ کا نقطہ نیچے سے اوپر لے آؤ۔ تو "عطاء من عند اللہ" ہو جائے گا۔

الخیرات الحسان صد۲

سبق :۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم وفعل بھی "عطاء من عنداللہ" تھا۔ اور آپ سے کسی قسم کی پرخاش رکھنا خدا کی ناراضگی کا موجب ہے۔

حکایت نمبر ۳۸۸

غلط پروپیگنڈا

ایک دفعہ حضرت امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ حاضر ہوتے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پوتے حضرت محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ آپ ہی وہ امام ہے۔ جن کے متعلق ہیں نے سنا ہے۔ کہ وہ میرے جدامجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اپنے قیاس کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا معاذ اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اس لیے کہ آپ کے لئے عظمت و توقیر ہے۔ جس طرح آپ کے جدامجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عظمت و توقیر ہے۔ حضرت محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہوئے۔ امام اعظم نے فرمایا۔ فرمایئے! مرد ضعیف ہے یا عورت! انہوں نے فرمایا عورت! فرمایا عورت کا حصہ کس قدر ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ مرد کے حصے کا آدھا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ اگر میں قیاس کو ترجیح دیتا تو اس کے برعکس حکم دیتا۔ اور یوں کہتا۔ کہ مرد چونکہ قوی ہے۔ اس لئے اس کا حصہ کم ہو۔ اور جو ضعیف ہے۔ اس کا حصہ زیادہ ہو۔

پھر پوچھا۔ نماز افضل ہے۔ یا روزہ ؟ انہوں نے فرمایا۔ نماز! فرمایا اور حائضہ عورت جب پاک ہوجاتے۔ تو وہ نمازیں قضا پڑھے گی۔ یا قضا روزے رکھے گی؟ انہوں نے فرمایا۔ روزوں کی قضا کرے گی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں قیاس سے کام لیتا تو حائضہ عورت کو نماز کی قضا کا حکم دیتا نہ کہ روزے کا۔

پھر آپ نے پوچھا۔ کہ فرمایئے پیشاب نجس ہے۔ یا منی ؟ انہوں نے فرمایا۔ پیشاب! آپ نے فرمایا۔ اگر میں قیاس کو مقدم کرتا۔ تو پیشاب نکلنے سے غسل واجب بناتا، نہ کہ منی نکلنے سے۔

حضرت امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی پیشانی چوم لی اور فرمایا معلوم ہو گیا کہ آپ کے متعلق غلط خیال پھیلایا گیا ہے۔

(جواہر البیان صد ۱۰۱)

سبق: ۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ حدیث کے مقابلہ میں رائے پر چلتے اور چلاتے ہیں۔ اور حدیث پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔ اور یہ مخالفین کا محض ایک غلط پروپیگنڈا ہے۔ ورنہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر ارشاد قرآن وحدیث کے پیش نظر۔ اور آپ کا ہر مسئلہ قرآن وحدیث ہی سے مستنبط ہے۔

حکایت نمبر ۳۸۹

دیناروں بھری تھیلی

ایک شخص مرنے لگا۔ تو اس نے اپنے ایک دوست کو بلایا۔ اور ایک تھیلی اس کے سپرد کی۔ جس میں ہزار دینار تھے۔ اور کہا۔ کہ میرا لڑکا جب بڑا ہو جائے۔ تو اس تھیلی سے "جو تو پسند کرے"۔ اسے دے دینا۔ یہ کہہ کر وہ مرگیا اور جب اس کا لڑکا بڑا ہوا۔ تو اس شخص نے اسے خالی تھیلی دے دی۔ اور ہزار دینار خود رکھ لیے۔ لڑکا حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے اس شخص کو بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ ہزار دینار اس کے حوالے کر دو۔ اس لئے کہ اس کے والد نے مرتے دم تجھ سے یہ کہا تھا۔ کہ اس تھیلی سے "جو تو پسند کرے" اسے دیدینا۔ اور اس تھیلی سے تم نے دیناروں ہی کو پسند کیا ہے۔ اسی لئے تم نے انہیں رکھ لیا ہے۔ لہٰذا دینار جو تو نے پسند کئے ہیں۔ حسب وصیت اسے دے دو۔ چنانچہ ناچار اسے وہ دینار دینے پڑے

(جواہر البیان صفحہ ۱۰۱)

سبق:۔ امانت میں خیانت نہ کرنا چاہیئے۔ اور یتیموں کا مال دبانا

بڑے ظلم کی بات ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ بڑے ہی دانا اور مشکلات کو حل فرما دینے والے تھے۔

حکایت نمبر ۳۹۰

ایک اعرابی اور ستو

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ کہیں تشریف لئے جا رہے تھے اثناء راہ میں آپ کو پانی کی ضرورت پڑی۔ اتنے میں ایک اعرابی نظر آیا۔ جس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ آپ نے اس سے پانی طلب فرمایا۔ تو اس نے انکار کیا۔ اور کہا۔ پانچ درہم میں دے دوں گا۔ حضرت امام صاحب نے پانچ درہم دے کر مشکیزہ اس سے لے لیا۔ اور آپ کے پاس ستو تھے۔ آپ نے اس اعرابی سے فرمایا۔ کہ اگر ستو کھانا چاہو تو شوق سے کھاؤ۔ اس اعرابی نے وہ ستو جن میں روغن زیتون بھی ملا ہوا تھا۔ پیٹ بھر کے کھا لئے۔ اب اس کو پیاس لگی۔ تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ پانچ درہم میں ملے گا۔ اس سے کم نہیں ہوگا۔ اس بیچارے کو پیاس لگی تھی۔ ناچار اس نے پانچ درہم دے کر ایک پیالہ پانی پی لیا۔ اور امام صاحب کو اپنے درہم بھی واپس مل گئے۔ اور ان کے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(لطائف علمیہ کتاب الاذکیا ر صفحہ ۱۴۰)

سبق :۔ خدا نے جسے علم و حکمت عطا فرمائی ہو۔ وہ اپنی حکیمانہ تدابیر سے مشکلات پر قابو پالیتا ہے۔

حکایت نمبر ۳۹۱

خارجی کو جواب

خارجیوں کی شورش کے زمانے میں حضرت امام بھی گرفتار ہوئے۔ ضحاک خارجی کے سامنے لائے گئے۔ ضحاک نے اپنے اصول کے مطابق حضرت امام سے توبہ کرنے کو کہا۔

حضرت امام نے فرمایا۔ "انا تائب من کل کفر" یعنی میں ہر قسم کے کفر سے تائب ہوں"۔ یہ سن کر حضرت کو خارجیوں نے چھوڑ دیا۔ لیکن کسی کو پھر شرارت سوجھی۔ اور اس نے ضحاک کو باور کرایا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک تمہارے عقاید کفر ہیں۔ اور انہوں نے اسی سے توبہ کی ہے۔ دوبارہ پھر گرفتار کر کے لائے گئے۔ ضحاک نے دریافت کیا۔ کہ شیخ! ہم نے سنا ہے کہ جس کفر سے تم نے توبہ کی ہے وہ ہمارے عقائد ہیں۔

خارجی صرف قرآن کو حکم مانتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہر چیز

سے الگ ہو کر صرف قرآن سے فیصلہ طلب کرنا چاہیے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ ان جاہلوں سے پیچھا چھوٹنا مشکل ہے تو قرآن ہی سے ان پر اعتراض فرمایا۔ اور ضحاک سے پوچھا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ وہ محض ظن اور گمان ہے۔ یا حقیقت کو بھی اس میں دخل ہے؟

ضحاک نے کہا۔ صرف گمان اور ظن کی بناء پر کہہ رہا ہوں۔

حضرت امام نے برجستہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ ان بعض الظن اثم یعنی بعض ظن (بدگمانی) گناہ ہوتا ہے اور تم گناہ کے ارتکاب کو کفر سمجھتے ہو لہذا اس گناہ کے ارتکاب پر تم خود توبہ کرو۔

خارجی لیڈر نے یہ سن کر کہا۔ کہ "تم سچ کہتے ہو۔ اور میں توبہ کرتا ہوں"

(جواہر البیان ص۱۰۰)

سبق: ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر علم و فضل کے مالک تھے کہ کوئی بدمذہب اور دشمن دین آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح اہل حق کو اہل باطل سے تکلیفیں پہنچتی رہیں۔ اسی طرح ہمارے امام رضی اللہ عنہ کو بھی اہل باطل نے بہت ستایا۔

حکایت نمبر ۳۹۲

سیب کا راز

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک عورت مسجد میں داخل ہوئی اور اس کے ہاتھ میں ایک سیب پکڑا تھا۔ جس کا ایک حصہ سرخ اور ایک حصہ زرد تھا۔ اس عورت نے وہ سیب حضرت امام صاحب کے آگے رکھ دیا۔ اور منہ سے کچھ نہ بولی۔ حضرت امام صاحب نے اس سیب کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور عورت کو دے دیئے۔ عورت وہ لے کر چلی گئی۔

حاضرین اس عقدے کو نہ سمجھے۔ اور انہوں نے حضرت امام صاحب سے پوچھا۔ کہ یہ سیب کا راز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس عورت نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ اور میں نے اسے جواب دے دیا ہے۔ حاضرین اور بھی متعجب ہوئے۔ اور وہ مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس نے سیب میرے سامنے رکھ کر مجھ سے پوچھا۔ کہ اسے جو خون آتا ہے۔ اس کا رنگ کبھی سیب کے ایک حصہ کی طرح سرخ۔ اور کبھی دوسرے حصہ کی طرح زرد ہوتا ہے۔ تو کیا یہ خون حیض ہی ہے؟ میں نے سیب کو چیر کر اسے یہ جواب دیا۔ کہ جب تک سیب کے اندر والی حصہ کی طرح اس کا رنگ بالکل سفید نہ ہو۔ وہ خون حیض ہی ہے۔

(روض الفائق صفحہ ۱۱۹)

سبق :۔ پہلے زمانے کی عورتیں بھی بڑی دانا تھیں اور مسائل شرعیہ پوچھتی رہتی تھیں۔ ایک یہ زمانہ بھی ہے۔ کہ عورتوں کو اپنے مخصوص مسائل کا علم ہی نہیں اور نہ وہ اسے ضروری سمجھتی ہیں۔

حکایت نمبر ۳۹۳

میدانِ حشر

حضرت نوفل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔ تو میں نے خواب دیکھا کہ میدانِ قیامت ہے اور ساری مخلوق حساب گاہ میں کھڑی ہے اور میں نے دیکھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہیں۔ اور آپؐ کے دائیں بائیں بڑے بڑے نورانی لوگ کھڑے ہیں اور میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا۔ جو بہت بڑے صاحبِ جمال تھے۔ اور ان کی داڑھی اور سر سفید تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف کھڑے تھے اور میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی کھڑے تھے۔ میں نے حضرت امام صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ اور عرض کیا مجھے پانی عطا فرمایئے حضرت امام صاحب نے فرمایا۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اجازت نہ دیں گے۔ میں نہ دوں گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے پانی دے دو۔ حضرت امام صاحب نے ایک پیالہ میں مجھے پانی دیا۔ میں نے پانی پیا اور پھر حضرت امام صاحب سے پوچھا۔ کہ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف پیر مرد صاحب جمال ہیں۔ یہ کون بزرگ ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا۔ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح میں پوچھتا رہا۔ اور امام صاحب بتاتے رہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۲۵۲)

سبق:۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت حاصل ہے اور آپ کی فقہ ایک ایسا جام ہدایت ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق حدیث کے سرچشمۂ ہدایت سے بھر کر آپ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

حکایت نمبر ۳۹۴

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں۔ کہ بچپن میں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھ سے فرمایا۔ اے لڑکے! تو کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کی امت میں سے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قریب آ میں آپکے نزدیک گیا۔ تو آپ نے اپنے دہن مبارک سے لعاب مبارک میرے منہ میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا کہ اب جاؤ۔ خداتعالیٰ تجھ پر فضل و برکت فرمائے پھر اس کے بعد اسی دم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور آپ نے اپنی انگشتری انگلی سے اتاری اور میری انگلی میں پہنادی۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۵۵)

سبق:۔ امام المسلمین حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی شان ہے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن شریف اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگشتری مبارک کی برکت ہے۔ کہ آپ علم و فضل کے آفتاب بن کر چمکے۔ اور امام المسلمین ہونے کے شرف سے مشرف ہوئے

حکایت نمبر ۳۹۵

ذہین بچہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف چھ برس کی تھی۔ کہ آپ مدرسہ جایا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اولاد بنی ہاشم میں سے

تھیں اور بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھ جایا کرتے تھے۔ ایک روز دو شخص آئے۔ اور ایک صندوق بطور امانت ان کو سونپا۔ اور چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد ان میں سے ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا کہ صندوق دے دیجئے۔ انہوں نے دے دیا۔ پھر چند روز کے بعد دوسرا آیا۔ اور صندوق مانگنے لگا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ تمہارا ساتھی آیا تھا وہ لے گیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ کیا ہم نے آپ سے یہ نہ کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں نہ آئیں۔ صندوق نہ دینا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں بیشک تم نے کہا تو تھا۔ اس نے کہا۔ پھر آپ نے اسے کیوں دے دیا؟ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی والدہ پریشان ہو گئیں۔ اور سوچنے لگیں۔ کہ اب کیا کیا جائے؟ اتنے میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ مدرسے سے تشریف لے آئے۔ آپ نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ انہوں نے سارا قصہ سنایا۔ حضرت امامؒ نے فرمایا۔ کچھ پرواہ نہیں ہے۔ مدعی کہاں ہے؟ تاکہ میں اس کو جواب دوں۔ مدعی جو وہیں موجود تھا۔ بولا میں ہوں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ کہ تمہارا صندوق موجود ہے۔ اپنے ساتھی کو بلا لاؤ۔ تاکہ صندوق تم دونوں کے حوالے کیا جائے۔ وہ شخص حیران ہوا۔ اور لاجواب ہو کر واپس چلا گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۲۵۵)

سبق:۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ بچپن ہی میں بڑے دانا، اور علم و فضل کے مالک تھے۔ پھر بڑے ہو کر کیوں نہ آپ

۴ امام المسلمین بننے ۔

حکایت نمبر ۲۹۶

ہارون رشید کے تخت پر

ایک رات ہارون الرشید اور اس کی بیوی زبیدہ میں کچھ بحث و تکرار ہو گئی ۔ اتفاقاً زبیدہ کے منہ سے نکل گیا ۔ اے دوزخی ! ہارون الرشید نے یہ سن کر کہا ۔ کہ اگر میں دوزخی ہوں ۔ تو تجھے طلاق ہے اور اسی وقت ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ۔ لیکن چونکہ ہارون الرشید کو زبیدہ سے بڑی محبت تھی ۔ اس لئے اس کی جدائی سے بہت بے چین ہوا اور جملہ علماء و فضلاء کو جمع کر کے اس مسئلے کا فتویٰ چاہا ۔ مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا ۔ اور سب نے متفق ہو کر یہ کہا ۔ کہ اس بات کا خدا ہی کو علم ہے ۔ کہ ہارون الرشید دوزخی ہے یا بہشتی ، ایک لڑکا ان علماء کی جماعت سے کھڑا ہوا اور کہنے لگا ۔ اگر اجازت ہو ۔ تو میں جواب دوں ۔ سب لوگ حیران رہ گئے کہ جب اتنے بڑے بڑے علماء اس مسئلے کے جواب میں عاجز ہیں ۔ پھر یہ لڑکا کیا جواب دے گا ۔ ہارون الرشید نے اس لڑکے کو اپنے روبرو بلایا اور کہا ۔ کہ تم ہی جواب دو ۔ اس لڑکے نے کہا ۔ کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی ؟ ہارون الرشید نے کہا ۔ کہ مجھے تمہاری

ضرورت ہے ۔ یہ سن کر اس لڑکے نے کہا ۔ کہ پھر آپ تخت سے نیچے اتر آیئے اور مجھے تخت پر بیٹھ کر جواب دینے دیجئے ۔ اس لئے کہ علماء کا رتبہ بلند تر ہے ۔ ہارون الرشید نے کہا ۔ بہت اچھا ۔ اور تخت سے نیچے اتر آیا اور وہ لڑکا تخت پر بیٹھ گیا اور تخت پر بیٹھ کر ہارون الرشید سے مخاطب ہوا ۔ کہ پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں ۔ کہ کیا آپ کبھی کسی گناہ سے باوجود اس کی قدرت رکھنے کے صرف خدا کے خوف سے باز بھی رہے ہیں ؟ ہارون الرشید نے کہا ۔ ہاں خدا کی قسم ! بس باوجود قدرت رکھنے کے صرف خدا کے خوف کی وجہ سے گناہ کرنے سے باز رہا ہوں ۔ یہ سن کر لڑکے نے کہا ۔ کہ میں فتوی دیتا ہوں ۔ کہ آپ دوزخی نہیں بلکہ اہل بہشت میں سے ہیں ۔ سارے علماء پکار اٹھے ۔ کہ کس دلیل سے ؟ اس لڑکے نے جواب دیا ۔ کہ قرآن مجید کی اس آیت سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى یعنی جس شخص نے کہ گناہ کا قصد کیا ۔ اور پھر خدا کے خوف سے اس سے باز رہا ، پس اس کی جگہ جنت ہے ۔!

سارے علماء یہ سن کر واہ واہ کرنے لگے اور کہا ۔ کہ جو لڑکپن میں اس قدر فہم و ذکا کا مالک ہے ۔ وہ بڑا ہو کر نہیں معلوم کس درجہ کا عالم ہوگا ۔

یہ لڑکا کون تھا ؟ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ تھے ۔
(تذکرۃ الاولیاء صد ۲۵۶)

سبق :۔ جنہوں نے بڑا ہو کر علم و فضل کا تاجدار بننا ہو۔ ان کا بچپن بھی دوسروں سے ممتاز و افضل ہوتا ہے۔ پھر جو لوگ بڑے ہو کر بھی دین سے کوئی مس نہ رکھیں۔ وہ اگر اماماں دین کی مبارک شانوں میں کوئی گستاخی کریں۔ تو کسقدر جہالت کی بات ہے۔

حکایت نمبر ۳۹۷

رہبانی

سلطان روم جو عیسائی تھا۔ ہر سال ہارون الرشید کو کچھ مال بھیجا کرتا تھا۔ اس نے ایک سال یہ حیلہ کیا۔ کہ چند رہبانیوں کو بھیج کر یہ کہلا بھیجا کہ ان عیسائی رہبانیوں سے اگر آپ کے علماء بحث کریں۔ اور ان پر غالب آجائیں۔ تو مالِ مقررہ برابر دیتا رہوں گا۔ ورنہ نہیں۔ چنانچہ جب یہ رہبانی ہارون الرشید کے پاس پہنچے۔ تو ہارون الرشید نے دجلے کے کنارے پر علماء اسلام کو جمع کیا۔ اور ان رہبانیوں کو بھی وہاں بلایا۔ اتنے میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ اور ہارون الرشید نے آپ سے التجا کی۔ کہ ان

رہبانوں سے آپ بحث کریں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ سن کر اپنا مصلّٰے کندھے سے اتار کر دریا کے پانی کے اوپر بچھا دیا۔ اور اس پر جا بیٹھے اور فرمایا۔ کہ جو شخص ہم سے بحث کرنا چاہیے وہ یہاں آکر ہم سے بحث کرے۔ راہبوں نے جب یہ حال دیکھا تو سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ سلطان روم کو جب یہ خبر پہنچی۔ کہ وہ سارے راہب امام شافعی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو کہنے لگا۔ شکر ہے۔ کہ وہ امام یہاں نہیں آیا۔ اگر یہاں آجاتا تو سارا روم مسلمان ہو جاتا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۱۸۰)

سبق:۔ اللہ والوں کی بہت بڑی شان ہوتی ہے۔ اور عناصر اربعہ بھی ان کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اور ان کے فیوض و برکات کی یہ شان ہے کہ ان کی عظمتِ شان کو دیکھ کر ہی کئی لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۳۹۸

فراست

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ اور حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور نماز پڑھنے لگا۔ حضرت امام احمد نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ شخص لوہار ہے۔ حضرت

امام شافعی نے فرمایا کہ نہیں یہ شخص ترکمان ہے۔ پھر جب وہ شخص نماز پڑھ چکا تو اس سے پوچھا گیا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ تو وہ بولا کہ میں پچھلے سال لوہے کا کام کرتا تھا اور آج کل بکری کا کام کرتا ہوں۔

(نزہتہ المجالس صد ۱۱۷ ج ۱)

سبق :۔ اللہ والوں کے منہ سے جو بات نکلتی ہے۔ سچی ہی ہوتی ہے۔

حکایت نمبر ۳۹۹

وراثت انبیاء

ایک بزرگ حضرت ربیع نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور لوگ آپ کا جنازہ مبارک اٹھا رہے ہیں۔ حضرت ربیع یہ خواب دیکھ کر جاگ پڑے اور صبح ایک تعبیر بتانے والے سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس وقت جو زمانہ بھر میں بہت بڑا عالم ہے۔ اس کا انتقال ہو جائے گا۔ کیونکہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے مطابق علم خاصیت حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد حضرت امام شافعی کا انتقال ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صد ۲۵۹)

سبق :۔ اِمامانِ دین انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور ان کے فیوض و برکات انبیاء کرام علیہم السلام ہی کے علوم کا صدقہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ میں بڑے عالم تھے۔

حکایت نمبر ۴۰۰

امام المسلمین حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ

بغداد میں جب معتزلیوں کا غلبہ ہوا۔ تو انہوں نے چاہا کہ حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زبردستی کہلائیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ چنانچہ مختلف سازشوں کے ذریعے وہ آپ کو خلیفہ کے دربار میں لے گئے۔ دربار کے ایک دروازے پر ایک سپاہی کھڑا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس دروازے سے گذرے۔ تو اس سپاہی نے کہا۔ اے امام المسلمین قرآن کو مخلوق ہرگز نہ کہنا۔ اور مردوں کی طرح رہنا دیکھئے میں ایک دفعہ چوری کے الزام میں گرفتار ہوا تھا۔ اور ہزار بید مجھ پر پڑے لیکن میں نے اقرار نہ کیا تھا۔ اور انکار پر ہی ڈٹا رہا تھا۔ بالآخر میں رہا ہوگیا۔ اور اپنے دروغ و ناراستی پر کامیاب ہوگیا۔ تو جب میں حق پر نہ تھا اور صبر کی بدولت کامیاب ہوگیا پھر آپ جبکہ سراسر حق پر ہیں۔ بھلا

صبر سے کامیاب کیوں نہ ہوں گے؟ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی یہ بات سن کر بڑے متاثر ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ جزاک اللہ! میں تمہاری یہ بات خوب یاد رکھوں گا اور ہرگز حق کو نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ آپ کو دربار میں پیش کیا گیا۔ اور آپ کو مجبور کیا گیا کہ قرآن کو مخلوق کہیں۔ مگر آپ نے نہ کہا حتیٰ کہ آپ کو شکنجے میں کسا گیا اور ہزار کوڑے مارے گئے۔ مگر آپ نے ہر دفعہ یہی کہا۔ کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔ اسی اثنار میں جبکہ آپ کو شکنجے میں کسا ہوا تھا۔ آپ کا ازار بند کھل گیا۔ آپ کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ سب نے دیکھا کہ دو ہاتھ غیب سے ظاہر ہوئے۔ اور انہوں نے آپ کا ازار بند باندھ دیا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کو چھوڑ دیا گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۲۶۱)

سبق: حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام المسلمین تھے۔ اور حق کے علمبردار۔ دشمنوں نے آپ کو بے حد ستایا۔ اور تکلیفیں دیں۔ مگر آپ نے صبر و شکر سے کام لیا اور مسلک حق کو نہیں چھوڑا۔ اور آپ نے قرآن پاک کی عزت کی خاطر اپنی جان پر سختیاں برداشت کیں۔ معلوم ہوا کہ اماماِن دین کے دلوں میں قرآن و حدیث کی بڑی وقعت اور تعظیم تھی۔

حکایت نمبر ۴۰۱

تعظیم اور صلہ

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار ایک نہر کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ اور کوئی دوسرا شخص آپ سے اوپر کی جانب بلندی پر وضو کر رہا تھا۔ اس نے جب حضرت امام کو وضو کرتے دیکھا۔ تو وہاں سے اٹھ کر تعظیم کے لحاظ سے نیچے اتر آیا اور آپ سے نیچے اتر کر وضو کرنے لگا۔ جب وہ شخص مر گیا۔ تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ حق تعالیٰ نے اس تعظیم کے صلہ میں جو میں نے حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وضو کرتے وقت ان کی کی تھی مجھ پر رحمت فرمائی ہے۔ اور میری نجات فرما دی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صـ ۲۶۲)

سبق :۔ اللہ والوں کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے لہٰذا ان اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے اور ہمیشہ ان کا ادب کرنا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۴۰۲

خمیری روٹی

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت صالح اصفہان کے قاضی تھے۔ حضرت صالح ہر روز دن کو روزہ رکھتے اور رات کو نفل پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت امام احمد کے خادم نے آپ کے صاحبزادے کے ہاں سے خمیر لے کر آپ کے لئے خمیری روٹی پکائی۔ اور جب آپ کے سامنے لایا۔ تو آپ نے پوچھا کہ اس روٹی میں کیا ملایا ہے کہ ایسی پھولی ہے۔ خادم نے عرض کیا۔ کہ حضور! آپ کے صاحبزادے کے باورچی خانے سے میں نے خمیر لے کر آٹے میں ملایا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہائیں وہ تو اصفہان کا قاضی ہے۔ یہ روٹی اب میرے کھانے کے قابل نہیں۔ اب میں اس روٹی کو کیا کروں گا۔ پھر فرمایا۔ جب کوئی سائل آئے تو اس کو دے دینا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دینا۔ کہ اس میں خمیر تو صالح کے گھر کا ملا ہوا ہے اور آٹا احمد حنبل کا ہے۔ اگر تمہارا جی چاہے تو لے لو۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۶۳)

سبق:۔ اللہ کے نیک بندے بڑے متقی اور پرہیزگار ہوتے

ہیں۔ کہ ذرہ بھر شک وشبہ کی بناء پر بھی احتیاط فرماتے ہیں۔ پھر کسقدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہم یقینی ناجائز چیزوں کے بھی استعمال سے باز نہیں رہتے۔

حکایت نمبر ۴۰۳

علم و عمل

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شاگرد آپ کے گھر آیا۔ حضرت امام صاحب نے رات کو اس کے پاس ایک لوٹا پانی کا بھر کر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے دیکھا۔ کہ لوٹا ویسے کا ویسا ہی پڑا ہوا ہے اور پانی خرچ نہیں کیا گیا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ لوٹا ویسے کا ویسا ہی کیوں رکھا ہوا ہے؟ شاگرد نے پوچھا حضرت میں اس کو کیا کرتا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وضو کرتے اور رات بھر نفل پڑھتے۔ ورنہ تو نے یہ علم کیوں سیکھا؟

(تذکرۃ الاولیاء صد ۲۶۴)

سبق: ۔ علم حاصل کرنے کے بعد جب تک عمل بھی نہ کیا جائے علم کا کوئی فائدہ نہیں۔

حکایت نمبر ۴۰۴

سونے کا پہاڑ

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار کسی بیابان سے گذر رہے تھے۔ کہ آپ راستہ بھول گئے۔ آپ نے بیابان میں ایک شخص کو دیکھا۔ جو ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے سوچا۔ کہ اس شخص سے راستہ دریافت کروں۔ چنانچہ آپ اسکے پاس گئے۔ وہ شخص حضرت امام کو دیکھ کر رونے لگا۔ حضرت امام صاحب نے سوچا کہ شاید یہ بھوکا ہے آپ نے اس خیال سے اسے اپنے پاس سے کچھ روٹی دینا چاہی۔ وہ شخص بہت خفا ہوا اور کہنے لگا۔ اے احمد حنبل! تو کون ہے۔ جو میرے اور خدا کے درمیان دخل دیتا ہے۔ کیا تو خدا کے کاموں پر راضی نہیں ہے؟ اسی لیے تو راستہ بھی بھولتا ہے۔ حضرت امام احمد اس کے کلام سے بڑے متاثر ہوئے۔ اور دل میں کہنے لگے۔ الٰہی! گوشوں میں تیرے ایسے ایسے بندے بھی پوشیدہ ہیں۔ اس شخص نے کہا۔ اے احمد حنبل کیا سوچتے ہو۔ اس خدائے پاک کے ایسے ایسے بندے ہیں۔ کہ اگر خدا تعالیٰ کو قسم دیکر چاہیں تو تمام زمین اور پہاڑ ان کے واسطے سونے کے ہو جائیں۔ حضرت امام احمد حنبل نے جو نظر کی۔ تو تمام روئے زمین اور پہاڑ انہیں سونے کے نظر آنے

لگے۔ پھر آپ نے ایک آواز سنی کہ اے احمد! یہ شخص ہمارا ایسا مقبول بندہ ہے کہ اگر چاہے تو ہم اسکی خاطر زمین آسمان کو الٹ پلٹ کر دیں۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۶۲)

سبق! ۔ اللہ کے مقبول بندوں کی اس قدر بلند شان ہوئی ہے کہ وہ دل کے اسرار بھی جان لیتے ہیں اور ان کی زبان سے ملنے تو پہاڑ بھی سونے کے بن جاتے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو بھی الٹ دے پھر جو ان سب کے سردار و آقا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اور ان کے چاہنے سے کیا نہیں ہو سکتا؟

حکایت نمبر ۴۰۵

ابن خزیمہ کا خواب

حضرت امام احمد حنبل کے وصال شریف کے بعد ایک بزرگ حضرت محمد ابن خزیمہ نے خواب میں دیکھا۔ کہ امام احمد حنبل کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ دار السلام کو جا رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے بخش دیا۔ اور میرے سر پر تاج رکھا اور نعلین مجھے پہنائی اور خدا نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے احمد! یہ سب انعام تجھ پر اس سبب سے

ہے۔ کہ تو نے قرآن کو مخلوق نہ کہا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص ۲۶۷)

سبق:- حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنے علم وفضل اور عمل کی بدولت اللہ کی رضا حاصل کرلی۔ اور اللہ کی بارگاہ سے تاج حاصل کیا۔ بس جو کوئی بھی اللہ کا کام کرنے لگے خدا اور خدائی اس کی ہو جاتی ہے۔

حکایت نمبر ۴۰۶

امام المسلمین حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ

حضرت محمد ابن ابی السری عسقلانی نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور حضور سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کوئی ارشاد فرمائیے تاکہ میں حضور کی جانب سے اس ارشاد کی تبلیغ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عسقلانی! میں نے مالک بن انس کو ایک خزانہ دے دیا ہے۔ جسے وہ تم سب میں تقسیم کر رہا ہے اور وہ خزانہ مؤطا ہے۔

(روض الفائق ص ۱۴۸)

سبق:- حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام المسلمین تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر۔ اور آپ کی کتاب "مؤطا امام مالک" ایسی مستند اور صحیح جامع ہے۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

اپنا خزانہ ارشاد فرمایا ہے۔

حکایت نمبر ۴۰۰

احترام علم

ہارون الرشید ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالک یہاں مؤطا کا درس دیتے ہیں۔ ہارون الرشید نے امام مالک کو پیغام بھیجا کہ آپ مؤطا میرے پاس لا کر مجھے یہاں سنا جائیں۔ حضرت امام مالک نے جواب میں فرمایا۔ کہ ہارون الرشید کو کہہ دو۔ کہ علم کسی پاس نہیں جاتا۔ طالب علم خود علم کے پاس آتا ہے۔ ہارون الرشید یہ سن کر حضرت امام مالک کی خدمت میں خود حاضر ہوا۔ حضرت امام مالک نے اسے اپنے پاس مسند پر بٹھا لیا۔ ہارون الرشید نے عرض کی۔ کہ اب آپ مؤطا پڑھیئے اور میں سنتا ہوں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میں نے آج تک خود پڑھ کر کسی کو نہیں سنایا لوگ پڑھتے ہیں اور میں سنتا ہوں۔ لہذا اب آپ پڑھیں۔ اور میں سنتا ہوں ہارون الرشید نے کہا تو پھر ان لوگوں کو باہر نکال دیجیے۔ تاکہ میں تنہائی میں پڑھ سکوں آپ نے فرمایا۔ کہ جب خواص کے لئے علم کو عوام سے روک لیا جائے تو خواص کو کچھ نفع نہیں پہنچتا چنانچہ ہارون الرشید نے مؤطا کو پڑھنا شروع کیا۔ پڑھنے لگا۔ تو حضرت امام مالک نے فرمایا۔ ہارون علم کے لئے تواضع

کی ضرورت ہے۔ اس لیے اس مسند سے اتر کر میرے سامنے متواضع ہو کر پڑھو۔ چنانچہ ہارون رشید مسند سے نیچے اتر آئے اور سامنے متواضع ہو کر بیٹھا اور پڑھنے لگا۔

(روض الفائق ص ۱۴۹)

سبق :- علم حاصل کرنے کے لیے انکسار اور تواضع کو اختیار کرنا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ کے بادشاہوں میں بھی علم دین کی بیحد طلب تھی۔ اور ان کے دلوں میں حدیث رسول کا بڑا احترام تھا۔

حکایت نمبر ۴۰۸
قمیض میں بچھو

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرما رہے تھے کہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ کسی تکلیف کے باعث زرد ہو رہا ہے۔ اور بڑے بیچین ہو رہے ہیں باوجود اسکے آپ نے حدیث کا درس ترک نہ فرمایا۔ اور بدستور بیان فرماتے رہے اور جب بیان ختم فرما چکے۔ تو لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے قمیض اتار دی جس میں سے ایک بچھو نکلا۔ جس نے چند دفعہ حضرت امام کو ڈسا تھا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ بچھو مجھے ڈس رہا تھا۔ مگر میں نے احترام حدیث کے

پیشِ نظر حدیث کا درس نہ چھوڑا۔ میرا کیا ہے کچھ ہو مگر حدیث کا ادب و احترام بہر حال مقدم ہے۔

(روض الفائق صفحہ ۱۴۹)

سبق:۔ اماماِن دین کے دلوں میں حدیث شریف کا بڑا احترام تھا۔ آج ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا ادب و احترام کرنا چاہیئے۔

حکایت نمبر ۴۰۹

وِصال

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ زمانہ حال کا سب سے بڑا عالم وصال پا گیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہم نے اسی دن سن لیا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(روض الفائق صفحہ ۱۵۰)

سبق:۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور مرجع خلائق تھے۔ اور اسی علم و فضل کی بدولت وہ چاروں اماموں میں سے ایک ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نشر و اشاعت کے محاذ پر اہلسنّت کے لیے

فرید بُک سٹال کی مطبوعات کی فہرست

فاضلِ شہیر مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی کی مندرجہ ذیل تصانیف نئے سرے سے آفسٹ کتابت نفیس چھپائی و بہترین جلدوں میں پیشِ خدمت کی جا رہی ہیں تفصیل حسبِ ذیل ہے:

- خطبات اوّل (مجلد فوم پلاسٹک)
- 〃 دوم 〃
- خطیب 〃
- واعظ اوّل 〃
- 〃 دوم 〃
- 〃 سوم 〃
- 〃 چہارم 〃
- نماز مدلل (مجلد پارچہ)
- سچی حکایات اوّل (مجلد ڈسٹ کور)
- 〃 دوم 〃
- 〃 سوم 〃
- 〃 چہارم 〃
- 〃 پنجم 〃
- عورتوں کی حکایات (مجلد فوم پلاسٹک)
- مثنوی کی حکایات (مجلد ڈسٹ کور)
- شیطان کی حکایات 〃
- عجائب الحیوانات
- مفید الواعظین حصہ اوّل

دیگر مطبوعات جو دستیاب ہیں:

- الفاروق شبلی نعمانی
- طب روحانی
- مسند امام اعظم
- سنی بہشتی زیور
- مثنوی مولانا روم مکمل ۶ جلد
- فتاویٰ عالمگیری اردو مکمل ۱۰ 〃
- دیوانِ حافظ مجلد
- دلی کے بائیس خواجہ مجلد
- توضیح البیان از مولانا علامہ غلام رسول سعیدی (مجلد فوم پلاسٹک)

ناظرین شائقین اور تاجران کتب پتہ ذیل پر رابطہ قائم کریں اور تبلیغ و اشاعت میں تعاون کریں،

ناشر: فرید بُک سٹال، اردو بازار لاہور